بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَا تو فیقی الّا باللّٰیۃ عَلَیہ تو کلت والیہ انیبا

ھذامِن فضل رَبّی

قرآن کریم

قانونِ الٰہی یا انسانی؟

مصنّفہ: سکندر احمد کمال قصبہ چاند پور سیاؤ محلّہ شاہ چندن ضلع بجنور

ناجائز پیسے کی اجلی تعمیروں کے ماتھے پر آپ نے لکھا دیکھا ہوگا یہ سب فضل ربّی ہے

آئینہ میں دکھا رہا ہوں داغ چہرے کے جسے برا لگے وہ سامنے سے ہٹ جائے

تاریک راستوں میں جلا کر چراغِ دِل ہر سمت اک نمودِ سحر چھوڑ جاؤں گا

کچھ تو فرسودہ روایات نے سونے نہ دیا

کچھ نئے دور کے حالات نے سونے نہ دیا

خط و کتابت کے لئے پتہ

سکندر احمد کمال، نگلہ پٹواری، بررولی روڈ، علی گڑھ

M.: 9319593020, 8868889730

نام کتاب	قانون الٰہی یا انسانی؟
ضخامت	
تاریخ تصنیف	۲۶ رمئی ۱۹۸۷ء مطابق ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۷ء
طباعت	محبوب پرنٹنگ پریس دیوبند
قیمت	150/-
باراوّل	500
باردوم	500
تاریخ	طباعت ۲۰۱۶ء

نوٹ

اس کتاب میں قرآن شریف کی آیتوں کا ترجمہ مولانا مودودیؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے تراجم سے لیا گیا ہے۔

حدیث صحیح بخاری (اردو ترجمہ) مرزا حیرت دہلوی شائع کردہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سے لی گئی ہیں۔ اگر کوئی صاحب ان حدیثوں کی بابت جان کاری کرنا چاہیں تو اس کتاب سے ملاسکتا ہے ویسے ہر بخاری میں یہ حدیث نمبر اور صفحہ کے آگے پیچھے ہیں۔

فہرست مضامین

تقریظ

حامداً ومصلیاً! آج ہم اور آپ جس نازک دور سے گزر رہے ہیں وہ نہایت ہی انتشار افتراق کا دور ہے۔ مسلم کشتی منجدھار میں پھنسی ہوئی ہے اور لادینی افکار اور مسلم مسائل کے لاانحل مراحل نے مسلم زندگی کے زاویہ احساس کو اس قدر تنگ کر دیا ہے کہ اسلامی حمیت کی بازیابی ناممکن ہی نہیں بلکہ محال کے مترادف ہے۔

مذکورہ بالا حالات سے متاثر حضرات اس کا سدباب تحریر وتقریر سے کر بھی رہے ہیں۔ ان شاء اللہ یہ مساعی جاری رہے گی۔ ویسے تو اسلامی تصانیف کا سلسلہ ہمالیہ سے کہیں زیادہ لمبا چوڑا ہے۔ اور تا قیامت تصانیف عمل میں آتی رہیں گی۔

اس سلسلہ کی ایک کڑی زیرِ نظر کتاب مسمّی بہ ''قانون الٰہی یا انسانی'' بھی ہے اس میں صاحب کتاب نے عوام الناس کی اس غلط فہمی کا ازالہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ معیار شریعت صرف کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ وآثار صحابہ ہیں نہ کہ اکابر واسلاف اور اگر وہ کوئی بات کتاب وسنت کے مطابق کہتے ہیں تو قابل قبول ہے۔

چونکہ اس دور میں سب سے بڑا فتنہ یہ اٹھ کر کھڑا ہوا ہے کہ بعض مساجد ودینی اجتماعات میں دیکھا جاتا ہے کہ کتاب اللہ کو صرف زینت محراب بنا رکھا ہے اور اکابر کی کتابوں کو دستور العمل اور ان کا پڑھنا اور سننا کتاب اللہ سے کہیں زیادہ افضل سمجھا جا رہا ہے اور اس میں نجات کو تصور کیا جاتا ہے حالانکہ شریعت نام اس چیز کا ہرگز نہیں ہے۔

لہٰذا مصنف کی اس روش سے بدک کر ہٹ نہ جانا چاہئے بلکہ اگر کوئی بات کتاب وسنت

کے خلاف ہوتو ان کی اور ان کی کتاب کی طرف توجہ دینی چاہئے جب کہ مصنف محترم کا خیال ہے کہ کتاب کا مطالعہ کر کے ان مقامات سے مطلع کیا جائے جہاں کہیں کوتاہی نظر آئے۔ ساتھ ہی موصوف کا یہ جذبہ خیر کرم فرما ہے کہ وہ اپنے اس نظریہ پر مصر نہیں ہیں اگر انہیں کوئی دلیل فراہم کردے تو وہ آج اس بات کو قبول کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی کی طرف دست بدعا ہوں کہ مصنف کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور اس کتاب کا استفادہ عام فرمائے۔ (آمین)

فقط والسلام

عبداللطیف قاسمی
خادم التدریس دارالعلوم (وقف) جامع مسجد دیوبند
۱۶/۷/۱۴۰۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپیل

نحمدهٗ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم!

امابعد! اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں متعدد آیات کے ذریعہ اور خاتم النبیین رحمت اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً اور متعدد احادیث کے ذریعہ ملت اسلامیہ کے اتحاد کی اہمیت وافادیت واضح فرماتے ہوئے متحد رہنے کی زور دے کر تلقین فرمائی۔ لیکن افسوس نہ جانے کن مصلحتوں کے تحت اکابرین ملت نے اس اہم ملی اور وقتی ضرورت سے چشم پوشی کی اور آج تک اسی روش پر قائم ہیں۔

میں اکابرین ملت اور علماء کرام کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ جب تمام عالم کے افراد ملت اسلامیہ اللہ عزوجل کی وحدانیت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی رسالت اور قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر دین مکمل میں فرقہ بندیوں کا کیا جواز ہے اور الگ الگ مکاتب فکر کو کیوں فروغ حاصل ہو رہا ہے۔

ایسی صورت میں جبکہ اللہ اور نبی آخرالزماں نے اتحاد کی تعلیم دی ہو اور ہم تفریق کی راہ پر گامزن ہو کر فرقوں میں بٹ گئے ہوں تو اقوام عالم کی جانب سے ہمارا مضحکہ اڑانا فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔

میں تمام عالم اسلام کے زعماء وعلماء اور اکابرین سے بلا کسی تفریق فرقے ومسلک اللہ عزوجل کا واسطہ دے کر دست بستہ التماس کرتا ہوں کہ اتحاد ملت کے قیام مفروغ دین اور فلاح امت محمدی کے پیش نظر حکم رب کریم اور حکم رسول اقدس کو بجا لاتے ہوئے اپنے ہر طرح کے اختلافات ومفادات سے قطع نظر فرماتے ہوئے وقت کے تقاضے کو سامنے رکھ کر یکجا ہوں اور مل بیٹھ کر آپس میں صلاح مشورہ سے قرآن جو سنت ہے کی روشنی میں تمام امت کے لئے ایک متفقہ راہ کا تعین کریں۔ تاکہ تمام امت اس پر گامزن ہو کر رضاء الٰہی اور خوشنودیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہو کر نجات پاسکیں۔

اس ضمن میں جناب سکندر احمد کمال صاحب کی مخلصانہ کاوشیں لائق قدر ہیں لیکن کیا ہی اچھا ہو کہ اس کارِ دشوار کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے وہی حضرات اپنے ہاتھ میں لے کر پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ جنھیں رب ذوالجلال نے علم کی بے پناہ دولت سے سرفراز فرمایا ہے۔ وگرنہ ڈر ہے کہ جماعتِ مسلمہ میں موجود فرقوں کی تعداد میں کہیں ایک کا اضافہ اور نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو اسے ملت کی غفلت ہی کہا جائے گا اور بروز حشر علماء کرام ہی اس کے لئے جواب دہ ہوں گے۔

ڈاکٹر ایم۔ اے۔
عالی قریشی، میرٹھ
مقیم حال چاندپور سیاؤ

اپیل

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم!

عرض ہے کہ اس سے بیشتر خادم نے سکندر احمد کمال صاحب کی لکھی ہوئی ''کیا حسین خواب ہے یہ مگر تعبیر'' کے عنوان سے ایک کتاب پڑھی جس میں کلام الٰہی اور احادیث کے اثبات سے ہر مرحلہ کو صاف کیا گیا کافی غور وخوض سے پڑھی اور جہاں مشکوک ہوا قرآن مجید اور دیگر کتب احادیث سے ملایا۔ صحیح پایا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ''قانون الٰہی یا انسانی'' کے نام سے شائع ہو رہا ہے جو کہ پیشتر ہی جناب سکندر احمد کمال صاحب مجھ کو پڑھنے کے لیے عنایت کر گئے تھے۔ میں نے بڑی دلچسپی اور دینی نقطۂ نظر سے اس کی نظر ثانی کی کہیں کوئی ایسی بات نظر نہ آئی جس پر میں اعتراض کر سکتا۔ اور مجھے اس کتاب پر بھی لبیک کہنا پڑا اور صاحب علم لوگوں سے میری اپیل ہے کہ فرقہ بندی کا چشمہ اتار کر اس کو پڑھنے کی تکلیف گوارہ کریں۔ اگر صحیح نظر آئے تو تسلیم کرنے میں تامل نہیں ہونا چاہئے اور اگر کوئی بات قابل قبول نہ ہو تو براہِ کرم اس کا صحیح راستہ لکھنے کی زحمت گوارہ کریں۔ میری دعا ہے خدا تعالیٰ سے کہ صاحب تصنیف جس مقصد کو لے کر چلے ہیں۔ خداوندِ قدوس ان کو سو فیصدی کامیاب کرے۔ آمین ثم آمین۔

سید اشتیاق حسین
موضع سنگا (بجنور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض حال

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم!

سورۂ آل عمران آیت ۱۰۳؎ **وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَاتَفَرَّقُوْا**۔ سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑلو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔

سورۂ انعام آیت ۱۵۳؎ یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستہ سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کردیں گے یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے رب نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم کج روی سے بچو۔

اس آیت کی تشریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں کی ہے۔

حدیث: روایت ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ خط کھینچا ہمارے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھا خط پھر فرمایا یہ کہ یہ راہ اللہ کی ہے۔ پھر کئی خط کھینچے داہنے اس کے اور بائیں اس کے اور فرمایا کہ یہ راہیں ہیں اور ہر راہ پر ان میں سے شیطان ہے جو بلاتا ہے اس راہ کی طرف اور پڑھی آپ نے یہ آیت **وان ھٰذا صراطی مستقیماً** الخ یعنی فرمایا اللہ رب العزت نے کہ یہ میری راہ سیدھی ہے تم اس پر چلو اور مت چلو اور راہیں کہ بہکادیں گی تم کو سیدھی راہ سے۔ (مشکوٰۃ،ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بہت سی آیات سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل اور قول سے مسلمانوں میں اتحاد پر زور دیا ہے۔ اور اختلاف کو منع کیا ہے اور اختلاف پر ناراض ہوئے ہیں۔ کیونکہ اتحاد میں بھلائی ہے۔ دین دنیا اور آخرت کی اور یہ اتحاد اتنا ضروری ہے کہ ہر زمانہ کے اکابرین نے بھی اتحاد پیدا کرنے میں کام کیا ہے اور اس زمانہ کے اکابرین بھی اتحاد بین المسلمین پر زور دے رہے ہیں اور دیتے رہیں گے۔ لیکن آیات قرآنی، احادیث رسول اور اکابرین کی جدوجہد کے باوجود مسلمانوں میں اتحاد نہیں ہے۔ بہت اختلاف ہیں مگر کم علمی سے ان اختلاف کو رحمت کہہ کر مسلمانوں کی نظر

اختلاف کے نقصان سے ہٹادی گئی اور رحمت کے پردے میں بہت سے فرقے بن گئے۔

سب سے پہلے دوفرقے شیعہ سنّی بنے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ تک ان فرقوں کو کوئی بھی نہ جانتا تھا۔اس وقت صرف اور صرف ایک فرقہ تھا جو مسلمان مومن کہلاتے تھے۔پھر یہ فرقہ بازی کیسے وجود میں آئی اور کیوں اس کو حق مان لیا گیا۔اس کے بعد دونوں فرقوں میں بہت سی شاخیں پیدا ہوگئیں۔جیسے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہل حدیث، اہل قرآن، نقشبندی، چشتی، سہروردی، قادری، آغا خانی، دروزی، معتزلہ، نصری وغیرہ۔

کوئی دس اماموں کو مانتا ہے کوئی بارہ کو کوئی چھ کو۔ دیوبندی، بریلوی، وارثی خارجی خدا جانے کتنے فرقے بن گئے ہیں اور اب ایک فرقہ قادیانی بنا جس کو ہمت کر کے مسلمانوں نے کافر کہہ دیا۔کاش ہر اختلاف کو ایسے ہی برا کہا جاتا تو یہ فرقہ بازی کی لعنت نہ ہوتی۔

ان فرقوں میں آپس میں اتنا اختلاف ہے کہ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں، لڑتے ہیں اور جب کہا جاتا ہے کہ بھائی یہ فرقوں والی بات کیا ہے تو یہ کوئی بری بات نہیں کہہ دیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر مختلف عمل کئے ہیں اگر یہ فرقے نہ ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی سنتیں چھوٹ جاتیں ان فرقوں کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر سنت پر عمل ہو رہا ہے اگر یہ مان لیا جائے کہ حضورؐ نے الگ الگ عمل کئے ہیں تو یہ بتلاؤ آپ لوگ لڑتے کیوں ہو۔ایک دوسرے کو کافر کیوں کہتے ہیں۔یہ تو سب حضورؐ کی سنت ہیں۔اگر اس طرح آپ لوگ ایک دوسرے کو کافر کہتے رہے تو معلوم ہے اس کا نجام کیا ہے۔اس کا انجام یہ ہے کہ آپ نے جس کو کافر کہا ہے پہلے آپ یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ ان فرقوں کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت پر عمل ہو رہا ہے اس لیے یہ اختلاف رحمت ہے جو برا نہیں ہے مگر یہ تسلیم کرنے کے بعد بھی ایک دوسرے کو کافر کہتے ہو کیوں ان کے عمل کی وجہ سے جب ایک دوسرے کو بُرا کہا تو اس کا دوسرا مطلب یہ نکلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہا (نعوذ باللہ) یہ بات ہر ایک کو بری لگے گی۔مگر کیا کبھی یہ غور کیا ہے کہ مسلمانوں نے کیا راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ہر ایک کو آپ حق پر بھی کہتے ہو اور کافر بھی کہتے ہو۔اور ان اختلافات کا الزام بھی حضورؐ پر رکھ دیا اور اپنے کو بالکل بری کر لیا۔

جب کہا جاتا ہے کہ بھائی اتنا اختلاف کیوں؟ تو پھر جواب ملتا ہے کہ یہ سب طریقے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔مگر ان طریقوں پر عمل کرنے سے مسلمان پریشان ہو رہا ہے۔جب زیادہ پریشانی بڑھتی ہے تو ہر فرقے کے اکابرین مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ بھائی اتحاد بین المسلمین

پر فلاں تاریخ کو ایک اجلاس ہو رہا ہے آپ حضرات زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرمائیں اور اپنے غازیوں کے بیان سنیں یہ ہو جاتا ہے مگر کبھی ان اجلاسوں سے مسئلہ کا حل نہیں نکلا۔ ہر اجلاس کے بعد حالات زیادہ خراب ہوتے جاتے ہیں آخر کیوں؟

اس لیے کہ مسلمان اختلافی مذاہب پر عمل کر کے اللہ سے ناراض ہو چکا ہے۔ اللہ کبھی اپنے باغیوں کو کامیاب نہیں کرتا وقتی طور پر اگر باغی غالب بھی ہو جاتے ہیں تو وہ بھی اللہ کے پروگرام کے مطابق ہوتا ہے یعنی جو انسان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور پورے مومن مگر وہ نہ مسلمان ہیں اور نہ مومن۔ صرف اختلاف ہی اختلاف ان کے پاس ہے۔ ان اختلافی اور جھوٹے گناہ گار مسلمانوں کو سزا دلوانے کے لئے اللہ ان باغی بندوں کو کچھ دنوں کے لئے اقتدار دیتا ہے۔ پھر جب اللہ کے نیک بندے نیک اور ایک بن کر اٹھتے ہیں تو اللہ پھر ان کو غالب کرتا ہے جیسا کہ اللہ کا وعدہ ہے۔

اگر تم مومن رہو گے تو غالب رہو گے۔ یہ اللہ کا اٹل قانون ہے اس کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ حالات مومن ہونے سے بدلتے ہیں اگر مومن نہ بنے تو فرقوں میں بٹے ہوئے گناہ گار مسلمانوں کی دعا قبول نہیں ہوتی اور نہ ہی حالات بدلتے ہیں۔

اس زمانہ میں قرآن کا پڑھنے والا ہر انسان سوال کر رہا ہے کہ اللہ تو کہتا ہے کہ مومن ہمیشہ غالب رہتا ہے مگر اس وقت مسلمان کسی جگہ غالب نہیں، کیا بات ہے۔ کیا اللہ کا وعدہ جھوٹا ہے یا ہم مومن نہیں۔ اللہ کا قول جھوٹا نہیں ہوا کرتا۔ تو ظاہر ہے کہ ہم مومن نہیں ہیں کیوں؟

انسان مومن قرآن جو سنت ہے پر عمل کرنے سے ہوتا ہے اور مومن کی مدد کرنا اللہ کا کام ہے۔ اجتہادی قانون جو مختلف ہیں ان پر عمل کرنے سے انسان مومن نہیں ہوتا بلکہ اللہ کا باغی ہوتا ہے۔ اللہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا کہ انسان مسلمان مومن ہوتے ہوئے سنّی، شیعہ، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلحدیث، اہل قرآن (تین وقت کی نماز پڑھنے والا) نصیری، دروزی، قادیانی، چشتی، سہروردی، قادیانی، نقشبندی، وارثی، دیوبندی، بریلوی وغیرہ وغیرہ ہو اور الگ الگ قانون پر عمل کرتا ہو اللہ صرف اور صرف مسلمان مومن کو برداشت کرتا ہے اور مدد کرتا ہے۔ قرآن جو سنت ہے کہ مطابق ایک قانون پر عمل کرتا ہو اور اتحاد سے رہتا ہو جیسا قرونِ اولا میں تھا۔

میں نے اللہ کے کلام اور حضور کی سنت کو پڑھنے کے بعد جب دوسری کتابوں مختلف مذاہب کے قوانین کو پڑھا تو زمین و آسمان کا فرق ملا اور دماغ کافی دنوں تک پریشان رہا۔ آخر یہ پریشانی ایک کتاب جس کا نام ”کیا حسین خوب ہے یہ مگر تعبیر“ کی شکل میں ظاہر ہوئی جو چھپ کر

قارئین تک پہنچی۔اب اس کا دوسرا ایڈیشن بھی چھپ چکا ہے۔انھوں نے پڑھی جن میں حضرات علماء کرام بھی ہیں اور مجھ جیسے کم علم اور درمیانی علم والے بھی ہیں۔ان میں سے جن حضرات سے میری ملاقات ہوئی ان میں کچھ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کتاب کے بارے میں کوئی قابل اعتراض بات ظاہر نہ کی صرف اتنا کہا کہ لکھا تو ٹھیک ہے مگر اب کیا ہوتمہاری اس بات کو مان لینے سے تقریباً بارہ سو سالہ محنت جو بزرگوں نے کی ہے وہ بیکار ہو جاتی ہے اور اکابرین امت پر انگلی اٹھتی ہے کہ انہوں نے اس بات پر غور نہ کیا۔کیا وہ قرآن وحدیث کو نہیں جانتے تھے اب جو کچھ وہ لکھ گئے ہیں ہم اس کی ہی پیروی کریں گے۔قرآن کو جس طرح ان حضرات نے سمجھا ہے وہ ٹھیک ہے۔

مجھے اس بات سے کوئی بحث نہیں کہ انھوں نے قرآن کو سمجھا یا نہ سمجھا بحث اس بات سے ہے کہ اب بھی ہمارے پاس قرآن موجود ہے اس کو دیکھا جائے اور ان بزرگوں کے لکھے کو بھی دیکھا جائے اگر کوئی فرق نہیں ملتا تو مجھے اپنی بات واپس لینے میں کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے اور اپنی گستاخی کی قوم سے معافی مانگنی چاہئے۔عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کی بات پر عمل کرنا ضروری ہے اور کرنا چاہئے کیونکہ اللہ کا حکم یہ ہی ہے کہ میری اس کتاب قرآن کے مطابق زندگی گذارو،اور اگر ان بزرگوں کی بات قرآن کے خلاف ہو تو غور کرنے کا مقام ہے کہ اللہ کیا کہتا ہے۔سورہ الزمر ۳۹،آیۃ ۵۵۔

واتّبعوا احسن ماانزل الیکم من ربکم من قبل ان یاتیکم العذاب..........وانتم لایشعرون.

اور اس سے پہلے کہ تم پر ناگہاں عذاب آجائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو اس لیے نہایت اچھی (کتاب) کی جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی پیروی کرو۔

اللہ بزرگوں اور والدین کی پیروی کا کس حد تک حکم دیتا ہے اس کو بھی دیکھو۔سورہ لقمان ۳۱ آیت ۱۳ تا ۱۵۔یاد کرو جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے تھے۔تو انہوں نے کہا بیٹا خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے اس کی ماں نے مصیبت پر مصیبت اٹھا کر اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اور اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے (اس لئے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا میری ہی طرف تمہیں لوٹنا ہے لیکن اگر تجھ پر وہ دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔دنیا میں ان کے

ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ مگر پیروی اس شخص کے راستہ کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہو۔

ان آیات میں اللہ نے ماں باپ کی خدمت کو کہا ہے اور ساتھ میں یہ بھی کہا ہے کہ ان کا شکر بجالا مگر یہ بھی تاکید کر دی کہ اگر وہ شرک کی دعوت دیں تو ان کی بات نہ مان (یعنی ان کے کہنے سے گناہ نہ کر) اسی طرح پیروی کے بارے میں بتلایا کہ پیروی اس کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا یعنی اس قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لی اور اسی کے مطابق عمل کئے اور اگر قرآن کے مطابق عمل نہ کئے تو ان کی پیروی مت کر۔ میرا مطلب بھی یہ ہی ہے اگر ان بزرگوں کی بات قرآن کے مطابق ہو تو ماننی چاہئے۔ اور اگر قرآن کے خلاف ہو تو مسترد کر دینی چاہئے۔

ستارے ڈوبتے جاتے ہیں یوں تقدیر مسلم کے
کہ تہہ کر کے انہوں نے بھی کتاب آسماں رکھ دی
جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دین
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضا ہے پیران حرم کی آستین!
عصر حاضر کے تقاضوں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں

ان ہی حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ کتاب لکھنا یا دین کے کسی مسئلہ میں زبان کھولنا علماء حضرات کا ہی کام ہے۔ مجھے بھی ان کی بات سے اتفاق ہے کہ دین کے معاملے میں علماء حضرات کو ہی کچھ لکھنا یا کہنا چاہئے۔ مگر سوال تو یہ اٹھتا ہے کہ جب علماء حضرات پر ایک اندھی تقلید کا بھوت سوار ہو اور قوم کو بھی اس کی تقلید کا پابند بنا دیں جس کا انکار قرآن کر رہا ہو تو کیا ہو۔

ویسے اس زمانہ میں بھی علماء حضرات دین کی خدمت کر رہے ہیں وہ کیسے اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کتاب شیعہ عالم نے لکھی اور اس نے وہ حدیثیں لیں جن کو وہ صحیح مانتا ہے۔ کیونکہ اس کا دعویٰ بھی یہ ہی ہے کہ یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس قول کے مطابق وہ سنی فرقہ کو باطل قرار دیتا ہے اور یہ کتابیں خوب بکتی ہیں ان کے پیرو ان کو بڑی عزت کے ساتھ ان کو پڑھتے ہیں اور اپنے عالموں کو خوب داد دیتے ہیں۔ داد کے ساتھ ان کو کتاب کی قیمت کی شکل میں کافی نفع ہوتا ہے۔ ادھر جب یہ کتاب سنی عالم کی نظر سے گزرتی ہے تو وہ اس کا جواب لکھتا ہے اور اس کی پہلے سے بڑی شہرت

ہوتی ہے کہ شیعہ بم کے جواب میں اس سے بڑا بم بنا رہے ہیں اور وہ بم ایسا ہوگا کہ دشمن کے ہر ہتھیار کو فضا میں ہی ختم کر دے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دشمن کے ہتھیار کا ملبہ ان پر ہی گر پڑے اور بالکل نیست و نابود ہو جائیں اور وہ بم کیا ہوگا وہ یہ کہ سنی عالم بھی ان حدیثوں کو لکھے گا جن کو سنی صحیح مانتے ہیں۔ان سے وہ شیعہ کی کاٹ کرے گا اور ان کی حدیثوں کا بھی انکار کرے گا کہ یہ احادیث غلط ہیں۔ اس کتاب کو بھی سنی حضرات بڑی عزت کے ساتھ پڑھیں گے اور یقین کرلیں گے کہ اب شیعہ حضرات کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں وہ ہتھیار ڈال کر ہاتھ اوپر اٹھا کر اپنے کو ہمارے حوالہ کر دیں گے اور یقین کر لیتے ہیں کہ شیعہ کافر ہو گئے۔مگر بات ختم نہیں ہوتی کیونکہ دونوں کے پاس ابھی بہت ذخیرہ جمع ہے یعنی احادیث کا ذخیرہ۔اس جوابی بم کے جواب میں شیعہ اس سے طاقتور بم تیار کرتے ہیں اور پھر وہی ذخیرہ استعمال کرتے ہیں۔اور قرآن کو اپنی مرضی سے تاویل کر کے شان نزول کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔اس طرح یہ سلسلہ چل رہا ہے اور چلتا رہے گا۔دونوں اپنے کو ٹھیک مانتے ہیں دوسرے کو گمراہ ایک دوسرے کی احادیث کو غلط۔

یہی نہیں کہ جنگ سنی اور شیعہ میں چل رہی ہے بلکہ شیعہ سے شیعہ بھی ٹکرا رہا ہے اور سنی سے سنی بھی لڑ رہے ہیں۔لڑ کر قتل بھی کر رہے ہیں اور قتل بھی ہو رہے ہیں اور شہید ہو کر جنت کے حقدار بن رہے ہیں۔

کیا قرآن کے مطابق اس عمل پر جنت مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔کیونکہ قرآن نے صاف الفاظ میں اعلان کر دیا کہ جو کوئی مسلمان مسلمان کو قصداً بلا خطا قتل کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا اور ہمیشہ وہاں رہے گا۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور قتل کرنا کفر۔مگر پہلے یہ غور کر لینا چاہئے کہ ہم کیا ہیں۔اس لڑائی میں سب کا دارومدار حدیث۔تفسیر اور شان نزول پر ہی ہے۔ہر فرقہ والا عالم قرآن شریف کو اپنے جواز میں ڈھال لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کا شان نزول اور تفسیر یہ ہے۔حضور صلی اللہ علیہ نے اس کو اس طرح فرمایا ہے۔دوسرا اس کو غلط کہتا ہے اور اپنی شانِ نزول اور تفسیر پیش کرتا ہے۔دیکھا یہ کتنا دلچسپ ڈرامہ ہے ہر ایک کہتا ہے کہ ہمارے پاس جو ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

آج تک ہمارے مذہب کے علماء یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ قرآن کا شان نزول کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیا تفسیر بیان فرمائی ہے۔بس قرآن کو ایک کھلونا بنا رکھا ہے کہ جس کا جو

دل چاہے اس کو بنالیتا ہے اور اس طرح سے اللہ کی کتاب سے کھیل ہو رہا ہے اور کلام الٰہی کی مذاق بنائی جارہی ہے۔ اللہ رحم کرے۔

ادھر ان کتابوں کو پڑھنے والے ایسے ہیں کہ انہوں نے یہ تکلیف کبھی گوارہ نہ کی کہ ان عالموں نے جو احادیث اپنی کتابوں میں لکھی ہیں وہ قرآن سے ملتی ہیں یا نہیں، یا جو قرآنی آیتوں کا ترجمہ انہوں نے کیا وہ صحیح ہے یا جس شانِ نزول اور تفسیر پر عمارت بنی وہ ٹھیک بھی ہے مگر یہ نوبت بھی نہیں آتی مقلدین بھی اندھی تقلید کرتے چلے جاتے ہیں۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا

کہاں سے آئے صدا الا الہ الا اللہ!

اس طرح آج دین کی خدمت ہو رہی ہے جس پر ہر مذہب والے کو بڑا ناز ہے اور اکڑ کر کہتا ہے کہ امت محمد کو اللہ نے جو کام سپرد کیا ہے اس کا حق ہم نے ادا کردیا۔ یعنی نیکیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا۔

میں ہر عقلمند اور اسلام کے ہمدرد اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے غور کرے کیا یہی دین کی خدمت ہے یا مذاق۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس کھیل میں سب کو شامل کرنا چاہتے ہیں۔ کیا اس طرزِ عمل کو دیکھ کر ہمارے غیر مسلم بھائی ہم سے محبت کرسکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اس برے برتاؤ سے تو ہم کو اپنے سے دور کریں گے کہ یہ مسلمان بہت برے ہیں ان کا پڑوس اچھا نہیں، یہ لڑتے ہیں۔

ان طریقوں کو دیکھ کر اگر کوئی صحیح بات کہتا ہے کہ بھائی دین کی خدمت یہ نہیں ہے، بلکہ اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ ہر بنی نوع انسان چاہے اس کا دین کچھ بھی ہو مسلمان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اس کی مدد کرے۔ اس سے محبت کرے۔ اس کو تکلیف نہ دے۔ اور اپنے کردار سے اس کا دل جیت لے۔ دنیا میں کہیں بھی کسی پر ظلم ہو رہا ہو اس کی مدد کرے۔ ہر ایک کا دکھ دور کرے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے جو کچھ اللہ نے اس کو مال وطاقت وعلم دیا ہے اس سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے چاہے وہ کسی بھی ملک وملت سے تعلق رکھتا ہو۔ مسلمان کو اپنے دماغ میں یہ بھی نہ رکھنا چاہئے کہ میں صرف مسلمان ہی کی مدد کروں گا نہیں بلکہ ہر انسان کی مدد کرنا ضروری ہے اور سارے عالم میں امن قائم رکھنا اس کا فرض ہے۔ چونکہ دنیا میں بہت انسان فساد برپا کردیتے ہیں، دنیا میں امن قائم کرنے اور ہر مظلوم کی مدد کرنے کے لئے طاقت کی ضرورت ہے۔ بغیر طاقت کے

ظالم کوظلم سے روکنا ممکن نہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ طاقت صرف مسلمان ہی حاصل کرے۔ بلکہ ہر قوم کو طاقت حاصل کرنی چاہئے اور اس طاقت سے دنیا میں امن رہے گا۔

اگر کسی نے اس طاقت سے دنیا کی کمزور قوموں کو غلام بنا کر ان پر ظلم کیا تو وہ گنہ گار ہے اور اللہ اس کو اس گناہ پر ضرور سزا دے گا۔ اس لئے ہر عقلمند قوم طاقت حاصل کرے اور دنیا میں امن قائم کرے۔ مگر یہ فرض مسلمان پر زیادہ ہے کیونکہ وہ یہ کام اللہ کی حدود میں رہتے ہوئے کرے گا۔ اور اگر وہ بھی اللہ کی حدود کو توڑے گا تو اللہ اس کو بھی ذلیل کرتا ہے۔ آج مغربی قوموں نے طاقت حاصل کر رکھی ہے وہ اس طاقت کے نشے میں ہر ملک کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں اور اس کو پورا کرنے کے لئے اپنا جال چاروں طرف پھیلا رہا ہے جیسا انھوں نے پہلے پھیلایا تھا۔ یعنی تیسری دنیا کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں میری تیسری دنیا سے درخواست ہے چاہے اس کا مذہب کچھ بھی ہو وہ اتنے طاقت ور ہو جائیں جو ان طاقت ور حکومتوں کا منھ توڑ جواب دیں اور ہر مظلوم کی مدد کر سکیں مگر اللہ کی حدود میں رہتے ہوئے کیونکہ اللہ ہر ظالم کو ذلیل کرتا ہے یہ کام مسلمان کے ہیں۔ دین کے ساتھ ساتھ مگر ایسا کرنے والے اور کہنے والے کو منع کیا جاتا ہے کہ تم کیا جانو یہ تمہارا کام نہیں ہے بلکہ اس کو ہم ہی اچھی طرح انجام دے رہے ہیں۔ بس تم ہماری کتابوں کو پڑھے جاؤ اور اگر کہیں مناظرے کی نوبت آئے تو ہمارے ساتھ چلنا۔ وہاں پر ہمارے چاہنے والوں نے سب انتظام کر رکھا ہے۔ خوب مزیدار کھانے ہیں۔ بس آپ وہاں پر ہماری ہر بات پر خوش ہو کر نعرے لگانا اور مخالف کی بات پر شور مچانا اور اگر لڑائی کی نوبت آئے تو کافروں کو مارنا اس کام پر اللہ تم کو جنت دے گا۔ کیونکہ کافروں سے جنگ کرنا جہاد ہے۔

دیکھئے کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی نظر میں کافر ہے اور اس کے علاوہ ہر ملت والا دوسری ملت کے انسان کو برا کہتا ہے اور آپس میں لڑتا ہے۔ ارے خدا کے بندے یہ تو سوچ کہ ہر انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہے اس کی مدد کرنا تیرے اوپر فرض ہے۔ کیونکہ اللہ کا یہی حکم ہے اور ہر انسان سے محبت کرو۔ اسی میں کامیابی ہے۔ بس اللہ اس انسان کو عقل دے۔

مثال: جیسے ایک آدمی دریا میں ڈوب رہا ہو اور وہ اپنی جان بچانے کی غرض سے آواز لگا رہا ہو۔ اس کی آواز سن کر تیراک حضرات صرف کنارے پر کھڑے ہو کر اس کو یہ مشورہ دیں کہ بھائی تم شور نہ مچاؤ۔ خاموش رہو اور اپنے ہاتھ پیر بھی نہ چلاؤ بلکہ اپنے کو دریا کی لہروں کے حوالے کر دو یہ ضرور تم کو کنارے پر لا کر ڈال دیں گی۔ اور اس مشورہ کو ڈوبنے والا وہ آدمی مان لے اور باہر کھڑے سب آدمی

بھی مان لیں تو وہ آدمی ضرور دریا میں غرق ہو جائے گا اور اس کے ڈوبنے کی ذمہ داری سب حاضرین پر عائد ہوگی۔ اللہ ان سب سے جواب طلب کرے گا کہ کیوں نہ اس میرے بندے کی مدد کی۔ اللہ کا یہ حکم ہے کہ ہر مصیبت زدہ انسان کی مدد کرنا اپنی طاقت کے مطابق ہر آدمی پر فرض ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں ہمیشہ ہر انسان کی چاہے وہ دوست تھا یا دشمن سب کی مدد کی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (عادت) تھی اور اس کی تقلید ہی سنت ہے۔ اس پر ہر مسلمان کو چلنا ضروری ہے۔

مگر اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر تو بہت کتابیں لکھی جا رہی ہیں اور انسان خوب پڑھ رہے ہیں۔ مگر کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کتنے مسلمان غریب بیوہ عورتوں کے گھر پر جا کر ان کے کام کر دیتے ہیں۔ کون ان کے سودے بازار سے لا کر دیتا ہو کون ان کے سامان اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا کر رکھتا ہو کون رات کو مسافروں کی چوکیداری کرتا ہو۔ کون غیر مسلموں کی حفاظت کرتا ہو کون دکھی انسانوں کے دکھ دور کرتا ہو۔ کون مظلوم کو ظالم سے بچاتا ہو۔ جو کرنے ضروری ہیں مگر یہ کچھ نہیں بس نفس کے مطابق دین کی دوسری خدمت ہو رہی ہے جو بربادی کی طرف جا رہی ہے۔

ڈوبتے آدمی کی فریاد کو سن تیراک آدمی تو دریا میں نہ کودیں اور کم جاننے والے کو اجازت دی نہیں جاتی تو کیا ہو۔ میرے خیال سے اس وقت کم تیرنے والے کو ہی بغیر کسی اجازت کے ان جاننے والوں کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس آدمی کی مدد کرنی چاہئے اور اللہ کے بھروسے پر دریا میں کود جانا چاہئے۔ انجام اللہ کے ہاتھ ہے۔ ہاں وہ آدمی اپنے فرض کو ضرور پورا کر دے گا۔ اور ہو سکتا ہے وہ آدمی اللہ کی مدد سے اس آدمی کو نکال کر باہر لے آئے۔

میں ہر آدمی سے اپیل کرتا ہوں کہ ایسے نازک دور میں اپنے صحیح علم کے مطابق کام کرے اور دوسرے کو ترغیب دے، ہو سکتا ہے کہ پھر یہ کام وہ حضرات اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ جن کا یہ کام ہے (یعنی علماء کرام) اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ مایوس ہو کر ہمت نہ ہاریں۔ مایوس ہونا کفر ہے۔ جیسے جنگ موتہ میں ہوا، اور اس ہونے پر اللہ نے کامیاب کیا۔

جنگ موتہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تبلیغی دعوتی خطوط سلاطین کے نام لکھے تھے ان میں ایک خط حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حاکم بصریٰ کے نام روانہ کیا تھا۔ حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ روانہ ہو کر ابھی بصریٰ تک نہ پہنچے تھے۔ سرحد شام کے قریب مقام موتہ میں پہنچنے ہی پائے تھے کہ وہاں کے حاکم شرجیل بن عمر غسانی جو قیصر روم کی طرف سے اس علاقہ کا صوبہ دار تھا۔ حارث کو گرفتار کرلیا اور یہ معلوم کر کے کہ یہ حاکم بصریٰ کے پاس آنحضرت کا خط لے جارہے ہیں ان کو شہید کردیا۔ حارث بن عمیر کے بلاوجہ قتل ہونے کی خبر جب مدینہ منورہ میں پہنچی تو مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوج اس سرکش غسانی سردار کی سرکوبی کے لیے روانہ کی۔ اگر اس فوج کی روانگی میں ذرا بھی تامل ہوتا تو شام کی طرف سے مدینہ پر حملہ ہونا یقینی تھا۔ آنحضرت صلعم نے حکم دیا تھا کہ مسلمان اپنے اپنے اسلحہ جنگ لے کر موضع حرق میں جمع ہوں۔ آپ نے اس لشکر کی سرداری زید رضی اللہ عنہ بن حارث کو عطا فرمائی۔ اور حکم دیا کہ اگر زید بن حارث شہید ہوجائیں تو جعفرؓ بن ابی طالب اس لشکر کے سردار ہوں گے اگر جعفر بھی شہید ہوجائیں تو عبداللہؓ بن رواحہ سردار لشکر ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہوجائیں تو پھر جس کو لشکری پسند کریں اپنا سردار بنالیں۔ اس ہدایت کے بعد لشکر روانہ ہوا اور جنگ شروع ہوگئی۔

جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا کیوں کہ یکے بعد دیگرے تینوں سردار شہید ہوگئے اور علم اسلام گر گیا۔ مسلمانوں میں آثار پریشانی ہویدا ہوئے۔ حضرت ثابتؓ بن اقرم نے جھٹ آگے بڑھ کر علم اٹھایا اور بلند آواز سے کہا مسلمانو! کسی ایک شخص کے امیر بنانے میں موافقت کرلو۔

لشکر اسلام کی طرف سے متفقہ آواز بلند ہوئی کہ ہم لوگ تمہاری امارت پر راضی ہیں۔ ثابت بن اقرم نے جواب دیا میں یہ کام نہ کرسکوں گا۔ تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرداری تسلیم کرلو۔ لشکر اسلام کی طرف سے فوراً آواز بلند ہوئی ہم کو خالد بن ولید کی سرداری منظور ہے۔

یہ سن کر خالد بن ولید نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور اللہ کی مدد سے اس خوبی سے لشکر کو لڑایا کہ

تھوڑا لشکر بڑے لشکر پر بھاری ہوگیا۔ اور رومیوں کو فرار ہونے پر مجبور ہونا پڑا۔

اس واقعہ میں ایک نام ثابت بن اقرم کا آیا ہے۔ انہوں نے جو کام کیا وہ بھی آپ نے پڑھ لیا۔ یعنی انہوں نے علم کو اٹھالیا۔ جب کہ اس وقت علم اٹھانا بڑی ہمت اور خطرے کا کام تھا کیونکہ رومی ہر علم والے انسان کو تاک تاک کر مار رہا تھا۔ مگر اتنے پر بھی وہ علم اٹھالیا گیا۔ ایسا ہی مشکل کام اس زمانہ میں دین کی صحیح دعوت دینے کا ہو رہا ہے۔ جو کوئی صحیح بات کہتا ہے سب اس کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں۔ آخر کار یا تو وہ مارا جاتا ہے یا خاموش ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔

ثابت بن اقرم نے علم اٹھا کر مسلمانوں کو ایک مشورہ دیا تھا کہ اے مسلمانوں کسی شخص کو اتفاق سے اپنا امیر بنالو۔ مسلمانوں نے خالد کو اپنا امیر بنالیا مگر میں اپنے کو ثابت بن اقرم سے مختلف سمجھتا ہوں۔ کیونکہ انہوں نے ایک مشورہ دیا تھا مگر میں مشورہ دینے کے قابل نہیں کہ تم کس کو اپنا امیر بنالو۔ میں نے تو صرف اس پریشانی کے عالم میں ایک بات کہنے کی ہمت کی ہے صرف اس لئے کہ علماء کرام اس اہم کام کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ اتفاق رائے سے اور دین اسلام کی کشتی کو کنارے پر لگادیں۔ رہا میرا سوال تو میں اس وقت مسلمانوں کی تلواروں کے نرغے میں ہوں۔ مگر اللہ بچا رہا ہے۔ بس میرا تو اتنا کام ہے کہ کسی طرح علماء کرام یہ کام اپنے ہاتھ میں لیں اور میرا کام ختم ہو جائے۔

علماء کرام تک اپنی بات اس کتاب کے ذریعہ پہنچا رہا ہوں۔ مانو یا نہ مانو یہ آپ کا کام ہے اور اس کے بعد میں آرام کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں یہ جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ مجبور ہو کر لکھ رہا ہوں۔ میرے اندر اتنا علم کہاں اس گستاخی کی معافی چاہتا ہوں کیونکہ ہر کام کو اس کا ماہر ہی کر سکتا ہے۔

مگر اس وقت ماہر حضرات ایک دوسرے راستے پر چل رہے ہیں جو اندھی تقلید اور مناظرہ بازی ہے۔ ہر آنے والا عالم پہلے عالم کی بات کو ہی پانی دے رہا ہے۔ شیخ سعدیؒ کے اس مصرعے کے تحت: خطائے بزرگاں گرفتن خطاست۔ یعنی بزرگ جو غلطی کر گئے ہیں ان کو غلطی مت کہو ان پر نکتہ چینی نہ کرو بلکہ اس کا دفاع کرو۔ بھلے ہی ایک غلطی کے دفاع میں ہزار غلطی کرنی پڑیں اور اس پر ہی عمل کرو۔ جب کہ اس مصرعے کا مطلب کچھ اور ہے۔

ایسی ہی نصیحت میرے کچھ کرم فرماؤں نے مجھے کی کہ تم دین میں اشکال پیدا نہ کرو۔ ان کا دفاع کرو۔ مگر میرا مطلب یہ ہے کہ دین میں جو اشکال پیدا ہو گئے ہیں ان کو ختم کر دو۔ بھلے ہی ان کے ختم کرنے میں کتنے ہی بزرگوں کی بات کا انکار ہو اور ہر زمانے میں ہر عالم نے دوسرے عالم کی بات کا انکار کیا ہے۔ جیسے امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں نے ان کے دو تہائی مسائل سے اختلاف کیا ہے مگر

اتنے پر بھی ان بزرگوں کی شان میں کوئی کمی نہیں آئی۔ بلکہ حقیقی دین کا علم ہوا۔ یہ انکار اس لیے اچھا ہے کہ دین حق میں کوئی شک نہیں بلکہ بالکل بے عیب صاف اور آسان ہے کیونکہ یہ مالک حقیقی کا دین ہے۔ کسی انسان کا بنایا ہوا مذہب نہیں۔ ہاں اس وقت ضرور ہمارے سامنے قانون انسان کے بنائے ہوئے ہیں جن میں شک پیدا ہوتا ہے ان کا دفع نہ ہونا چاہئے بلکہ ان کو ختم کر دینا چاہئے۔ اور شیخ سعدیؒ کے مصرعے کا مطلب بھی یہی ہے کہ اگر کسی بزرگ سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس کو پکڑ کر یا لے کر اس پر عمل کرنا خطا ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ چھوڑنے کے ساتھ ان پر نکتہ چینی بھی نہ کرو۔ بلکہ اصل چیز یعنی صحیح کو لے لو۔ اگر ایسا نہ کیا تو ان کے مقابلہ میں ہم زیادہ گناہ گار ثابت ہوں گے۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے بزرگ سے لغزش بھول میں ہوئی یا کسی نے ان کی طرف غلط منسوب کر دی ہو۔ اور ہم اس کو پکڑ کر عمل کرتے چلے جائیں تو ضرور ہم زیادہ گنہ گار ہوئے۔ یا ہو سکتا ہے کہ اس بزرگ سے وہ لغزش ایسے وقت پر ہوئی ہو کہ ان کا آخر وقت ہو اگر ان کو موقع ملتا تو وہ ضرور اس لغزش کو ٹھیک کر لیتے تو ان سب باتوں پر غور کرتے ہوئے اور ہر بات کو قرآن کے ذیل میں دیکھتے ہوئے ہم کو اپنے عمل قرآن کے مطابق درست کر لینے ضروری ہیں اس میں ہی خیر ہے۔

اس بات پر عمل کرتے ہوئے میں نے یہ بحث کی ہے۔ اس سے پہلی کتاب ''کیا حسین خواب ہے یہ مگر تعبیر'' جو ماہ رمضان ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی تھی۔ میں نے یہ بتلایا ہے کہ دین میں کیسے بگاڑ آیا اور اس بگاڑ سے کیا نتیجے برآمد ہوئے۔ اللہ اس بگاڑ کو پسند کرتا ہے یا ناپسند۔ اس بگاڑ کا کچھ علاج بھی مختصر بتلایا ہے جو ناچیز کی سمجھ میں قرآن وسنت کی روشنی میں آیا اگر یہ کہا جائے کہ پہلی کتاب اور یہ کتاب ایک سلسلہ ہی کے دو حصہ ہیں تو درست ہوگا۔ کیونکہ اس کتاب کو سمجھنے کے لیے پہلی کتاب کا پڑھنا ضروری ہے۔ اور پہلی کتاب کو سمجھنے کے لئے اس کتاب کا پڑھنا ضروری ہے۔ کتاب ہٰذا جس کا نام ''قانون الٰہی یا انسانی'' ہے، میں یہ بتلایا جائے گا کہ کون قانون قرآن کے خلاف ہے۔ مختصر طریقہ سے تفصیل سے نہیں اور قرآن کا ترجمہ بھی صحیح ہمارے سامنے ہے یا نہیں۔ جن قرآنی آیتوں کے حوالے دئے جائیں گے ان میں کچھ کا صرف ترجمہ ہی لکھا جائے گا اور کچھ عربی متن کے ساتھ۔ آپ خود غور کریں کہ ان آیتوں کا مطلب کیا ہونا چاہئے۔

ہر بات کو سچ ثابت کرنے کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ الاّ خدا جنت، دوزخ، قیامت وغیرہ ان کو بغیر دلیل کے ماننا پڑے گا۔ ہر ایک کے پاس اپنی دلیل ہوتی ہے۔ مگر میرے پاس اپنی بات صحیح ثابت کرنے کی دلیل صرف کلام الٰہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ بزرگوں

کے قول نہیں۔ ہاں بزرگوں کے قول لکھوں گا ضرور۔ مگر دلیل قرآنی ہی ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو آدمی قرآنی آیتوں کے مطلب غلط اخذ کر سکتا ہے۔ وہ قانون بھی غلط بنا سکتا ہے۔ یہ مانا جا سکتا ہے کہ ان بزرگوں نے یہ غلطی جان بوجھ کر نہ کی ہو بلکہ اپنے بزرگوں نے جو بات لکھی ہے اس کو پانی دینا ہو اور ان کو یہ خوف ہو کہ کہیں ان کی بات کا انکار کرنے سے ہمارے استاد جھوٹے ہو جائیں۔ مگر ہر آدمی کو یہ غور کرنا چاہیے کہ میں کیوں اپنے استاد کو خدا بنا لوں۔ صرف انسان ہی رہنا چاہئے۔ غلطی نبی کو چھوڑ کر ہر انسان سے ہو سکتی ہے اور غلطی کو پرکھنے کے لئے ہمارے پاس قرآن موجود ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ نے عمل کیا اور ہمارے لئے بھی اس پر عمل کرنے کا حکم ہے۔ قیاس کی پیروی کو منع کیا ہے۔ شک والی چیز کو بھی اللہ نے منع کیا ہے اور جو قرآن کو چھوڑ کر دوسری بات کی پیروی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جانور بتلاتا ہے۔

سورہ بقرہ آیت ۱۷۰، ۱۷۱۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو احکام نازل کیے ہیں ان کی پیروی کرو۔ تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقہ کی پیروی کریں گے۔ جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ اچھا اگر ان کے باپ دادا نے عقل سے کچھ بھی کام نہ لیا ہو اور راہ راست نہ پائی ہو تو کیا یہ پھر بھی ان کی پیروی کیے چلے جائیں گے۔

یہ لوگ جنھوں نے خدا کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنے سے انکار کیا ہے ان کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے چرواہا جانوروں کو پکارتا ہے اور وہ ہانک پکار کی صدا کے علاوہ کچھ نہیں سنتے۔ یہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں۔ اس لئے کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اللہ نے بزرگوں کی غلط پیروی کو منع کیا ہے مگر سارے کاموں میں ہم صرف بزرگوں کی پیروی کرتے چلے جاتے ہیں۔ قرآن اور حضورؐ سے ہمارا کوئی مطلب نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی ہم یہ کہہ کر گستاخی کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اس بارے میں یہ فرمایا ہے جبکہ قرآن میں کچھ اور ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی ہی پیروی کی ہے اپنے نفس کی نہیں۔ اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو ہر اس شخص پر جو قرآن اور حضورؐ کے خلاف کوئی بات کہتا ہے۔ بھلے ہی اس کو ساری دنیا یہ کہہ کر مان لے کہ بھائی اس کو حضورؐ نے ہی فرمایا ہے۔ مگر میں اس کو قبول نہیں کرنے کا ان کے کہنے کو حضورؐ کی شان میں گستاخی تصور کروں گا اور اس الزام لگانے والے کو قرآن کے مطابق اسّی کوڑے مارنے کی سفارش کروں گا۔

میں نے پہلی کتاب لکھنے سے پہلے اپنی پریشانی کی اصلاح کے لئے قریب قریب ہر بڑے ادارے سے رجوع کیا مگر مجھے کسی بھی عالم نے تسلی بخش جواب نہ دیا۔ بہت نے تو میرے سوالوں کا

جواب ہی نہ دیا میرا ۵۰۱ پیسے کا لفافہ بھی حلالہ کرلیا۔اور جنہوں نے کچھ جواب دیا تو وہ بھی قابل قبول نہیں۔اور نہ ہی یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ یہ جواب ایک عالم کا ہوسکتا ہے۔

غور کیجئے ایک عالم کا جواب تمہارے سوالوں کا جواب تحریری دینا ممکن نہیں۔کسی عالم سے زبانی بات کرلو۔کسی نے لکھا کہ ہم مقلد ہیں۔مقلد براہِ راست قرآن وحدیث سے مسائل مستنبط کرنے کا اہل نہیں۔ان جوابوں کو سن کر میرے ذہن پر ایک بہت بڑا دھکا لگا اور مجبور ہوکر میں نے یہ قدم اٹھایا ہے۔صرف اللہ کی رضاء کے لئے جن سے کچھ لوگ ناراض بھی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اہل قرآن ہوگیا ہے حدیث کو نہیں مانتا جب کہ میں صحیح حدیث کا انکار نہیں کرتا جیسے ہر عالم کا عمل ہے۔ہر مسلک والا دوسرے مسلک والے کی حدیث کا انکار کرتا ہے۔ہاں میرا عقیدہ یہ ہے جو حدیث قرآن وسنّت کے خلاف ہے اس کو غلط کہتا ہوں۔یہ نہیں جو میرے مطلب کی حدیثیں ہیں اس کو صحیح مانوں اور دوسرے کی مطلب کی ہوں ان کو غلط اور ضد میں آکر غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط جیسے مناظرین کرتے ہیں۔

مجھے کسی مسلک سے مطلب نہیں بلکہ قرآن وسنت سے مطلب ہے جو حدیث قرآن کے خلاف ہے اس کو مان لینے کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کا انکار کیا۔اب آپ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ غلط حدیثوں کا انکار کرنے والا برا ہے یا قرآن کا انکار کرنے والا برا ہے۔

اگر ایمانداری کے ساتھ تھوڑا بھی غور کریں تو ضرور عقل میں آجائے گا کہ غلط حدیثوں کے مان لینے سے سراسر قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہورہا ہے اور اس وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہے۔ایسا نہیں بلکہ ہم اللہ سے ناراض ہیں۔

اسلام کے اندر اتنے فرقے کیوں بنے۔اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ایک مجتہد نے کسی مسئلہ میں کوئی دلیل مان کر اجتہاد کیا اس نے ایک چیز کو حلال بتایا۔دوسرے نے دوسری حدیث کو دلیل مان کر پہلی چیز کو حرام بتلایا۔

اللہ کے نزدیک صرف ایک حلال ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی بھی حلال نہ ہو کیونکہ اللہ نے پیغمبروں کے علاوہ کسی پر وحی نازل نہیں کی اور وحی کا سلسلہ ختم ہوگیا محمدؐ پر۔کیونکہ محمدؐ آخری نبی ہیں ان کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ ہی وحی آئے گی۔تو یہ کیسے مان لیا جائے کہ فلاں مجتہد کا اجتہاد ہی حلال ہے چونکہ بقول ائمہ حضرات کے جو آگے لکھا جائے گا ہر بات مشکوک ہے اور مشکوک بات سے اختلاف پیدا ہوتا ہے۔

ادھر اجتہاد کی رسّا کشی چلی ادھر کوئی اللہ کا نیک بندہ یہ کہنے لگا کہ بھائی بات یہ نہیں ہے۔

بلکہ یہ ہے جواللہ کی کتاب روشن میں درج ہے اور صاف ہے مگر اس کی بات کوئی نہیں سنتا اور غلط بات کو مانتے چلے جاتے ہیں کیونکہ غلط بات آسان اور نفس کے مطابق ہوتی ہے جس کا ثبوت آگے دیا جائے گا اس طرح ہر آدمی اپنے ساتھ ایک جم غفیر جمع کرتا ہے اس کی دیکھا دیکھی دوسرے کو بھی ہوس ہوتی ہے کہ کیوں نہ میں بھی کچھ ترمیم کر کے اور اپنے اقتدار کے ساتھ انسانوں کا خدا بن جاؤں۔ آدمی ضرور میری پیروی کریں گے۔ کیونکہ قرآن کی بات سراسر نفس کے خلاف جاتی ہے اور انسانوں کی بات نفس کے مطابق ہوتی ہے یہ ہے اختلاف اور مسلک بننے کی اصل وجہ جس نے آج اسلام کی اصل شکل ہی بدل کر رکھ دی۔ دین اسلام اجتہادی مذہب میں تبدیل ہو گیا۔ اور مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے ہوئے اپنے اللہ سے ناراض ہوتا چلا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے آج مسلمان ہر موڑ پر ہر میدان میں پریشان ہے ہر جگہ سے دھکّے دیئے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ خدا کے یہاں بھی اس کی آواز نہیں سنی جارہی۔ یہ چیخ چیخ کر فرداً فرداً اور اجتماعی طور پر بھی دعا کرتا ہے مگر کوئی اثر نہیں ہے۔

اتنے پر بھی یہ اکڑ رہا ہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے ہم جس کو چاہیں ایک پھونک سے مٹا سکتے ہیں۔ فلاں بزرگ کا ایک اشارہ ہی دنیا کو نیست نابود کر دے گا مگر یہ سب کچھ ہم نہیں دیکھ رہے کہاں وہ دعا کا اثر گیا۔ کہاں بزرگ کی پھونک گئی۔ یہ سب دھوکا ہے کام صحیح رزق کھانے اور صحیح عمل کرنے سے بنتا ہے۔ جو قرآن وسنت کے مطابق ہوں۔

ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم کو اپنے عمل اور حالات پر غور کرتے ہوئے واپس جانا ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور صحابہ کرام کے زمانہ پر کہ اللہ نے اپنی مدد کے دروازے کس طرح کھول رکھے تھے اور وہ ہر ہر قدم پر کامیاب تھے۔ بھلے ہی ان کی تعداد کم اور سامان کم تھا مگر ان کا ایمان مکمل اور عمل قرآن پر تھا۔ مثال جنگ بدر کی دیکھو یا اور کسی جنگ کی۔ اللہ نے تھوڑی تعداد اور سامان کے ساتھ مدد کی اور ساتھ میں یہ بھی فرما دیا کہ اے محمدؐ ان کافروں کو آپ نے نہیں مارا ہے بلکہ میں نے مارا ہے یہ ہے ایمان والوں کے ساتھ اللہ کی مدد۔ اگر کوئی تنہا مسلمان بھی کسی غیر ملک میں چلا گیا ہے تو اس کے عمل کی وجہ سے اس کو عزت ملی ہے مگر آج نہیں۔

سورہ آل عمران آیت ۱۲۲ تا ۱۲۷۔ جب تم میں سے دو جماعتوں نے دل میں خیال کیا کہ ہمت ہار دیں۔ حالانکہ اللہ ان کی مدد پر موجود تھا اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ آخر اس سے پہلے جنگ بدر میں اللہ تمہاری مدد کر چکا ہے حالانکہ اس وقت تم بہت کمزور تھے۔ لہٰذا تم کو چاہیے کہ اللہ کی ناشکری سے بچو۔ امید ہے کہ اب تم شکر گذار بنو گے۔ اے نبی یاد کرو جب تم مومنوں سے کہہ

رہے تھے کیا تمہارے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ اللہ تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کرے؟ بیشک اگر تم صبر کرو اور خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو تو جس آن تمہارے اوپر دشمن چڑھ کر آئیں گے اسی آن تمہارا رب پانچ ہزار صاحب نشان فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ یہ بات اللہ نے تمہیں اس لئے بتلا دی ہے۔ کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔ فتح و نصرت جو کچھ بھی ہے اللہ کی طرف سے ہے جو بڑی قوت والا اور دانا و بینا ہے تا کہ کفر کی راہ چلنے والوں کا ایک بازو کاٹ دے یا ان کو ایسی ذلیل شکست دے کہ وہ نامرادی کے ساتھ پسپا ہو جائیں۔

یہ ہے اللہ کی مدد۔ مگر آج ہم ہیں کہ ہماری مدد نہیں اس لئے کہ ہمارا عمل قرآن پر نہیں۔ جس کا میں تذکرہ کرنے جا رہا ہوں۔ اللہ سے دعا ہے کہ میرے قلم اور زبان سے کوئی غلط بات نہ لکھی اور نہ بولی جائے اور اللہ ہمیں قرآن وسنت پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

ایک اپیل میری ہر طبقے سے ہے کہ اگر میری یہ محنت قرآن وسنت کے خلاف ہو تو مجھے ٹھوس دلائل سے جسے عقل بھی تسلیم کرے راہ راست پر لادیں ورنہ قرآن وسنت پر عمل پیرا ہو جائیں اور پوری امت محمدؐ کو بھی قرآن وسنت پر عمل پیرا کرا دیں۔

میں نے جو لکھا ہے یا لکھنے جا رہا ہوں۔ اس کا انجام اس دور کے مطابق میرے لیے خراب ہوسکتا ہے کیونکہ ہر فرقے کے خلاف ہے اس وجہ سے کوئی جوشیلا عالم اپنے چاہنے والے سے یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ یہ آدمی کافر ہو گیا اس کا مارنا خدا کی مرضی ہے اس بات کو سن کر وہ اللہ کا شیر (ہاں حقیقت میں وہ اللہ کا شیر بن سکتا ہے اگر دین اسلام پر ہو جو حقیقت ہے اس پر عمل کرے) میرے ساتھ یہ برتاؤ کر سکتا ہے اور بہت سے آدمی مل کر بھی میرے اوپر حملہ کر سکتے ہیں۔ یہ سب باتیں میرے ذہن میں ہیں مگر اتنے پر بھی لکھ رہا ہوں۔ صرف اس امید پر کہ میں کوئی بات اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کے خلاف نہیں لکھ رہا اس پر اللہ میری مدد ضرور کرے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب لوگ مجھے پریشان کریں گے تو کوئی اللہ کا بندہ ضرور ایسا ہوگا جو ان سے یہ کہے گا کہ خدا کے بندو مجھے بتلا دو کہ اس کی خطا کیا ہے اس نے تو قرآن وسنت کے مطابق بات صحیح لکھی ہے اس پر عمل کرو۔

اس بات کو سننے پر ہوسکتا ہے کہ بات ان آدمیوں کی عقل میں آجائے جیسے لوگوں نے میری پہلی کتاب پڑھ کر اپنے خیالات ظاہر کیے کہ تم نے بہت ٹھیک لکھا ہے اور عالم اسلام کو اس بات پر آجانا چاہیے۔ کچھ نے کہا کہ کاش یہ قلم کسی عالم کی طرف سے بہت پہلے اٹھتا۔ کسی نے کہا کہ تم نے رونا

تو ٹھیک رویا ہے مگر اب کیا ہو۔ کسی نے کہا کہ تم نے بات تو صحیح لکھی مگر پوری نہیں لکھی اس کتاب میں کمی رہ گئی، اس کو پورا کرو۔

ان کے کہنے پر میں یہ دوسری کتاب لکھ رہا ہوں اور انہوں نے میری ہر طرح سے مدد کرنے کو کہا ہے۔ یہ سب باتیں اللہ کی طرف سے ایک مدد تصور کر رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اللہ مجھے ضرور کامیاب کرے گا یہ ہو سکتا ہے کہ دیر ہو۔

ہاں اس مدد اور نصرت کے علاوہ کچھ آدمی مخالفت بھی کر رہے ہیں کچھ نے کہا یہ کلام تمہارا نہیں ہو سکتا کسی اور سے لکھوا کر یا چرا کر اپنے نام سے چھپوا دیا اور ساتھ میں یہ بھی کہا کہ تم کسی کے ہاتھ بک گئے ہو۔ تم کو پیسہ کہاں سے ملتا ہے؟

قصہ کوتاہ یہ الزام پہلے سے ہی لگتے رہے ہیں اور آج بھی ہر فرقہ دوسرے فرقہ پر الزام لگا رہا ہے۔ بہر حال یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جس کے جو دل میں آتا ہے کہتا ہے۔ مگر اللہ حق کی مدد کرتا ہے شور مچانے والے شور مچاتے رہیں۔ اور راہ گیر اپنی منزل پر آگے بڑھ جاتا ہے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاکِ کاشغر

احقر

سکندر احمد کمال

چاندپور سیاؤ (بجنور)

خط و کتابت کا پتہ: مقیم حال: لنگڑ پٹواری، بر ولی روڈ، علی گڑھ

M.: 9319593020, 8868889730

تمہید

نحمدہٗ و نصلے علےٰ رسولہٖ الکریم!

امابعد! پاک ہے وہ ذات جس نے پوری کائنات کو پیدا کیا۔اس کائنات میں ہر طرح کی مخلوق بنائی ان میں جن اور انسان کو عقل سلیم عطا کی ۔باقی کو اس عقل کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ سب انسان کی خدمت کے لئے پیدا کی ہیں اور نہ ہی ان سے کوئی حساب کتاب ہوگا۔حساب کتاب صرف جن اور انسان سے ہی ہوگا۔ہاں ایک نوری مخلوق فرشتے بھی ہیں ۔مگر میرا مقصد یہاں صرف انسان سے ہے، کیوں ۔اللہ نے انسان کو کچھ ایسی صلاحیت بخشی ہیں جو دوسروں میں نہیں اور سب سے بڑی خوبی انسان کو علم کی دی۔اگر انسان اس علم اور عقل سلیم سے کام لیتا ہے تو یہ مسجود ملائک بھی بن جاتا ہے۔جس کی شہادت خود قرآن کریم دے رہا ہے کہ اللہ نے علم کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں اور جنوں سے سجدہ کرایا۔اللہ نے انسان کا یہ رتبہ قائم رکھنے کے لئے ہی علم دیا ہے اور یہ منصب قائم اس وقت رہتا ہے جب یہ اللہ کا فرمانبر دار رہے اور علم وعقل سے کام لے۔انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ نے اس کی ضرورت کا ہر سامان پیدا کیا اس لئے کہ یہ انسان مسجود ملائک پریشان نہ ہو۔اس کو اچھے اور برے راستے بھی بتلا دیئے۔یہ بھی بتلا دیا کہ تم کو عقل سلیم عطا کی ہے تم اس سے کام لے کر زندگی گذارو ۔اگر تم اچھے کام کرو گے تو دنیا اور آخرت دونوں جگہ کامیاب ہو گے۔اور اگر برے کام کرو گے تو دونوں جگہ نا کام رہو گے اللہ نے یہ نصیحت ہر انسان کو براہ راست نہیں دیں بلکہ اپنے معصوم نبیوں کے ذریعہ دیں اگر ہر انسان کو اللہ بتلاتا تو پتہ نہیں انسان کیا سے کیا بنا کر کتنے الگ الگ راستوں پر گامزن ہو جاتا اور یہ ممکن ہی تھا اور نہ ہر آدمی اس کا کفیل ہے کہ الگ الگ انسان کو اللہ ہدایت دیتا اللہ انسان کو ایک راستہ پر چلانا چاہتا ہے۔اس لئے اللہ نے ہر زمانہ میں اپنے کسی خاص بندے کو چنا اور اس کو اپنی شریعت دی اور اس نے انسان کو بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ کیونکہ یہ انسان شیطان کے چکر میں آ کر راہ بھٹک جاتا ہے۔

جس وقت جیسی ضرورت ہوئی ضرورت کے مطابق اللہ نے نبی کو اپنا قانون بتلایا اور اس

نبی نے وہ قانون عام انسانوں تک پہنچایا یہ بھی ہوسکتا تھا کہ اللہ ایک ساتھ ہی ایک بندے کے ذریعے اپنی ساری نصیحت جو بھی انسان کے لئے ضروری تھی بتلا دیتا مگر ایسا نہ ہوا۔ اور وقت وقت پر ہر ہر جگہ جہاں بھی آبادی تھی سب جگہ اپنے نبی بھیجے۔ مگر انسان بڑا شری ہے۔ اس انسان نے اللہ کے ان معصوم و نیک بندوں کے ساتھ بڑا ظالمانہ سلوک کیا پریشان کیا بہت جھگڑا بھی کیا اور ان کی بات ماننے سے انکار کیا۔ بہت سے انسانوں نے ان کے پیغام کو مان بھی لیا اور کامیاب ہو گئے۔

نبی کے انتقال کے بعد پھر انسان بھٹک گیا کیوں۔ اس لیے کہ شیطان نے اللہ سے ایک وعدہ لے لیا ہے کہ اللہ مجھے قیامت تک مہلت دے اللہ نے مہلت دیدی۔ تب شیطان نے کہا میں تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ نے کہا جو تیرے راستے پر چلے گا اسے اور تجھے دوزخ میں ڈال دوں گا۔ یہاں سے یہ کش مکش شروع ہو گئی۔ اس کشمکش کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے یعنی اللہ سے بغاوت اور اختلاف اللہ وقت وقت پر انسان کو اپنے نبیوں کے ذریعہ خبردار کرتا رہا۔ اللہ کے اس طرح ہر علاقہ میں ضرورت کے مطابق اپنے نبی بھیجنے کی کچھ وجہ ہیں جن کو عقلمند انسان قبول بھی کرتا ہے ویسے سب باتیں اللہ تعالٰی جانتا ہے۔

اللہ کا یہ نظام بہت درست ہے اس میں کوئی کمی نہیں اگر اللہ ایسا نہ کرتا اور ایک ساتھ ہی ایک نبی کے ذریعہ پوری نصیحت دیتا تو انسان شکایت کرتا کہ اللہ میرے ذہن میں اتنی طاقت نہیں کہ سب کو میں قبول کرلوں اور یہ بھی شکایت کرتا کہ میرے اوپر ایک دم سے اتنا وزن ڈالدیا جیسا کہ اس مثال سے ظاہر ہے۔ یعنی جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو کسی بات کی تمیز نہیں ہوتی۔ اگر اس کے پاس آنگارہ رکھو تو اس کو اٹھا کر منھ میں رکھ لے گا۔ یا سانپ آجائے تو اس کو پکڑ لے گا مگر جب وہ کچھ بڑا ہوتا ہے تو ان چیزوں میں تمیز کرنے لگتا ہے اور کچھ اچھا برا جاننے لگتا ہے۔ پھر جب کچھ اور بڑا ہوتا ہے تو اس کو پڑھنے کے لئے ا۔ب۔ت سکھائی جاتی ہے۔ اس کے بعد آگے والے جملہ پھر اور اونچے۔ اسی طرح بتدریج وہ علم کے میدان میں اونچے درجہ تک ترقی کرتا ہے۔

اس بچہ کو اگر شروع میں ہی سب سے اونچی تعلیم دی جاتی تو کچھ بھی نہ پڑھ سکتا تھا۔ اسی طرح اس بچہ کو ا.ب.ت. پڑھانے والا استاد بھی کم قابلیت یا کم علم والا ہوتا ہے۔ اور جیسے جیسے بچہ ترقی کرجاتا ہے استاد بھی اسی قابلیت کا آتا ہے اور پھر سب سے اوپر کی تعلیم کے لئے سب سے اونچا استاد ہوتا ہے۔ اور وہاں پر تعلیم ختم ہو جاتی ہے۔ اس استاد کو چانسلر یا مہتمم بھی کہہ سکتے ہیں۔ چھوٹے استاد بڑی تعلیم کے لیے اس بچہ کا ذہن بنا دیتے ہیں اور اس بنے ہوئے ذہن سے وہ بڑی تعلیم کو فوراً قبول

کرلیتا ہے۔استاد سب استاد ہیں وہ سب قابل احترام ہیں۔کیونکہ چھوٹا اپنی جگہ پر اہمیت رکھتا ہے اور بڑا اپنی جگہ پر۔اگر چھوٹا استاد اس بچہ کا ذہن نہ بناتا تو وہ بچہ بڑی تعلیم کیسے قبول کرتا اور بڑا استاد بیٹھا دیکھتا۔اس لئے سب استاد ہیں قابل احترام ہیں۔صرف مراتب کا فرق ہے اور کوئی بات نہیں۔ سب نبی برابر ہیں۔یہی مقصد اللہ کا تھا کہ اپنی شریعت جو دائمی ہے اس کے نفاذ کے لئے اور اس سے ہی انسان کامیاب ہوسکتا ہے۔اپنے نبیوں کے ذریعہ ضرورت کے مطابق ہر جگہ پہنچائی۔اور اپنی آخری شریعت سب سے آخری نبی کے لئے رکھی۔ان رسولوں سے انسانوں کے ذہن بنوائے۔اب کسی کو یہ کہنے کا موقعہ نہیں رہا کہ اللہ تو نے ایک دم سے اتنا وزن ڈال دیا جس کو نہ تو ہمارا دماغ ہی قبول کرنے کو تیار ہے اور نہ ہمارے کانوں نے کبھی سنا ہے۔

اب اگر انسان اللہ کی دائمی شریعت اور آخری نبی کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے۔اس کی سزا اس کو ضرور ملے گی۔دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اتنا سب کچھ کرنے کے بعد اللہ نے اپنا آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائمی شریعت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اپنے کلام قرآن مجید کے ذریعہ جو حضورؐ پر متواتر ۲۳ سال تک نازل ہوتا رہا ہے۔اعلان کرادیا کہ یہ تمہارا زندگی گذارنے کا قانون ہے اس پر عمل کرو۔اس کے خلاف نہ کرو۔اس میں جو بھی قانون ہیں وہ اٹل ہیں۔ان میں ترمیم نہیں ہوسکتی۔اگر دنیا کے تمام انسان مل کر بھی کوشش کریں حتیٰ کہ نبی بھی اگر چاہے کہ اس میں کچھ ترمیم کرادیں تو ناممکن ہے اور جو ترمیم کرے گا وہ میرا باغی ہے کیوں کہ میرا نبی بھی اس کلام کی پابندی کرتا ہے اپنے نفس کی نہیں۔جس کا شاہد قرآن ہے۔

سورہ النجم آیت ۳ ۴ اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں ان کا ارشاد نری وحی ہے۔

سورہ انعام آیت ۱۹ ان سے پوچھو کس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے کہو میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور یہ قرآن میری طرف بذریعہ وحی بھیجا گیا ہے تاکہ تمہیں اور جس کو یہ پہنچے سب کو متنبہ کردوں کیا واقعی تم لوگ شہادت دے سکتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے خدا بھی ہیں۔

سورہ انعام آیت ۵۰ اے نبی ان سے کہو میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے پھر ان سے پوچھو کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہوسکتے ہیں کیا تم غور نہیں کرتے۔

سورۂ انعام آیت ۱۱۵ تا ۱۱۶ پھر جب حال یہ ہے تو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا تلاش کروں حالانکہ اس نے پوری تفصیل کے ساتھ تمہاری طرف کتاب نازل کر دی اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی تھی وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب تمہارے رب ہی کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے لہٰذا تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو تمہارے رب کی بات سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے۔ کوئی اس کے کلام کو تبدیل کرنے والا نہیں ہے۔ اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

سورہ یونس آیت ۱۵ تا ۱۶ ''جب انہیں صاف صاف باتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے۔ کہتے ہیں کہ اس کے بجائے کوئی اور قرآن لاؤ۔ یا اس میں کچھ ترمیم کرو۔ اے نبی ان سے کہو میرا یہ کام نہیں کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی ترمیم کرلوں میں تو بس اس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بذریعہ وحی بھیجی جاتی ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ اور کہو اگر اللہ کی مشیت یہی ہوتی تو میں یہ قرآن تمہیں کبھی نہ سناتا اور اللہ تمہیں اس کی خبر تک نہ دیتا۔ آخر اس سے پہلے میں ایک عمر تمہارے درمیان گزار چکا ہوں۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔''

سورہ الحاقۃ آیت ۳۸ تا ۵۲۔ ''تو ہم ان چیزوں کو شہادت میں پیش کرتے ہیں جو تم کو نظر آتی ہیں اور ان کو جو نظر نہیں آتی ہیں۔ یہ ایک رسول کریم کا قول ہے کسی شاعر کا قول نہیں ہے تو لوگ کم ہی ایمان لاتے ہیں اور نہ کسی کاہن کا قول ہے تم لوگ کم ہی غور کرتے ہو۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اور اگر اس نبی نے خود گڑھ کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اس کو داہنے ہاتھ یعنی پوری قوت سے پکڑ لیتے اور رگ گردن کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی اس کام سے روکنے والا نہ ہوتا درحقیقت یہ پرہیز گار لوگوں کے لئے ایک نصیحت ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں کچھ لوگ جھٹلانے والے ہیں۔ ایسے کافروں کے لئے یہ یقیناً موجب حسرت ہے اور یہ بالکل یقینی حق ہے۔ پس اے نبی اپنے رب عظیم کی تسبیح کرو۔''

ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک صحابیؓ نے حضرت عائشہؓ سے یہ معلوم کیا کہ حضور کا عمل کیا تھا؟ تو حضرت عائشہؓ نے قرآن دکھلا دیا کہ حضورؐ کا پورا عمل اس پورے قرآن پر تھا۔

آیات بالا اور روایت کو غور سے پڑھنے کے بعد ہر انسان جو تھوڑا علم بھی رکھتا ہے اس نتیجے پر ضرور پہنچ جائے گا کہ اللہ کا قانون بدلا نہیں جاتا۔ نبی کو بھی اجازت نہیں دی جاتی کہ اللہ کا قانون

بدل دے ان کو بھی ترمیم کے لئے منع کر دیا تو عام انسان کی کیا مجال۔ ہاں یہ جب ہو سکتا ہے جب اللہ کسی اور نبی کو مبعوث کرے اور اپنی پہلی شریعت کی جگہ دوسری شریعت دے مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اس لئے شریعت محمدؐ ہی آخری اور دائمی اور اٹل شریعت ہے اس میں کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی۔ جو اس میں ترمیم کرے گا وہ خود گنہ گار ہے اور جو انسان اس ترمیم پر عمل کرے گا وہ بھی گنہ گار ہے اور دونوں کو دوزخ میں جانا ہے یقینی۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا ہے وہ خود نبی بن بیٹھا اور قانون بھی بدل دیئے اس لئے وہ گمراہ ہے اور اس کے ماننے والے بھی گمراہ ہیں۔

یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ہمارے یہاں دیکھیے کتنے قانون قرآن کے خلاف ہیں اور ہر فرقے کے الگ الگ ہیں اور یہ کہہ کر پیش کیے جاتے ہیں کہ اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی فرمایا ہے ہر ایک کے پاس الگ الگ حضورؐ کے فرمان اور تفسیریں ہیں مگر اس کے باوجود بھی ہر عالم زبانی یہ ہی کہتا ہے کہ اللہ کے قانون نہیں بدلے جاتے اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ مگر ہر ایک اپنے اختلافی قانون پر خوش ہے۔ دعویٰ یہ بھی ہے کہ یہی درست ہے اس کے بارے میں یہ ایک قرآنی آیت کو پڑھا جائے وہ کیا کہتی ہے۔

سورہ روم آیت ۳۱، ۳۲۔ ''تم خدا کی طرف رجوع ہو کر فطرت الٰہیہ کا اتباع کرو اور اس سے ڈرو اور نماز کی پابندی کرو اور شرک کرنے والوں میں سے مت رہو۔ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور بہت سے گروہ ہو گئے ہر گروہ اپنے اس طریقہ پر نازاں ہے۔''

اس آیت میں اللہ نے کتنی اچھی طرح حقیقت کھول کر بیان کر دی کہ ہر فرقہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس میں ہی مگن وخوش ہے اور کہتا ہے کہ جو ہمارے پاس ہے، وہ دین دوسرے کے پاس جو ہے وہ باطل، مگر حقیقت کسی کے پاس نہیں۔ حقیقت میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا اختلاف ہمیشہ باطل میں ہوتا ہے۔ بہت سے آدمی کہتے ہیں کہ جتنا علم ہوگا اتنا ہی اختلاف ہوگا۔ کیونکہ علم ہی سے اختلاف رائے بنتی ہیں۔ اس لئے یہ کوئی بری بات نہیں۔ مگر علم ہونے کے بعد اختلاف رائے کی گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ صحیح علم حق اور باطل میں فیصلہ کر دیتا ہے اور ہر آدمی جان لیتا ہے کہ اختلاف برا ہے اور ہمارے پاس صحیح علم قرآن شریف ہے جس کی آیات صاف ہیں اور صحیح بات غلط خیالات سے الگ ہو جاتی ہے۔

سورۃ البقرہ آیت ۲۵۶۔ ''دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا اس نے

ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے اب عالموں کے اختلافی قول بھی پڑھ لئے جائیں۔ ایک چھوٹی سی کتاب "اسلام کا نظریہ سیاسی" کے نام سے مولانا مودودیؒ نے لکھی ہے اس میں مولانا صاحب کن الفاظ میں رقمطراز ہیں ان کو غور سے مطالعہ کر کے فیصلہ کرنا ضروری ہے۔

صفحہ ۵ "تمام اسلامی نظریات کی اساس۔ سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ اسلام محض چند منتشر خیالات اور منتشر طریقہائے عمل کا مجموعہ نہیں ہے۔ جس میں ادھر ادھر سے مختلف چیزیں لا کر جمع کر دی گئی ہوں۔ بلکہ یہ ایک باضابطہ نظام ہے جس کی بنیاد چند مضبوط اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ اس کے بڑے ارکان سے لے کر چھوٹے سے جزیات تک ہر چیز اس کی بنیادی اصولوں کے ساتھ ایک منطقی ربط رکھتی ہے انسانی زندگی کے تمام مختلف شعبوں کے متعلق اس نے جتنے قاعدے اور ضابطے مقرر کر دیئے ہیں ان سب کی روح اور ان کا جوہر اس کے اصول اولیہ ہی سے ماخوذ ہے۔ ان اصول اولیہ سے پوری اسلامی زندگی انہیں مختلف شاخوں کے ساتھ بالکل اسی طرح نکلتی ہے جس طرح درخت میں آپ دیکھتے ہیں کہ بیج سے جڑیں اور جڑوں سے تنا اور تنے سے شاخیں اور شاخوں سے پتیاں پھوٹتی ہیں اور خوب پھیل جانے کے باوجود اس کی ایک ایک پتی اپنی جڑ کے ساتھ مربوط رہتی ہے۔ بس آپ اسلامی زندگی کے جس شعبے کو بھی سمجھنا چاہیں آپ کے لئے ناگزیر ہے کہ اس کی جڑ کی طرف رجوع کریں کیونکہ بغیر اس کے آپ اس کی روح کو نہیں پا سکتے۔"

صفحہ ۶۱ "مگر جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے جہاں خدا اور اسکے رسول کا حکم موجود ہو وہاں مسلمانوں کے کسی امیر کسی لیجسلیٹر کسی مجتہد کو اور عالم دین کو بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو مل کر بھی اس حکم میں ذرہ برابر ترمیم کرنے کا حق حاصل نہیں۔"

صفحہ ۳۳ "جب تک قرآن اور سنت رسول دنیا میں باقی ہے اس دستور کی ایک دفعہ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹائی جا سکتی [۱] جس کو مسلمان رہنا ہو وہ اس کی پابندی پر مجبور ہے۔"

صفحہ ۴۵ "عموماً مجلس کے فیصلے کثرت رائے سے ہوں گے مگر اسلام تعداد کی کثرت کو حق کا معیار تسلیم نہیں کرتا اسلام کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ ایک اکیلے شخص کی رائے پوری مجلس کی رائے کے مقابلے میں برحق ہو اور اگر ایسا ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ حق کو اس لئے چھوڑ دیا جائے کہ اس کی تائید میں

ایک جم غفیر نہیں ہے۔ لہٰذا امیر کو حق ہے کہ اکثریت کے ساتھ اتفاق کرے یا اقلیت کے ساتھ اور امیر کو

[۱] مگر آپ نے اور سارے مسلمانوں نے طلاق مغلظ جو حضرت عمرؓ سے منسوب کی جاتی ہے کہ انہوں نے طلاق کی زیادتی

ہونے پر اس کو رائج کیا تھا۔ تسلیم کیا ہے۔ کیا اس کو دفعہ میں ترمیم نہیں کہتے۔ غور کیجئے جب کہ حضرت عمر نے ایسا قدم نہیں اٹھایا یہ ان پر ایک الزام ہے کیا آپ اپنا دیا ہوا فتویٰ اپنے اوپر لاگو کرنے کو تیار ہیں یا اپنی بات غلط تسلیم کرتے ہیں؟

یہ بھی حق ہے کہ پوری مجلس سے اختلاف کر کے اپنی رائے پر فیصلہ کرے مگر ہر صورت میں عامۃ المسلمین اس بات پر نظر رکھیں گے کہ امیر اپنے ان وسیع اختیارات کو تقویٰ اور خوف خدا کے ساتھ استعمال کرتا ہے یا نفسانیت کے ساتھ بصورت دیگر رائے عام اس امیر کو مسند امارت سے نیچے بھی اتار سکتی ہے۔"

اوپر کے مضمون میں سیاسی اور دینی دونوں جھلک ہیں مگر یہ یاد رہے کہ اسلام میں دین اور سیاست الگ الگ نہیں ہیں بلکہ اللہ نے اپنے کلام میں زندگی کے ہر شعبہ کے لئے چاہے وہ دین ہو یا دنیا قانون دیئے ہیں ان میں سے کسی میں کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کسی کو اللہ نے یہ حق دیا ہے کہ کوئی اس میں ترمیم کرے حتیٰ کہ رسول بھی کوئی ترمیم نہ کر سکے۔ جس کا اقرار ہر عالم کرتا ہے مگر اس وقت جو اسلامی قانون رائج ہیں ان میں بہت سے قانون قرآن کے خلاف ہیں اور ان پر عمل ہو رہا ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ یہ قانون قرآن میں اس طرح ہے تو اس پر الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ سنت رسول کو نہیں مانتا صرف قرآن کو مانتا ہے۔ اسلام کی گاڑی دو پہیوں پر ہے۔ قرآن اور سنت رسول جب ایک عام آدمی یہ بات سنتا ہے کہ سنت رسول کو مان کر چلنا ضروری ہے۔ اگر سنت رسول کو نہ مانا تو آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یہ بات اپنی جگہ پر بالکل درست ہے کہ سنت رسول کا انکار کر کے آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اس بات کو سن کر ہر آدمی عالم کے بتلائے ہوئے ہر قانون کو جان کر عمل کرنے لگتا ہے۔ عالم کہتا ہے کہ حضرت محمدؐ نے اس طرح فرمایا ہے۔ عالم کہتا ضرور ہے مگر عالم کو یہ یقین نہیں ہے کہ حقیقت میں بھی یہی اللہ اور رسول کا حکم ہے کیونکہ وہ مشکوک ہے اور مشکوک بات پر عمل کر رہا ہے۔ اس سے تو وہ آدمی اچھا ہے جو کہتا ہے کہ حقیقت میں قرآن اللہ کا حکم ہے اور جو سنت قرآن کے مطابق ہے وہ رسول کا حکم ہے، سنت قرآن سے باہر نہیں ہے۔ بعد والے نے بالکل شک ختم کر دیا اور اللہ کو عمل بھی وہی پسند ہے جو شک سے پاک ہے۔ کیونکہ اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت لاریب ہے مگر ضد میں آ کر اس کو گمراہ کہا جاتا ہے اور جو مشکوک ہیں ان کو صحیح مسلمان کہا جاتا ہے۔

اوپر آپ نے مولانا مودودی کا مضمون پڑھ لیا جس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اسلام کا ہر قانون قرآن سے لیا جائے گا کیونکہ یہ حقیقت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر عمل کیا ہے۔ یہ سنت رسول ہے۔ اس بارے میں ایک تحریر مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی بھی پڑھ لی جائے۔ وہ کیا کہتے ہیں:

کتاب کا نام ہے **"علماء دیوبند کا مسلک"**

باب صحابہ کرام۔ صفحہ ۳۳۔۳۴۔ "اسی طرح علماء دیوبند کی اس عمومی عظمت وجلال کی وجہ سے انھیں بلا استثناء نجوم ہدایت مانتے ہیں اور یہ کہ بعد والوں کی نجات ان ہی کے علمی وعملی اتباع کے دائرہ میں محدود ہے لیکن انہیں شارع تسلیم نہیں کرتے کہ حق تشریع ان کے لئے ماننے لگیں اور یہ کہ وہ جس چیز کو چاہیں حلال کردیں اور جسے چاہیں حرام کردیں۔ ورنہ نبوت اور صحابیت میں فرق نہیں رہ سکتا۔ پس وہ امتی تھے مگر نبوت کے مخلص ترین جاں نثار خادم تھے جن کی بدولت دین اپنے پیروں پر کھڑا ہوا۔ اور اس نے دنیا میں قدم جمائے۔"

قاری صاحب کے اس مضمون کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ حقیقت یہی ہے کیونکہ قرآن کے کسی حکم میں کسی کو ترمیم کا حق نہیں ہے۔ مگر افسوس آج ہمارے سامنے اس موقف کے خلاف قانون ہیں یعنی قرآن کے خلاف اگر سارے مسلمان اس موقف کو تسلیم کرلیں تو یہ فرقہ یک لخت ختم ہوجائیں اور مسلمان پھر اپنا کھویا ہوا وقار پالیں۔ اللہ ایسا کرے۔

اب اس نظریہ کے خلاف دوسرا نظریہ بھی دیکھو جس نے اسلام کی شکل ہی بدل کر رکھ دی۔ مولانا مودودی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام سنت کی آئینی حیثیت ہے جس کا بڑا چرچا ہے اور ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ یہ کتاب منکر حدیث پر ایک کاری ضرب ہے۔ اتفاق سے میرے ساتھی کسی غلط فہمی کی وجہ سے مجھے بھی منکر حدیث کہنے لگے ہیں۔ جب کہ میں منکر حدیث نہیں ہوں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ میں غلط حدیث کو مان کر منکر قرآن بننا نہیں چاہتا۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ صحیح حدیث اور قرآن کو ماننے والا ہی مسلمان ہوسکتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ خالص قرآن کو ہی مانے صحیح حدیث کا انکار کرے یا غلط حدیث کو مان کر قرآن کا انکار کرے۔

میرے ایک کرم فرما نے اس خیال کے تحت یہ کتاب مجھے دی کہ اب اس کا دماغ درست ہوجائے گا۔ میں نے یہ کتاب پڑھی اور آپ حضرات کے لئے چند لائنیں لکھ رہا ہوں۔ آپ خود ہی فیصلہ کرنا کہ قرآن اور سنت کی مولانا کی نظر میں کیا حقیقت ہے۔

(۴) پھر آئین اور قانون کی اغراض کے لئے اس مسئلہ کا آخری حل یہ ہے کہ قرآن کی مختلف ممکن تعبیرات میں سے جس شخص ادارہ یا عدالت نے تفسیر وتعبیر کے معروف عملی طریقہ استعمال کرنے کے بعد بالآخر جس تعبیر کو حکم کا اصل منشا قرار دیا اس کے علم اور دائرہ کار کی حد تک وہ ہی حکم خدا ہے۔ اگر چہ یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ حقیقت میں بھی وہ ہی حکم خدا ہے بالکل اسی طرح سنت کی تحقیق کے عملی ذرائع

استعمال کر کے کسی مسئلہ میں جوسنت بھی ایک فقیہ لجیسلیٹر یا عدالت کے نزدیک ثابت ہو جائے وہی اس کے لئے حکم رسول ہے۔ اگر چہ قطعی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حقیقت میں رسول کا حکم وہی ہے۔ کتاب سنت کی آئینی حیثیت صفحہ ۵۰ مطابق ۳/ اگست ۱۹۶۳ء لاہور۔ مولانا نے یہی مضمون اسی کتاب میں دو جگہ اور لکھا ہے۔

یہی نظریہ علماء دیوبند کا ہے۔ جو مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے کتاب علماء دیوبند کا مسلک میں لکھا ہے باب فقہ اور فقہاء صفحہ ۵۶۔۵۷۔

''لیکن ساتھ ہی یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہئے کہ خطا وصواب مجتہد کے اعتبار سے نہیں وہ تو جس جانب کو اختیار کرتا ہے۔ اپنے نزدیک تیقن کے ساتھ صواب ہی سمجھ کر اختیار کرتا ہے نہ کہ تر دد کے ساتھ جس میں اپنی خطا کا احتمال ہو ورنہ ایسی مشکوک اور بین بین بات اختیار ہی کیوں کرتا اور مقلدین پر ایسی مشکوک اور مشتبہ بات کی پیروی ہی کیسے واجب ہوتی بلکہ یہ خطا وصواب علم خداوندی کے لحاظ سے ہے۔ مجتہد کی اپنی پوری سعی اور کاوش کے باوجود یہ اختیار کردہ پہلو آیا وہی ہے جو منشاء خداوندی ہے یا نہیں جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ اس مسئلہ زیر اجتہاد میں عنداللہ صواب کی ایک جانب متعین ہے اور حق واحد ہے۔ احتمال اس میں اتنا ہے کہ مجتہد نے اپنی انتہائی سعی و کاوش کے بعد آیا منشاء خداوندی کو پا لیا ہے یا نہیں اور اس کی سعی منشاء حق تک پہنچ چکی ہے یا نہیں۔ لیکن چونکہ یہ منشاء الٰہی کسی قاعدہ و ضابطہ سے علم میں نہیں آ سکتا اس لئے مجتہد پانے اور اس تک پہنچ جانے کا مکلّف بھی نہیں بلکہ صرف اپنی سعی اور اس کے نتیجہ کا ہی مکلّف ہے جو اس کے اپنے علم کی حد تک ہے اور وہ یقیناً اور بلاتر دد صواب ہے اس لئے اس کی پیروی خود اس پر بھی واجب ہے اور اس کے مقلد پر بھی اس لئے کسی بھی مجتہد کو ناحق پر نہیں کہہ سکتے۔ بنا بریں ایک مسئلہ کی دونوں متضاد جانبوں کو بیک وقت حق کہا جائے گا اور یہ خطا صواب بمعنی امر حسن اور امر قبیح نہ ہوگا۔ جسے حق اور باطل سے تعبیر کیا جائے واضح ہو جاتا ہے کہ اجتہادی مسائل وحدت حق اور تعدد حق کے دونوں پہلوؤں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مگر وحدت حق اور تعین حق علم خداوندی کے لحاظ سے ہوتا ہے اور تعدد حق مجتہد کی اپنی سعی و کاوش کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے قبلہ مشتبہ ہونے کی صورت میں بصورت تحری قبلہ تو فی نفسہ ایک ہی ہے جو متعین ہے۔ مگر تحری والوں کی تحری کے لحاظ سے متعدد ہے اور ان کے حق میں وہ بلا شبہ حق ہے۔ اس لئے تعدد حق اور وحدت حق دونوں جمع ہو گئے۔ بحیثیت قبلہ والی دلیل غلط ہے قبلہ آنکھوں سے اوجھل ہے اور دوسری جگہ پر جا کر سمت مشتبہ ہو جاتی ہے اس لئے تحری درست ہے مگر قرآن واضح اور

مفصل ہے اس کا مختلف ہونا ناممکن ہے اس لئے مختلف اجتہاد بھی غلط ہے۔''

اس مضمون میں خطاوصواب علم خداوندی سے بتلایا گویا کہ علم خداوندی ہی اختلاف کی راہیں کھول رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ منشاء الٰہی تک پہنچنے کے لئے اللہ نے کوئی قاعدہ اور ضابطہ دیا ہی نہیں۔ بس جیسے سمتِ قبلہ کے مشتبہ ہونے پر آدمی کو اختیار ہے۔ ادھر کو منہ کر کے نماز پڑھے۔ نماز ہو جائے گی۔ ایسے ہی قانون شریعت ہیں۔ مگر اللہ کے منشاء سے ہٹ کر ہے وہ اس لئے کہ اللہ نے ایک ضابطہ دے دیا یعنی قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے بتلا دیا۔ اس لئے یہ نہیں مانا جا سکتا کہ کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ اتنے پر بھی یہ ہی کہا جاتا ہے تو دوسرے معنی میں یہ لازم آتا ہے کہ اللہ نے قرآن تفصیل سے نہیں دیا۔ رہی قبلہ کی بات تو یہ اس وقت تک درست ہے اور نماز ہوتی رہے گی جب تک تحقیق نہ ہو مگر جب تحقیق ہو جائے اور بتلانے والے نے یقین کے ساتھ بتلا دیا کہ قبلہ اس طرف ہے تو اس کے بعد پہلے کی طرح نماز نہیں ہونے کی اور ضد سے ہر آدمی گنہ گار ہوگا۔ مگر اللہ کے دین کا معاملہ اس سے مختلف ہے اس میں کہیں نہ شبہ ہے اور نہ دھوکا نہ مشکل بلکہ صاف اور آسان وتفصیل سے ہے۔

قاری صاحب کا پہلا پہلو بھی پڑھ لیا اور یہ بھی دوسرے والے کی طرح بریلوی حضرات بھی کہتے ہیں اور یہ ہی شیعہ حضرات کہتے ہیں۔ بلکہ شیعہ حضرات تو یہاں تک کہتے ہیں کہ صرف اہل بیت کے علاوہ قرآن کو اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

پہلی کتاب کا مضمون بھی آپ نے پڑھ لیا جس میں مولانا نے حقیقت کو مانا ہے اور اس کی ہی مسلمانوں کو دعوت دی ہے۔ جو ایک حقیقت ہے اس سے فرار کا موقع نہیں۔ بعد والی کتاب کا مضمون آپ نے پڑھ لیا۔ جس میں مولانا نے قرآن یعنی حکم خداوندی اور سنت رسول کو یہ کہہ کر مشکوک [1] کر دیا۔ اگرچہ یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ حقیقت میں بھی وہی حکم خدا ہے یا رسول ہے ایسا کیوں۔ ایک آدمی کے قول میں اتنا فرق۔ اتنا سب کچھ لکھنے اور عمل کرنے کے بعد آج مسلمان کس منہ سے کہہ سکتے ہیں ہم حقیقت میں حکم خدا اور سنت رسول کی پیروی کر رہے ہیں۔ یہ سب میری عقل سے بہت دور ہیں۔ میں

تو اس عقیدہ کو مانتا ہوں کہ قرآن اللہ کا حقیقی حکم ہے اور جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآن کے تحت عمل کیے یا فرمایا وہ صحیح سنت رسول ہے۔ اس کے علاوہ سب بکواس اور شیطانی دھوکا اسی لئے

[1] مولانا کی عبارت سے ہر چیز مشکوک ہوگئی جب کہ علم کا یہ تقاضہ ہے کہ ہر چیز کی تحقیق کر کے قوم کے سامنے رکھتے کہ حقیقت یہ ہے جیسا ایک ڈاکٹر کے پاس دس گولی رکھی ہیں اور ان میں صرف ایک ٹھیک ہے باقی سب زہر لیکن یہ علم نہیں کہ ٹھیک کون ہے۔ ایسی

حالت میں اگر ڈاکٹر نے بغیر تحقیق کے ان کا استعمال کیا تو مریض مرجائے گا کیونکہ ۹ زہر ہیں۔اس لئے ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ ان گولیوں کو لیباٹری میں جانچ کرے اور جو ٹھیک ہو اس کو مریض کو دے باقی ختم کردے اسی طرح عالم کا کام ہے جب عالم کو یہ معلوم ہوگیا کہ ہمارے سامنے مختلف چیز ہیں اور وہ مشکوک ہیں تو تحقیق کرکے یہ ضروری تھا کہ قوم کے سامنے حقیقت رکھتے۔

مشکوک چیز کو چھوڑ کر ایک لَا رَیۡبَ کتاب پر عمل ضروری ہے اس کے بعد سنت رسول۔اب ذرا اس بات پر غور کیا جائے کہ سنت رسول کیا ہے۔یہ بات میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ رسول کو اللہ کا یہ حکم ہے جو تم پر وحی کے ذریعہ نازل کیا جارہا ہے اس پر عمل کرو اور اس کی ہی تبلیغ کرو اگر اس کے خلاف کرو گے تو تم کو مجھ سے کوئی بچانے والا نہیں۔اس بات کو سن کر کوئی بھی رسول اپنے مالک حقیقی کے فرمان کی خلاف ورزی کرنے کی ہمت نہیں کرسکتا اور نہ ہی کسی نے کی۔اس بات سے اچھی طرح اندازہ ہوجاتا ہے۔ حدیث کیا ہے۔سنت کیا ہے۔حدیث کیا ہے؟ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کیا ہے؟ حضورؐ کا قول وعمل نزی وحی ہے۔یعنی جو اللہ کا حکم ہوتا ہے وہ رسول کا قول وعمل ہوتا ہے اور وحی ہمارے پاس قرآن میں محفوظ ہے۔جس قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے۔اس لئے قرآن میں پھیر بدل نہیں ہوسکتی۔اس سے ثابت ہوا کہ سنت رسول صرف قرآن پر عمل ہے۔ساتھ ساتھ سنت کی معنیٰ پر بھی غور کرتے چلیں۔

سنت کے معنیٰ عادت،طریقہ،عمل کے ہوتے ہیں تو رسول کی عادت وعمل کیا ہے قرآن پر عمل کرنا اس کے ثبوت میں ایک روایت جو بہت مشہور ہے۔میں پہلے نقل کرآیا ہوں۔اس لئے قرآن سنت دو چیز نہیں بلکہ صرف ایک چیز ہے ہاں تھوڑا فرق ضرور ہے وہ یہ کہ قرآن میں کچھ تھوڑے الفاظ میں مقصد بیان کیا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ذرا تفصیل سے بیان کیا اور عمل کرکے بتلایا ہے۔مگر قرآن کے مفہوم سے ہٹ کر نہیں اگر کوئی بات ہم کو قرآن کے مفہوم سے ہٹ کر ملتی ہے بھلے ہی ساری دنیا یہ کہے کہ یہ رسول نے فرمایا ہے اور اس فرمانے سے قرآن کی بات میں اشکال پیدا ہوئے ہیں۔تو کوئی برا مانے یا بھلا میں اس کو رسول کا قول ماننے کو تیار نہیں ہوں چاہے وہ حدیث کی کسی کتاب میں ہی کیوں نہ ہو۔صحیح غلط قرآن کے علاوہ کسی اور کتاب سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ اس مضمون کو قرآن کی کسوٹی پر کس کر جانا جاتا ہے اس کا انکار کرنے سے رسول کا انکار نہیں ہوتا۔بلکہ رسولؐ پر جو الزام لگادیا ہے کہ رسول نے قرآن کی تشریح اس مختلف انداز میں کی ہے۔اس الزام سے رسول بری ہوتے ہیں۔الزام راوی پر آتا ہے جس نے یہ روایت گڑھی ہے۔اور قرآن ودین میں اشکال بھی ختم ہوتے ہیں۔اس لئے جو قرآن ہے وہی سنت ہے اور جو سنت ہے وہی قرآن ہے اور

قرآن ہی حدیث ہے سورت الزمر آیت ۲۳۔

اب اس بات کو دوسری مثال سے سمجھنا چاہیے کہ رسول کو برحق کس طرح مانا جاتا ہے اور انکار کس طرح ہوتا ہے۔ ایک آدمی قرآن کی ہر بات جو اس میں درج ہیں۔ صحیح جان کر عمل کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ یہ قرآن حق ہے جب انسان نے قرآن کو حق مان لیا تو اس کا دوسرا مطلب یہ خود بخود نکلتا ہے کہ اس آدمی نے حضورؐ کو حق مان لیا انکار نہیں کیا۔ انکار اس وقت ہوتا ہے جب اس پر قرآن کے مطابق نہ تو عمل کریں اور نہ ہی نافذ کریں۔ بھلے ہی زبان سے کہتے رہیں کہ ہم سنت رسول کے پابند ہیں۔

اب اس بات میں ایک دوسرے رُخ سے غور کریں، ایک آدمی کسی کے پاس کوئی خبر لے کر جاتا ہے تو سننے والا پہلے یہ دیکھتا ہے کہ یہ آدمی جھوٹا ہے یا سچا۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کی بات پر یقین کرنے میں ہر آدمی کو پس وپیش ہوگا۔ بھلے ہی وہ سچ کہہ رہا ہو کیونکہ آدمی اس سے مشکوک ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ آدمی جھوٹ بھی بولتا ہے اور اگر آدمی بالکل سچا ہے جس کی تصدیق بھی ہے تو اس کی بات کو سچ مان کر قبول کرنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی کیونکہ وہ آدمی جانتا ہے کہ یہ سچا ہے اس آدمی نے کبھی کوئی بات جھوٹی نہیں بتلائی۔ ہمیشہ ہر حالت میں سچ بتلایا اور ہر جگہ ایک ہی طرح بتلایا یہ نہیں کہ یہاں کسی طرح بتلایا عمل کیا اور دوسری جگہ کسی طرح بتلایا اور عمل کیا۔ تو اس کی بات پر یقین کر لینا ہی اس آدمی پر یقین کرنے کے مترادف ہوا اس طرح ہی قرآن کو تسلیم کرنے والا آدمی خود بخو د حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کر لیتا ہے۔ حضورؐ کا انکار نہیں۔

بات مختصراً اگر کوئی آدمی حضور کے دین پر جو خدا نے نازل کیا ہے اور قرآن میں محفوظ ہے۔ اس پر حضورؐ کے عمل کے مطابق عمل کرتا ہے تو وہ آدمی حضور کا اقرار کرتا ہے انکار نہیں۔ اور اگر قرآن کی تعلیم اور حضورؐ کے عمل کے مطابق عمل نہیں کرتا بلکہ دوسری طرح عمل کرتے ہیں تو ایسی حالت میں وہ اور اس کے ساتھ ساری دنیا کے انسان مل کر شور مچائیں کہ یہ حضور کا قول وعمل ہے۔ اور ہم حضور کو مان رہے ہیں تب بھی وہ حضور کو نہیں مان رہے وہ ایک دم کاذب ہیں۔ مومن وہ ہے جو حضور کے دین پر کامل ایمان رکھتا ہو اور اس کے مطابق عمل کرتا ہو۔ جس کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا ہے۔ خدا کی قسم اس وقت تک تم مومن نہیں ہو سکتے (کامیاب نہیں ہو سکتے) جب تک تم اس شریعت (دین) پر ایمان لا کر عمل نہ کرو جو مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ یعنی آدمی مومن جب ہی ہے جب وہ حضورؐ پر نازل شدہ شریعت پر مکمل ایمان لا کر عمل کرے۔ ورنہ وہ ہر حالت میں کاذب ہے۔

اصل مقصد پر آنے سے پہلے ہم کو یہ جان لینا ضروری ہے کہ قرآن وسنت رسول اور حدیث رسول کا کیا مقام ہے۔ان سے کس حد تک روشنی ملتی ہے اور کس حیثیت میں۔

قرآن کا ارفع مقام

بہت سے انسان حدیث رسول کا بالکل ہی انکار کرتے ہیں اور بہت سے اپنا دارومدار حدیث رسول پر ہی رکھتے جب کہ ایسا کرنا ایک بہت بڑی غلطی ہے۔اسلام میں تین چیزیں ضروری ہیں۔سب سے اول قرآن ہے جس میں خدا کی توحید اور جلال وعظمت کا ذکر ہے اور اس میں اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یہود ونصاریٰ میں تھے یا اس کے ماننے والے کرسکتے ہیں۔اسی طرح قرآن میں منع کیا گیا ہے کہ خدا کے علاوہ تم کسی چیز کی عبادت نہ کرو۔نہ انسان کی، نہ حیوان کی، نہ سورج کی، نہ چاند کی اور نہ ستارہ کی اور نہ اسباب کی اور نہ کسی فرشتہ اور جن کی۔اور نہ اپنے نفس کی۔ سوتم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم قرآن کی ہدایت کے خلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔

جو شخص قرآن میں دیے ہوئے کسی بھی قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کرتا ہے۔حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھول دیں۔سو قرآن کو تدبر سے پڑھنا چاہیے اور قرآن سے بہت زیادہ محبت کرنی چاہیے جو کسی اور سے نہ ہو کیونکہ یہ حقیقی مالک کا کلام ہے اور افضل نبی پر نازل ہوا اور تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو قرآن پر مقدم رکھتے ہیں۔انسان کی فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن ہے کوئی بھی ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں تفصیل کے ساتھ نہیں پائی جاتی اور بجز قرآن آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو انسان کو ہدایت دے۔خدا نے انسان پر یہ احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب عنایت کی۔بس اس نعمت کی قدر کرنی ضروری ہے۔یہ نہایت پیاری نعمت ہے یہ بڑی دولت ہے۔اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک اندھیرا ہوتی۔قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔قرآن کو اگر انسان غور وفکر کے ساتھ پڑھے تو انسان کامل ہو جاتا ہے اور وہ مقصد پورا کر دیتا ہے جس کے لئے انسان کو اللہ نے پیدا کیا اور بہت مخلوق سے افضل بنایا اور اگر

انسان اس سے اعتراض کرتا ہے تو وہ گمراہ ہو جاتا ہے قرآن کے علاوہ کسی اور کتاب نے شروع میں ہی ایسی دعا نہیں سکھلائی جس سے انسان کامیاب ہو جاتا ہے یعنی الحمد شریف۔

اس لئے قرآن کی دعوت اور احکام کو رد کرنا یا اپنی مرضی سے اختلافی شکل میں ماننا کفر ہے جس نے اس قرآن کو مدار زندگی بنا لیا وہ کامیاب ہو گیا اور اللہ کی تمام نعمتوں کا وارث ہو گیا اور دنیا میں غالب ہو گیا آخرت میں بھی کامیاب اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ کہتا ہے کہ میرے اوپر وحی آئی ہے تو وہ گمراہ اور کافر ہے۔

سنّت کا تشریح مقام

(۲) دوسرا ذریعہ ہدایت کا سنت رسول اللہ ہے یعنی خاتم المرسلین محمد الرسول اللہ کی عملی کاروائیاں جو آپ نے احکام قرآنی کی تشریح کے لئے کر کے دکھائیں۔ایک چیز حدیث ہے۔حدیث رسول کے قول کو کہتے ہیں۔یعنی آپ نے جو کچھ فرمایا وہ حدیث ہے۔احادیث کو جمع کر کے کتابی شکل دینے کا کام آپ کے وصال کے سوڈیڑھ سو سال بعد شروع ہوا۔لیکن سنت یعنی عمل رسول اکرم کی پیروی صحابہ کرامؓ آپ کے سامنے سے ہی کرتے رہے ہیں۔بالالفاظ دیگر احکام قرآن پر نزول کے ساتھ ساتھ ہی نبی آخر الزماں نے عمل شروع کیا اور صحابہ کرام نے اس کی پیروی کی۔اس طرح نزول قرآن سنت کے وجود میں آنے کا سبب بنا۔قرآن کے بعد انس وجن اور بالخصوص مسلمانوں پر سنت کا زبردست احسان ہے۔خداوند قدوس نے تخلیق کائنات مخلوقات کے بعد مخلوقات کو اپنے منشاء اور غرض و غایت تخلیق سے آگاہ کرنے کے لئے نبی یا پیغمبر مبعوث کیے مختلف صحیفے اور کتابیں نازل فرمائیں اور آخر میں نبی آخر الزماں پر قرآن مجید نازل فرما کر اختتام نبوت اور دین حق کی تکمیل فرمائی اس طرح مخلوق کے تئیں خالق کی ذمہ داری یا فرض پورا ہو گیا۔

اس کے بعد رسول اللہ نے اپنا فرض اس طرح پورا کیا کہ کلام الٰہی جوں کا توں لوگوں تک پہنچایا اور اسے عمل میں لا کر بخوبی سمجھایا جس سے لوگوں کو عمل کی ترغیب ملی۔احادیث نبوی کے یکجا کیے جانے سے قبل بھی لوگ پابند صوم وصلوٰۃ واقف حرام وحلال تھے۔فرض حج بھی ادا کرتے تھے اور زکوٰۃ بھی دیتے تھے۔اس طرح یہ بات سامنے آتی ہے کہ قرآن کی عملی تشریح کا دوسرا نام سنت رسول ہے۔

حدیث کا تائیدی مقام

(۳) ہاں تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے کیونکہ بہت سے اسلام کے تاریخی و اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثیں کھول کر بیان کرتی ہیں مگر جن لوگوں کو ادب قرآن نہیں ہے وہ حدیث کو قاضی قرآن کہتے ہیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ کہتے ہیں۔مگر ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہونا چاہئے اس کے ساتھ ساتھ حدیث کا انکار بھی نہ ہونا چاہئے۔ہمارا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور سنت رسول کا فعل ہے اور حدیث سنت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے نعوذباللہ یہ کہنا غلط ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے۔اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے۔حدیث جو روایت ہے قرآن کی ہرگز قاضی نہیں ہوسکتی۔صرف ثبوت کے رنگ میں ہے۔قرآن جو سنت ہے نے سب کام کر دکھایا جیسے ایک مقدمہ قاضی کے سامنے آتا ہے۔اس مقدمہ میں گواہ پیش ہوتے ہیں اگر سارے گواہ ایک ہی بات کہتے ہیں اور وہ حق بھی ہو تو گواہ تسلیم کئے جاتے ہیں اور گواہ میں فرق ہو جاتا ہے تو گواہ کو مسترد کیا جاتا ہے پھر اصل بات کی تحقیق کی جاتی ہے۔اسی طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بارے میں جو حدیثیں متفق ہیں اور قرآن کا انکار نہیں کرتیں تو ان حدیثوں کو تسلیم کیا جائے گا۔حقیقت کے ساتھ اور اگر اختلاف ہے تو اس کو قرآن سے دیکھا جائے گا۔اس لئے حدیث قرآن پر قاضی نہیں قرآن حدیث پر قاضی ہے۔قرآن جو سنت ہے اس زمانہ میں ہدایت کر رہی تھی جبکہ حدیث کا نام و نشان بھی نہ تھا اس سے ثابت ہوا کہ حدیث قرآن و سنت کے لئے تائیدی گواہ ہیں البتہ سنت ایک ایسی چیز ہے جو قرآن کا منشا ظاہر کرتی ہے اور سنت سے وہ راہ مراد ہے جس راہ پر حضورؐ نے عملی طور پر صحابہ کو ڈال دیا تھا۔سنت ان باتوں کا نام نہیں جو حضورؐ کے کافی دنوں بعد کتابوں میں لکھی گئی۔بلکہ ان کا نام حدیث یا روایت ہے۔اور سنت اس عملی نمونہ کا نام ہے جو نیک بندوں کی عملی حالت میں ابتدا سے چلا آیا ہے جس پر لاکھوں مسلمانوں کو لگایا گیا تھا۔

ہاں حدیث بھی یقین کا ذریعہ ہے جبکہ وہ قرآن و سنت سے نہ ٹکراتی ہوں اس لئے حدیث کی قدر نہ کرنا گویا اسلام کا ایک عضو کاٹ دینا ہے۔ہاں اگر ایسی حدیث ہوئی جو قرآن و سنت کی نقیض ہو اور نیز ایسی حدیث کی نقیض ہو جو قرآن کے مطابق ہو تو وہ حدیث قابل قبول نہیں ہے کیونکہ اس کو قبول کرنے سے قرآن اور سنت اور تمام احادیث کو رد کرنا پڑتا ہے۔اور کوئی بھی مسلمان ایسی غلط حدیث کو قبول کرنے کو تیار نہ ہوگا۔اگر اس کے پاس قرآن و سنت کا علم ہے مگر صحیح حدیث کی قدر ضروری ہے۔ان کا انکار گمراہی ہے۔جب تک قرآن و سنت ان کی تکذیب نہ کرے گا۔مگر اتنے پر بھی کسی حدیث کو ایکدم مسترد نہ کرو بلکہ اس کی چھان بین کرو۔قرآن سے ملا کر کوشش کرنے کے بعد

فیصلہ کرو۔تب غلط کوڑی کی ٹوکری میں پھینک دو اور اعلان کرو کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں ہوسکتا۔مگر یہ سب بڑی احتیاط سے ہونا چاہئے کیونکہ بہت سی حدیث موضوع بھی ہیں۔جنھوں نے اسلام میں فتنہ ڈالا ہے۔ ہر ایک فرقہ اپنے عقیدے کے موافق حدیث رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ نماز جیسی یقینی اور متواتر فریضے کو احادیث کے تفرقے نے مختلف صورتوں میں کر دیا ہے۔کوئی آمین بالجہر کہتا ہے کوئی پوشیدہ کوئی خلف امام فاتحہ پڑھتا ہے کوئی اس پڑھنے کو مفسد نماز جانتا ہے۔کوئی سینہ پر ہاتھ باندھتا ہے کوئی ناف پر، کوئی ہاتھ کھول کر،کوئی وضو میں خون بہنے سے وضو ناقض کہتا ہے،کوئی صحیح۔کوئی نان نفقہ کو واجب کہتا ہے، دوسرا منع کرتا ہے۔کوئی طلاق مغلظہ کو درست کہتا ہے۔کوئی حرام اسی طرح سب مسائل کا یہی حال ہے اور آدمی چکر میں ہے کہ حضورؐ کا طریقہ کیا تھا۔

ہر بات مشکوک ہوگئی جب کہ اللہ اور رسول کی سنت میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ہاں رسول کی سنت میں تبدیلی ہوسکتی ہے۔وہ بھی اللہ کے حکم سے مگر اللہ کا حکم بدلتا نہیں جو حکم اللہ کا ہے اس پر ہر آدمی نے عمل کیا۔اس کے علاوہ رسول کی سنت میں فرق نہیں ہوتا۔اگر رسول ہی اپنی عادت (سنت) میں فرق کرنے لگیں تو پھر کیسے انسان ایک راستہ پر رہ سکتے ہیں اور اس اختلاف پر کیسے اللہ اپنے بندوں کو سزا دے سکتا ہے۔کیونکہ یہ اختلاف رسول کی مختلف سنت سے ہوا مگر یہ نہیں اللہ اور رسول نے انسان کو ایک رستہ پر رہنے کی تاکید کی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلمانو! تم ایک رہنا اختلاف نہ کرنا اور اگر اختلاف کرو گے تو تم مغضوب ہو جاؤ گے، تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔اور اللہ نے اپنے قرآن کی بہت سی آیات میں اختلاف کو برا بتلایا ہے۔

ایسی حالت میں حضورؐ بھی اپنے عمل میں تبدیلی نہیں کر سکتے اور کریں گے تو اللہ کے حکم سے اور اس کی خبر سارے مسلمانوں کو کرنی ہے۔مگر آج ہمارے یہاں قدم قدم پر اختلاف ہے۔ہر آدمی جو اس پر ہے اس کو ہی سنت مانتا ہے اور خوش ہے۔دوسرے کو گمراہ،اس کی اصل وجہ احادیث ہی ہیں۔ورنہ سنت نے ایک ہی طریقہ بتلایا تھا۔پھر روایت کے مداخل نے اس طریق کو جنبش دیدی اور مسلمانوں کو الگ الگ کر کے مغلوب کر دیا۔ان باتوں پر ہر آدمی غور کرے اور فیصلہ کرے کہ حقیقت کیا ہے اور نجات کہاں ہے کیونکہ اللہ نے عقل سلیم عطا کی ہے۔یہ ہیں وہ تین چیزیں جس پر آدمی کی نظر رہنی چاہئے۔

اجماعِ امّت

قرآن وسنت کے بعد تیسرا نمبر اجماع امت کا آتا ہے۔یہ طے شدہ امر ہے کہ جس مسئلہ

میں اکابرین امت میں اتفاق رائے ہوجائے ۔اس کی پیروی تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ دراصل اجماع امت سے مراد کسی مسئلہ میں امت کا متفق ہونا ہے۔ یوں تو ایسے مسئلہ بہت ہیں مگر یہاں صرف دو کا ذکر کیا جارہا ہے۔غور کریں نمبر ا باغ فدک نمبر ۲ حضرت عمر فاروق اعظمؓ ۔ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ تمام مکاتب فکر کے علماء اپنے اختلافات کو چھوڑ کر قرآن اور سنت کی ہر بات پر متفق ہوتے لیکن ایسا نہ ہو کر صرف اتنا ہوا کہ سنی علماء جس مسئلہ پر متفق الخیال ہوں اسے ان کے پیرو اجماع امت کا نام دیتے ہیں اور شیعہ علماء جس بات پر متفق و ہم خیال ہیں اس کو ان کے پیرو اجماع امت تسلیم کرتے ہیں ۔اس طرح ایک نیا مسئلہ تو یہ پیدا ہوا کہ امت ایک نہ رہ کر دو ٹکڑوں میں بٹ گئی ایک سنی، دوسرا شیعہ ۔اورانہوں نے ایک لاعلاج کینسر کی شکل اختیار کرلی ۔جس کی وجہ سے امت مسلمہ کا شیرازہ بکھر گیا ۔خیر اس بات پر علماء کرام غور کریں کہ کیا یہ ٹکڑے دین اسلام کے مزاج کے مطابق ہیں یا خلاف ۔

باغ فدک

فدک اس جائیداد کا نام ہے جو سرورکونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے یہودیوں سے بغیر لڑے دلوائی تھی ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس جائیداد کے بارے میں ایک تنازعہ رونما ہوا ۔حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کے مشورہ سے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ وقت کے یہاں دعویٰ کیا کہ یہ جائیداد میرے والد کی ہے اس لئے اسے میرے حوالے کیا جائے ۔(شیعہ اور سنی دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے دعویٰ کیا تھا اس لئے بلاشبہ یہ اجماع امت ہوا) اس دعویٰ کو سن کر حضرت ابوبکر نے ایک روایت پیش کی جس کا مطلب یہ ہے کہ نبی جو بھی مال ومتاع چھوڑتے ہیں وہ وارثوں کو نہیں ملتا بلکہ وہ صدقہ ہوتا ہے ۔

سنی علماء کا فیصلہ ہے کہ اس روایت کو سن کر حضرت فاطمہؓ اپنے دعویٰ سے بخوشی دست بردار ہوگئیں ۔لیکن شیعہ علماء کا فیصلہ ہے کہ وہ راضی نہ ہوئیں اور گواہ وغیرہ پیش کیے نتیجتاً باقاعدہ مقدمہ چلا ۔انجام کار وہ جائداد حضرت فاطمہؓ کو نہ ملی ۔اسی لئے حضرت فاطمہ اور حضرت علیؓ تینوں خلفاء سے ناراض رہیں اور آج تک شیعہ حضرات قریب قریب سارے صحابہ کرام سے ناراض ہیں ۔

اجماع امت کے پیش نظر اس دعویٰ سے انکار کا کوئی جواز معلوم نہیں ہوتا تاہم شک ضرور ہے ۔اس دعویٰ کو تسلیم کرتے ہوئے اگر غور کیا جائے تب بھی امت کے لئے ایک اچھا پہلو نکل سکتا ہے

وہ یہ کہ امیر وقت نے جو فیصلہ کردیا شریعت کے مطابق اس کو ہر چھوٹا بڑا ماننے پر مجبور ہیں۔ جیسے علی و فاطمہ نے تسلیم کرلیا اور رہتی دنیا تک یہ ایک نظیر ہو مگر یہ اللہ کے کلام سے ہٹ کر بات ہوئی اللہ اپنے کلام میں اس مفروضہ واقع سے پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور صاحب امر کی جو تم میں سے ہو گویا کہ وہ مومن ہو پھر اللہ کے حکم کے مقابلے میں ہمیں اس نظیر کی کیا ضرورت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کیا فدک کے بارے میں قرآن شریف میں کوئی حکم نہیں ہے جس کی وجہ سے اس دعوے کی نوبت آئی اور یہ سمجھا ہو کہ آئندہ امت مسلمہ کے لئے صحابہ کرام کی موجودگی میں اس جائیداد کا فیصلہ ہو جائے جس کو اللہ کا رسول بلا فیصلے کے چھوڑ گئے۔ (نعوذ) اس مقدمے سے امت کو یہ جان کاری ہو جائے کہ یہ جائداد حقیقت میں رسول کی تھی یا کسی اور کی۔

سورہ حشر آیت ۶ تا ۱۰ ''اور جو مال اللہ نے ان کے قبضہ سے نکال کر اپنے رسول کی طرف پلٹا دیئے وہ ایسے مال نہیں ہیں جس پر تم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے ہوں بلکہ اللہ اپنے رسول کو جس پر چاہتا ہے تسلط عطا فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جو کچھ بھی اللہ بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسول کی طرف پلٹا دے وہ اللہ اور رسول اور رشتہ داروں اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے لئے ہے تا کہ وہ تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ (نیز وہ مال) ان غریب مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور جائدادوں سے نکال کر باہر کردیئے گئے ہیں یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی حمایت پر کمر بستہ رہتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں (اور وہ مال ان لوگوں کے لئے بھی ہے) جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دارالہجرت میں مقیم ہیں یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں اور جو بھی ان کو دے دیا جاتا ہے اس کی کوئی حاجت تک اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لئے گئے ہوں وہی فلاح پانے والے ہیں (اور ان لوگوں کے لئے بھی ہے) جو ان اگلوں کے بعد آئے ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کوئی بغض نہ رکھ۔ اے ہمارے رب تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔''

ان آیتوں کے پڑھنے سے کچھ باتیں صاف طور سے ظاہر ہو رہی ہیں کہ یہ اللہ کہتا ہے جو

رسول تم کو دیدے وہ لے لو۔اور جس سے روک دے اس سے رک جاؤ۔اگر یہ جائداد خاص رسول کا حق ہوتا تو اور باتوں کی طرح جو رسول نے اپنی وفات سے پہلے نام بنام فرمائیں تھیں اور فیصلے کیے تھے۔اس جائیداد کے بارے میں بھی ایک اعلان کر دیتے کہ یہ جائیداد میری آل کی ہے اس لئے اس جائیداد کو میں اپنی آل کو دے رہا ہوں کوئی اس میں مداخلت نہ کرے اس بات پر بھی مقدمہ کی نوبت نہ آتی اور کون نالائق ایسا تھا جو اس اعلان کے ہوتے ہوئے اس جائیداد میں مداخلت کرتا کہاں مقدمہ۔دوسری بات یہ کہ ان آیتوں کے پڑھنے کے بعد میرے خیال سے ہر آدمی چاہے اس کا علم کتنا ہی کم ہو یہ ضرور جان لے گا کہ یہ جائیداد کن لوگوں کا حق ہے کیا یہ خاص رسول کا حق ہے یا اور کسی کا حق ہے۔ان آیات میں اللہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ بتلایا ہے کہ یہ کس کا حق ہے۔اللہ رسول۔رشتہ داروں۔یتامٰی۔مساکین۔مسافروں۔غرباء۔مہاجرین۔انصار اور قیامت تک آنے والے مومن۔مسلمانوں کا اگر ان کے علاوہ اور کسی کا حق ہو تو دونوں فرقے بتلائیں کہ یہ جائیداد اور کن کا حق ہے اور کہاں سے ثابت کرتے ہیں۔اس کے علاوہ یہ بات بھی ثابت کریں کہ اگر یہ مال آلِ نبی کا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اپنی آل کو کیوں نہ دے دیا جب کہ نبی کی کوئی آل نہیں۔۴۰/۳۳۔یا جان بوجھ کر یہ حق مسلمانوں نے حضرت فاطمہؓ کو نہ دیا۔(نعوذ) جو آدمی مرنے کے بعد مال ترکہ میں چھوڑتا ہے اس کے حق دار قرآن میں درج ہیں وہ یہ کہ ماں باپ لڑکا لڑکی بھائی بہن شوہر بیوی وغیرہ جب یہ مقدمہ دائر ہونا لکھا ہے اس وقت حضور کی ازدواج اور لڑکی بھی زندہ تھیں پھر وہ اس اپیل میں شریک کیوں نہیں ہیں؟ اس لئے یہ مقدمہ دائر نہیں ہوا سب کچھ جھوٹ ہے۔

قرآن میں جو تفصیل ہے اس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ مال حکومتِ الٰہی کے لئے وقف ہے کسی خاص انسان کا حق نہیں ہے اور نہ ہی کوئی انسان اگر وہ مومن ہے اس پر دعویٰ کر سکتا ہے۔اور انہی آیات سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اس کو کہاں خرچ کرنا ہے۔اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانون کا امیر اور حکومت ایک ہی رہتی ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے اور بعد کو چاروں خلیفہ تھے سارے مسلمانوں کے۔مسلمانوں کا الگ الگ امیر نہیں ہو سکتا اور وہ امیر اس جائیداد کو قرآن وسنت کی روشنی میں خرچ کرے۔الگ الگ مسلمانوں کی حکومت کو اگر جائز مان لیا جائے جیسے کہ اب ہیں تو بتلاؤ اس جائیداد سے اللہ کے بتلائے ہوئے طریقوں سے کتنے مسلمان فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔اس جائیداد کے علاوہ اور بھی تو جائیداد ہو سکتی ہے جس کو اللہ اس طرح دلا دے۔

اجماعِ امت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اس جائیداد کو اپنا حق مان کر

دعویٰ کیا اور حضرت ابو بکرؓ نے ایک روایت سے اس دعویٰ کو رد کر دیا۔ اگر اس اجماع کو صحیح مان لیا جائے جیسا کہ حکم ہے تو قرآن کی جان کاری نہ تھی اور انھوں نے ان آیتوں کو نہ سمجھا اس وجہ سے حضرت فاطمہ نے دعویٰ کر دیا اور حضرت علی نے نہ روکا اور حضرت ابو بکر نے اس کے رد کے لئے صرف ایک مجرد روایت پیش کر دی۔

(۲) دوسرے یہ کہ حضرت علی و فاطمہ قرآن کی بات کو نہ مانتے تھے؟

(۳) یہ کہ یہ حضرات قرآن کی بات بھی مانتے تھے اور قرآن کے عالم بھی تھے مگر یہ آیات اس وقت قرآن میں نہ تھیں یا تو بعد کو لکھ دی گئیں یا بعد کو نازل ہوئیں (نعوذ باللہ) اور بعد والوں نے ان آیتوں کو دیکھ کر ثابت کیا کہ یہ جائیداد حضرت فاطمہ کا حق نہیں ہے۔ بلکہ حکومت الٰہی کے لئے وقف ہے۔

(۴) اور یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اس قرآن کو نہ تو صحابہ نے سمجھا اور نہ بعد والے مسلمان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً سو سال بعد سے لے کر چار سو سال تک کے حضرات نے ہی سمجھا تھا اب قیامت تک اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور جو کچھ اس عرصہ کے علماء کرام لکھ گئے ہیں۔ بس وہی اسلام ہے سمجھ کیوں نہیں سکتا۔ صحابہ کرام نے بہت اچھی طرح اس قرآن اور سنت رسول کو سمجھا مگر افسوس بعد والوں نے اس کو ختم کر کے اپنی منشا ہی ہمارے لئے ضروری کر دی۔

اس مقدمہ کو صحیح مان لینے سے ان حضرات پر اور ساتھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا الزام عائد ہوتا ہے مگر حقیقت اس کے خلاف ہے وہ یہ کہ یہ حضرات قرآن کے عالم تھے۔ حضورؐ کے تربیت یافتہ تھے وہ ہر وقت قرآن وسنت کی پیروی کرتے تھے اور اللہ سے ڈرتے تھے۔ ایسی حالت میں کون یہ تصور کر سکتا ہے کہ حضرت فاطمہ نے اتنی کھلی آیات کے ہوتے ہوئے اس جائیداد کو لینے کے لئے دعویٰ کیا ہوگا، ہرگز نہیں۔

حضرت فاطمہؓ نے کوئی دعویٰ نہیں کیا اور اگر آپ اب بھی اس دعویٰ کو تسلیم کرتے ہیں تو دوسرے معنیٰ میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حضرات قرآن سے ناواقف تھے مگر میری طرح آپ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حضرات قرآن سے پوری طرح واقف اور عامل تھے تو آپ کو کھلے الفاظ میں یہ اعلان کرنا چاہیے کہ حضرت فاطمہؓ نے کوئی دعویٰ نہیں کیا۔

یہ جو کچھ لکھا ملتا ہے سب ایک دھوکا ہے اور اس پر اجماع بھی غلط ہے۔ یہ سب منافقوں اور شیعہ حضرات کی طرف سے حضرات صحابہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت اور الزام تراشی ہے اور نفس پرستی کی واضح دلیل۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حقیقت تسلیم کرنے کی توفیق دے۔

حضرت عمر فاروق اعظمؓ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ مسلمانوں میں انتہائی بلند ہے۔ آپ کے اسلام قبول کرنے سے اسلام اور مسلمانوں کو بڑی تقویت ملی اور مسلمان کھل کر عبادت کرنے لگے۔ آپ ایک بہادر جرأت مند اور صاحب الرائے شخص تھے۔ آپ بھی مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والے اصحاب میں سے ایک تھے۔ ایک بار مدینہ میں ایک یہودی اور ایک مسلمان میں کسی بات پر تنازعہ ہوگیا۔ جس کا فیصلہ رسول اکرم نے یہودی کے حق میں دیا۔ کیونکہ یہودی حق پر تھا۔ مگر مسلمان نے اس فیصلے کو تسلیم نہ کیا اور یہودی کو لے کر حضرت عمرؓ کے گھر جا پہنچا۔ آواز دینے پر حضرت عمرؓ باہر تشریف لائے۔ معلومات کرنے پر پتہ چلا کہ تنازعے کا فیصلہ کرنا ہے جس کا فیصلہ رسول اللہ یہودی کے حق میں کر چکے ہیں۔ اتنی بات سن کر حضرت عمر اندر گئے اور تلوار اٹھا لائے اور اس مسلمان کی گردن اڑادی اور فرمایا کہ جو مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تسلیم نہیں کرتا اس کے لئے عمر کا فیصلہ یہ ہے۔ اس واقعے کو سن کر رسول اللہؐ نے حضرت عمر کو فاروق خطاب سے نوازا اس طرح حضرت عمر حضرت فاروق ہو گئے۔

فاروق کے معنی حق و باطل میں فرق کرنے والا کے ہیں اور پھر یہ خطاب بھی اللہ کے آخری رسول نے عطا فرمایا یہ بھی ایک خاص اہمیت کی بات ہوئی جو یقیناً کسی خاص اہمیت کی شخصیت کے ساتھ ہی وابستہ ہو سکتی ہے۔

بعد کو جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین ہوئے تو ان کی فہم و فراست اور مسلمانوں کے اتحاد اور اللہ کی مدد سے اتنی اور ایسی فتوحات حاصل ہوئیں جس کی مثال تاریخ زمانہ پیش کرنے سے آج بھی قاصر ہے۔ ان فتوحات نے حضرت عمر فاروق کو حضرت عمر فاروق اعظم بنادیا۔ وہ شخصیت جس کی تربیت حضورؐ نے کی ہو۔ جسے فاروق کا خطاب عطا کیا ہو۔ وہ ضرور ان کا حق

ادا کرے گا اور بلاشبہ انہوں نے حق ادا کیا جس کی تاریخ شاہد ہے۔

حضرت عمر فاروق سے منسوب کچھ واقعات کتابوں میں مرقوم ملتے ہیں۔ آیئے انہیں کی واقعیت پر غور کریں۔

ایک واقعہ یوں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کو حکم دیا کہ جاؤ اعلان کردو کہ جو کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس پر حضرت عمر فاروق اعتراض کرتے ہیں۔ اور علماء کرام اس اعتراض کو صحیح ثابت کرنے کے لئے زمین آسمان ایک کر دیتے ہیں۔

اس ضمن میں ایک بات تو یہ ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اللہ کا رسول کچھ بھی اللہ کی مرضی یا حکم کے بغیر نہیں کہتا اور نہ ہی وہ اللہ کے کسی حکم کو اپنے طور پر منسوخ کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اگر واقعہ ظہور پذیر ہوا تو یقیناً نزول وحی کے بعد اعلان کرایا گیا ہوگا اور دوسری وحی کے بعد اعلان رد کیا گیا ہوگا۔ مگر اس وحی کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔ اغلب گمان یہ ہے کہ یہ واقعہ کسی سازش کے تحت گڑھا گیا ہے اس سے منافقت کی بو آتی ہے۔

ایک واقعہ صلح حدیبیہ کے متعلق مرقوم ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس صلح پر یہ کہہ کر اعتراض فرمایا کہ جب آپ حق پر ہیں پھر دب کر صلح کیوں کر رہے ہیں دوسرا واقعہ یہ ملتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نزع کے وقت کاغذ اور قلم دوات طلب فرمائی۔ اور فرمایا کہ میں ایسی بات لکھوا دوں گا جس کے ہوتے ہوئے امت کبھی گمراہ نہ ہوگی۔ مگر حضرت عمرؓ نے کاغذ قلم پیش نہ کرنے دی۔

اگر یہ واقعہ درست مان لیا جائے تب بھی قابل اعتراض ہوسکتا ہے۔ وہ تحریر بلاشبہ رہتی دنیا تک ایک سند کے طور پر استعمال ہوتی اس لئے اس کا وجود میں نہ آنا منشاء خداوندی کی دلیل ہے۔ اگر وصیت خاتم النبیینؐ کا وجود میں آنا، منشاء خالق کائنات ہوتا تو دنیا کی کوئی طاقت اسے وجود میں آنے سے نہ روک سکتی۔ اس معاملہ میں حضرت عمرؓ کو مورد الزام ٹھہرانا محض ہماری کج فہمی ہی کا ثبوت ہے۔

اگر غور کیا جائے تو اس واقعے سے منافقوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اصل چیز جس سے مسلمان گمراہ نہ ہوتے وہ لکھنے سے رہ گئی جو عمر نے نہ لکھنے دی۔ تو حضورؐ سے حق رسالت ادا نہ ہوا اور اب امت مسلمہ ضرور گمراہ ہوگی دوسرے معنٰی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن ادھورا ہے اس سے وہ منشاء پورا نہیں ہوسکتا جو ہونا تھا یعنی امت راہ راست پر رہتی۔ دیکھیے ان واقعات سے بات کہاں تک جا رہی ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر سارے صحابۂ کرام پر ایک زبردست

الزام عائد ہوتا ہے۔

ایک روایت ہے کہ حضورؐ کے وصال کے بعد عمرؓ نے فرمایا کہ اگر کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی بات زبان سے نکالی تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔

اس واقعے کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں تاہم جس رنگ میں یہ لکھا ملتا ہے وہ بالکل غلط ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے ہر ذی شعور کو اظہار رائے کی آزادی دی ہے۔ جہاں تک وصال سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پر گردن زدنی کی بات ہے اس میں زبردست مصلحت پوشیدہ ہے اور ہوش وحواس میں یہ بات کہی گئی حضرت عمرؓ کا دماغ مفلوج نہیں تھا بلکہ ان کی فراست بڑی تیزی کے ساتھ کام کر رہی تھی۔

یہ موقعہ واقعی قوم کی دل برداشتگی اور انتشار کا سبب بن سکتا تھا پتہ نہیں کتنے آدمی امارت کے دعویدار ہوتے۔یا کوئی دشمن حملہ بھی کرسکتا تھا اس لئے جانشین کے طے ہونے تک اخفاء راز نہایت ضروری اور دانشمندانہ فعل تھا۔جس کی اہمیت عصر حاضر کی نام نہاد تعلیم یافتہ دنیا آج تقریباً چودہ سو سال بعد جان پائی ہے کہ ایسے موقعے پر کیسے کام کیا جاتا ہے اسے عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت محسوس کرلیا تھا۔یہ ان کی خداداد فہم وفراست کی دلیل ہے۔

زیادہ دور کی بات نہیں اپنے ملک بھارت کی بات لو جب محترمہ اندرا گاندھی وزیراعظم ہند پر بہت قریب سے اسٹین گن سے حملہ کیا اور تقریباً تینتیس یا چونتیس گولیاں ان کے جسم کو لگی تو کون یہ یقین کرسکتا ہے کہ وہ زندہ رہ گئی ہوں گی مگر ان کو شفاخانہ میں داخل کیا گیا اور اعلان کیا کہ وزیراعظم ٹھیک ہیں اور علاج ہورہا ہے۔ایسا کیوں اس لئے کہ جانشین دور تھا اس کے آنے تک اخفاء راز ضروری تھا اگر ایسا نہ کرتے تو ملک افراتفری کا شکار ہو جاتا۔ہوسکتا تھا کہ کوئی دشمن ملک پر حملہ کر دیتا۔

جب جناب راجیو گاندھی آگئے اور حلف برداری کا کام مکمل ہوگیا تب اعلان کیا کہ وزیراعظم جناب اندرا گاندھی کا انتقال ہوگیا۔یہ ہے وہ راز جس کو عمرؓ نے اپنی فہم وفراست سے جان لیا تھا۔تب فوراً حضرت ابوبکر کو امیر بنا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی جن کو نبی اپنی زندگی میں ہی مشورے سے نامزد کر گئے تھے۔اور جس خطرے کی وجہ سے حضرت فاروق اعظمؓ نے اعلان کیا تھا وہ آتے آتے رہ گیا۔دیکھا فراستِ عمرؓ کو جس کو مؤرخین نے نہ جانے کس رنگ میں تبدیل کر دیا۔

کچھ واقعات اس طرح کے اور بھی ملتے ہیں جیسے امیر لشکر کو تبدیل کرنا لشکر کو روک لینا۔ زکوٰۃ کو ملتوی کرنا۔طلاق مغلظہ جاری کرنا وغیرہ وغیرہ۔ہم نے نہ جانے کن مصلحتوں کے تحت

حضرت عمر فاروقؓ کی ذات کی طرف کیا کیا خرافات منسوب کر رکھی ہیں اور ہم ان واقعات سے ناواقف کیوں ہیں۔ جبکہ ہمارے پاس ان کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے دو چیزیں ہیں قرآن اور سنت۔ اللہ کا حکم بھی یہی ہے کہ اگر تمہارے درمیان کسی بات میں اختلاف ہے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف واپس کر دو، فیصلہ ہو جائے گا۔ مگر آج تک فیصلہ نہ ہوا بلکہ اور زیادہ اختلافات ہوتے جا رہے ہیں اس میں منافقوں کی ایک زبردست چال ہے وہ یہ کہ مسلمان کسی طرح اصل دین سے دور ہو کر غلط راستہ پر گامزن ہو جائیں اور اللہ ناراض ہو جائے منافق اپنی چال میں کامیاب ہو گئے۔ آج مسلمان بہت پریشان ہے منافقوں نے ایسے قانون بنائے کہ مسلمانوں نے ان کو مان لیا۔ پہلا کام انھوں نے یہ کیا کہ قرآن کی تفسیر ایسے طریقہ سے کی کہ اس میں اسرائلیات غالب آگئی۔ دوسری یہ کہ روایات کو پہلا درجہ دیا کہ قرآن کو ان سے سمجھو اور جو کوئی براہِ راست قرآن کو سمجھتا ہے وہ گمراہ ہے۔ بھلا قرآن کو بغیر ان روایات اور تفسیر کے کیسے سمجھا جا سکتا ہے گویا قرآن کو تیسرے نمبر پر لا کر رکھ دیا جبکہ قرآن پہلے درجہ پر ہے اور ان سب باتوں کو قرآن سے سمجھنا ضروری ہے کیونکہ قرآن میں ہر ضروری بات کی تفصیل ہے اور اللہ کا کلام ہے اس میں کوئی کمی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت میں اس کی تشریح کی ہے مگر قرآن سے ہٹ کر نہیں۔ جب تک ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ قرآن کی حیثیت اول اور روایات کی ثانوی ہے۔ جب تک کام نہیں چلنے کا۔ یہاں میرا مطلب حدیث نبوی کا انکار نہیں۔ میں صحیح حدیث نبوی کو تسلیم کرتا ہوں اور یہ بھی کہتا ہوں کہ جو کوئی سنت رسول کو تسلیم نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں۔ تاہم غلط روایات کا جوں کا توں مان لینے کا قائل نہیں ان میں تمیز کرنا ضروری ہے اور علماء کرام سے درخواست ہے جو غلط روایات ہیں ان کی چھان بین کر کے صحیح حدیث نبوی قوم کے سامنے رکھیں۔

حاصل یہ ہوا کہ نہ تو حضرت عمرؓ نے صلح حدیبیہ پر اعتراض کیا اور نہ ہی وہ کلمہ والی بات ہوئی اور نہ ہی حضورؐ نے آخر وقت میں کاغذ قلم طلب کیا اور نہ ہی حضور کے وصال کے وقت اس قسم کی بات ہوئی جیسی لکھی ملتی ہیں اور نہ عمرؓ نے لشکر کو روکنے کی بات نہ سالار لشکر کو تبدیل کرنے کی بات۔ اور نہ ہی زکوٰۃ کو ملتوی کرنے کی بات۔ نہ بیس رکعت تراویح کی رائج کی اور نہ ہی طلاق مغلظہ جاری کی وہ کیسے کرتے جبکہ وہ حضورؐ کے ہر عمل کو اللہ کا حکم تصور کرتے تھے اور حضور کی بات نہ ماننے پر ہی ایک مسلمان کو قتل کر دیا تھا جس پر فاروق کا خطاب عطا ہوا تھا۔ پھر ہم یوں کیوں تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایسے تھے ویسے تھے وہ بالکل فاروق اور مومن تھے۔ ان کے اوپر الزام لگانے والے خود گنہ گار ہیں اور تہمت

لگانے کے مرتکب ہیں اس لئے ان پر اسّی کوڑے کی سزا لاگو ہونی چاہئے ایسا الزام حضرت عمرؓ پر کیوں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات حضرت عمرؓ سے بہت ناراض ہیں۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے لئے ایسی باتیں لکھیں جن میں بظاہر عمرؓ کی تعریف بھی شامل ہو اور برائی زیادہ ہو تو سنی علماء حضرات بھی ہماری لکھی باتوں کو مان لیں گے اور اسی قسم کی موضوع روایات لکھ دیں۔ مگر شیعہ اور سنی دونوں ایک ناؤ کے سوار ہیں کوئی خاص فرق نہیں۔ صرف کھانے کمانے کے لئے فرق کر رکھا ہے ورنہ دونوں ایک ہیں اللہ رحم کرے۔

تحفظ ختم نبوت

تحفظ ختم نبوت ایک مسئلہ ہے۔ ایک سوال ہے۔ اس طرح سے کہ اللہ ایک ہے مگر اللہ ایک ہونے کے باوجود بھی اس دنیا میں بہت انسان اللہ کو ایک نہیں مانتے۔ اور بہت لوگ اللہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ اسے تسلیم نہ کرنے یا ایک نہ ماننے سے اللہ کی ذات پر کوئی عیب نہیں آتا۔ بلکہ نہ ماننے والے ہی نقصان میں ہیں اللہ ان کو خود سزا دے گا۔ سزا ناراض ہونے پر ہی دی جاتی ہے۔ مگر ناراض ہونے کے ساتھ اللہ نے کسی کو یہ اجازت بھی نہ دی کہ جو انسان مجھے نہ مانتے ہوں میرے ماننے والے ان کو زبردستی منوائیں جو مانے گا اپنے لئے، نہ مانے گا اپنے لئے، اسی طرح آخری نبی کا مسئلہ ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخری نبی کیوں اور کون؟ آخری نبی کیوں؟ اللہ نے اس دنیا کو پیدا کر کے انسانوں کی بھلائی کے لئے بہت سے نبی مبعوث کیے اور اپنے پروگرام کے مطابق ان سے کام لیا۔ جب دنیا کا ذہن ٹھیک ہو گیا تب اللہ نے اپنی آخری شریعت کے ساتھ اپنا آخری نبی بھیج دیا۔ اس کے بعد اب نہ کوئی شریعت آنی ہے اور نہ کوئی نبی۔ اور وہ نبی ہے کون وہ ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ محمدؐ پر دین مکمل ہو گیا۔ غالب [۱] ہو گیا جس کی شہادت کلام پاک دے رہا ہے اور قیامت تک اس شریعت میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی اور ہر نیک بندے کو ماننی ہو گی بھلے ہی اس سے نافرمان بندے ناراض ہوں۔
تحفظ ختم نبوت پر قریب قریب ہر زمانہ میں بڑی معرکہ آرائیاں ہوتی رہی ہیں مگر اس کے باوجود بھی بہت سے انسانوں نے اپنے کو نبی بتلایا انکار بھی کیا گیا، جبکہ نہیں ہونا چاہئے۔ مگر جس طرح سے اللہ کو ایک نہ ماننے یا بالکل ہی نہ ماننے سے اللہ کی ذات پر کوئی عیب نہیں۔ اسی طرح چھوٹے آدمیوں کی طرف سے نبوت کا دعویٰ کرنے سے یا حضورؐ کو نبی تسلیم نہ کرنے سے حضورؐ کے آخری نبی

[۱] اللہ اپنے دین کو کب غالب کرتا ہے اور کیسے کرتا ہے۔ غالب جب ہوتا ہے جب وہ مکمل ہو جائے۔ اور جس نبی پر وہ مکمل ہوتا

ہے وہ نبی آخری ہوتا ہے۔ دین اسلام آخری نبی حضورؐ پر مکمل ہوگیا اس لئے اللہ نے دین اسلام کو حضورؐ کے ذریعہ غالب کردیا مگر ہمارے یہاں اس کے خلاف یہ لکھا ملتا ہے کہ دین مسیح موعود کے ذریعہ غالب ہوگا جو آخر میں نازل ہوں گے۔ امام مہدی اور مسیح موعود مل کر دین کو غالب کریں گے۔ اس عقیدے کے مطابق تو آخری نبی حضرت عیسیٰؑ کو ماننا پڑتا ہے۔ مگر یہ غلط ہے آخری نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مسیح نہیں آنے کے ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس کی بحث باب مسیح موعود میں ہوگی۔

ہونے پر کوئی عیب نہیں آتا ہے یہ تو دنیا ہے پتہ نہیں کون کیا کرتا ہے کیا کہتا ہے اللہ سب کو دیکھ رہا ہے۔

ختم نبوت کو آنچ اس وقت آتی ہے جب آخری نبی کے ماننے والے تحفظ ختم نبوت پر جہاد کرنے والے اس آخری شریعت کو اپنی مرضی کے مطابق اختلافی شکل میں مانتے ہوں بھائی جھوٹے تو حضورؐ کو مانتے ہی نہیں ان سے ہمارا کیا مطلب ہمارا مطلب تو ماننے والوں سے ہے جس طرح اللہ حکم دیتا ہے اگر اس طرح ہم مان رہے ہیں تو ہم نے صدق دل سے تسلیم کرلیا کہ آخری نبی محمدؐ ہیں اور اگر نہ مانا تو ہمارا دعویٰ جھوٹا ہے کیونکہ اللہ کی شریعت جب ہی بدلتی ہے جب کوئی نبی آتا ہے اور جب تک کوئی نیا نبی نہیں آتا اس وقت تک پہلے نبی کی شریعت ہی مانی جائے گی اور اگر وہ آخری نبی ہے تو پھر شریعت نہیں بدلتی مگر ہم نے پتہ نہیں کتنے قانون قرآن کے خلاف مان رکھے ہیں جیسے طلاق مغلظہ۔ بھلا قرآن میں کہیں ذکر ہے اس طلاق کا قرآن میں صرف دو طلاق کا ذکر ہے طلاق رجعی اور طلاق بائن پھر یہ تیسری طلاق کہاں سے اور کیوں؟ اور اگر ہے تو ضرور کسی نبی کے ذریعہ اللہ نے اپنی پہلی شریعت جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی ، تبدیل کردی جب شریعت تبدیل ہوگئی تو یہ بھی پتہ چلنا چاہیے کہ وہ نبی کون ہے جس کے ذریعہ یہ طلاق اللہ نے جاری کردی۔ جس کے لئے قرآن میں جگہ نہ تھی۔ بہت کچھ تلاش کے بعد زبانی بھی اور کتابوں سے بھی پتہ چلا کہ حضور ؐ کے زمانہ میں طلاق مغلظہ نہ تھی حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں طلاق مغلظہ نہ تھی۔ حضرت عمرؓ کے شروع دو ڈھائی سال تک طلاق مغلظہ نہ تھی۔ بعد کو یہ طلاق حضرت فاروق نے جاری کردی کس حکم سے؟ تبدیلی تو اللہ کے حکم سے آتی ہے اور نبی کے ذریعے تو ماننا پڑے گا کہ حضرت عمر پر اللہ کی وحی آئی جس سے یہ طلاق رائج ہوئی۔ اور جب یہ مان لیا کہ یہ حکم صحیح ہے تو دوسرے الفاظ میں یہ بھی تسلیم کرلیا کہ حضور عمر نبی ہیں اور حضورؐ آخری نبی نہ ہوئے۔ (نعوذ باللہ)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس وحی سے یہ طلاق رائج ہوئی وہ حکم اور وحی کہاں لکھی ہے ذرا وہ بھی دکھلاؤ تب بات پکی ہوجائے گی۔ اور اگر آپ نہ دکھلا سکے تو آپ سارے کے سارے جھوٹے۔ ویسے آپ کی بہت سی کتابوں میں یہی لکھا ملتا ہے کہ طلاق مغلظہ جائز ہے مگر وہ کتابیں

ؐ ایک وقت کی تین طلاقیں جس کو طلاق مغلظہ کہتے ہیں۔ اور جس کو قبول کرلیا ہے۔ اس سے حضورؐ کتنے ناراض ہوئے ذرا اس

کو بھی پڑھو اور فیصلہ کرو کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔

حضرت محمودؓ بن لبید فرماتے ہیں کہ حضورؐ کو ایک شخص کی خبر دی گئی کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک وقت میں تین طلاق دیدی۔ آپ اس خبر کو سنتے ہی غصہ کی وجہ سے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کیا میری موجودگی میں کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے اس پر ایک شخص کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ کیا رسول اللہ اس شخص کو قتل نہ کردوں۔ (نسائی شریف)

انسانوں کی لکھی ہیں۔ ان سے میرا مقصد نہیں ہے میرا مقصد کتاب اللہ سے ہے کہ وہ کتاب کہاں ہے جس میں یہ حکم نازل ہوا۔

بحث کا مطلب یہ ہے کہ آخری نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ طلاق رائج نہ کی بلکہ بعد کو منافقوں نے حضرت عمرؓ کے نام سے اس کو رائج کر دیا وہ یہ جانتے تھے کہ اگر ہم عمرؓ کا نام لے کر کوئی بات رائج کردیں تو مسلمان آنکھ بند کر کے مان لیں گے جبکہ عمرؓ ان باتوں سے پاک تھے وہ ہر کام میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے تھے۔

طلاق مغلظہ کی طرح بہت سے قانون قرآن کے خلاف ہیں جن کو ختم کر کے صحیح معنوں میں ختم نبوت کا تحفظ کر سکتے ہیں۔ میری سارے اکابرین ملت سے پرزور اپیل ہے کہ اگر اس مسئلہ کو حل کرنا ہے تو یہ ضروری ہے کہ سارے مسلمانوں کے لئے قرآن وسنت کے مطابق ایک ہی قانون رائج کرنا ہوگا اور یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ نبی کے بعد کسی کو یہ حق نہیں کہ اپنی طرف سے اجتہاد کر کے کوئی نیا مسئلہ بنا دے جبکہ اللہ نے اپنے نبی کو بھی اس بات سے منع کیا کہ تم کو بھی یہ حق نہیں کہ میری وحی اور قانون کے خلاف کوئی بات کہو یا عمل کرو۔ تو عام انسانوں کی کیا مجال! قرآن پڑھنے کے بعد حضرت عمرؓ یہ کیسے ہمت کر سکتے تھے کہ یہ طلاق رائج کرتے۔ یہ سب ایک سازش ہے۔

اوپر ایک لفظ منافق کا آیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت جگہ آیا ہے۔ بات صاف نہیں ہوئی۔ اس طرح لکھنے سے بات کچھ الجھ جاتی ہے اور ہر آدمی یہ رائے قائم کر سکتا ہے کہ اس نے سارے کے سارے اکابرین کو منافق لکھ دیا۔ جس میں ائمہ کرام بھی آ گئے۔ مگر میری طرح سے آپ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ائمہ کرام اور مخلص علماء کرام نے کبھی قرآن وسنت کے خلاف نہ تو عمل کیا اور نہ ہی فرمایا۔ ہمیشہ انھوں نے یہ ہی کہا کہ اگر میری بات قرآن وسنت کے خلاف ہو تو اس کو چھوڑ دو اور نہ انھوں نے اپنے زمانہ میں دوسروں سے مناظرے کیے۔ نہ کسی کو کافر بتلایا اور نہ ہی یہ کہا کہ تم حنفی مالکی شافعی حنبلی جعفری وغیرہ بن جاؤ۔ نہ اس زمانے کے مسلمانوں نے ایسی حرکت کی۔ یہ سب بعد کی پیداوار ہے۔ یہ ہم کو غور کرنا ہے مگر میں نے کتابوں میں دیکھا کہ یہ فقہ اور یہ مذہب ائمہ کرام نے ہی اجتہاد کر کے مدون کیے ہیں جس کو پڑھ کر میں نے اپنی کتاب ''کیا حسین خواب ہے یہ مگر تعبیر'' میں لکھا

تھا کہ ان اماموں نے اپنے فقہ مدون کیے جواب تک چل رہے ہیں یہ اس لئے لکھا تھا کہ علماء کرام اس بات کی تردید کریں کہ تو نے یہ بات غلط لکھدی۔ اماموں نے کوئی فرقہ نہیں بنایا نہ انھوں نے اس طرح کی تفریق کی۔ وہ نیک اور ایک تھے اور قرآن وسنت کے پابند تھے اور یہ حقیقت ہے۔ مگر افسوس صد افسوس اس بات کی تردید علماء کرام کی طرف سے نہ ہوئی بلکہ شدت کے ساتھ یہ ہی سننے کو ملا کہ یہ فرقے اور فقہ خاص اماموں نے ہی بنائے ہیں۔ یہ رویہ دیکھ کر مجھے ہی اپنی بات کی تردید کرنی پڑ رہی ہے کہ ان ائمہ کرام نے کوئی اس طرح فرقہ بازی کی بات نہ کی۔ بعد کو منافقوں نے ان حضرات کا سہارا پکڑ کر غلط باتیں لکھ دیں۔ نمک مرچ ملا کر ادھر نیک اور مخلص بندے ان منافقوں کو اپنی طرح نیک اور مخلص سمجھ کر ان کی باتوں میں آگئے اور دھوکا کھا گئے۔ مگر مومن کو اپنی خداداد فراست سے کام لے کر حق اور باطل میں فرق کرنا چاہیے۔ اس طرح آنکھ بند کر کے کوئی بات قبول نہ کرنی چاہیے جیسے اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

سورہ الفرقان ۲۵ آیت ۷۳۔ ''اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ کے احکام کے ذریعے سے نصیحت کی جاتی ہے۔ تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے۔''

اس آیت سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ کسی بھی بات کو سمجھ کر لینا اور غور کرنا ضروری ہے تب عمل ہونا اچھا ہے۔ دین اسلام کو قبول کرنے والوں کی صفت اللہ نے یہ بتلائی ہے کہ وہ عقلمند ہیں اور عقل سے کام لیتے ہیں۔ اس دین کو بے عقل قبول نہیں کرتے پھر ہم یہ کیسے تسلیم کر لیتے ہیں کہ ہر بات کو بغیر دلیل کے مان لیں جو انسانوں کی طرف سے ہیں۔ عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی بات ہو اور کسی کی طرف سے ہو اس کو آنکھ بند کر کے نہ مانے بلکہ اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت سے پرکھ کر دیکھ لیں اگر ان سے ملتی ہے تو درست اور اگر نہیں ملتی تو غلط۔ اب بھی وقت ہے کہ حق و باطل میں تمیز کریں اور قوم کو ایک راستے پر گامزن کر دیں جو قرآن اور سنت کا ہے۔

مسئلہ خلافت

خلافت کا مسئلہ بھی ایک زبردست اختلافی مسئلہ ہے۔ اور اس مسئلے سے جتنا نقصان عالم اسلام کو پہنچا ہے میرے خیال سے اوروں سے نہیں۔ کیونکہ شیعہ حضرات خلافت کا حق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف حضرت علیؓ اور اپنے اماموں کا مانتے ہیں اور یہ ہو نہ سکا تو ہر زمانہ میں تخریب کاری ہوتی رہی اور اب بھی یہ ایک زبردست تنازعہ ہے جس نے امت مسلمہ کے ٹکڑے کر دیئے۔

جس سے اللہ ناراض ہے۔

بقول شیعہ حضرات خلافت کا حق صرف اور صرف حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کا ہے اور ثابت کرتے ہیں۔حضورؐ نے فرمایا کہ اے مسلمانو اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور اولی الامر کی تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ ہم اللہ اور رسول کو جان گئے اولی الامر کو نہ جانے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اولی الامر سے مراد میرے بعد میرے بارہ امام ہیں جو حضرت علیؓ سے شروع ہو کر امام مہدی پر ختم ہوتے ہیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ محمدؐ نے خم غدیر میں اللہ کے حکم سے بہت بڑی تعداد کے سامنے آخری حج کی واپسی پر حضرت علیؓ کو اپنا خلیفہ اور وصی مقرر کیا تھا اور سارے صحابہ سے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت لی تھی کہ میرے بعد علی اللہ کے حکم سے تمہارے امیر ہوں گے۔جن کو اللہ نے مقرر کیا ہے جو اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔اس مجمع میں پہلے خلفاء بھی تھے دیکھو کتنا مشکل مسئلہ اللہ نے اپنے رسول کو حکم دے کر حل کر دیا۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ رسولوں کی طرح اللہ اپنے اماموں کو بھی نامزد کرتا ہے جب امام بھی اللہ نے مقرر کر دیئے تو ان کی اطاعت بھی اللہ کی طرح کرنی ضروری ہے مگر افسوس بعد کو مسلمانوں نے اللہ اور رسول کے حکم کو نہ مانا اور اپنی مرضی سے کام کیا اور حضرت علیؓ کو خلافت سے محروم کر دیا جو ایک بڑی کراہت والی بات ہے مگر کیا حقیقت بھی یہی ہے اس پر بھی غور کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ جب اللہ کسی اپنے بندے کو مقرر کرتا ہے تو اس کی اطاعت ضروری ہے وہ کسی صورت میں معطل نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ امام کسی تنازعے میں فریق ثانی کی حیثیت سے اللہ اور رسول کے قانونی دربار میں پیش ہو سکتا ہے کیونکہ وہ معصوم ہوا بلکہ ہر تنازع رسول کے یا رسول کے بعد وقت کے اماموں کی عدالت میں پیش ہوگا اور وہ امام قانونِ الٰہی کے مطابق اس کو حل کرے گا اور وہاں رسول کی سنت بھی کارفرما ہوگی مگر ان روایتوں کے خلاف اللہ کی کتاب کچھ اور کہتی ہے۔

سورہ نساء آیت ۵۹۔''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں (صاحب امر) پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔یہ ہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔''

اس آیت کو پڑھنے کے بعد یہ عقل میں آ جاتا ہے کہ اللہ کیا چاہتا ہے وہ یہ کہ اطاعت کرو اللہ اور رسول کی اور صاحب امر کی جو تم میں سے ہوں۔ضروری ہے مگر تنازعے کی صورت میں اطاعت

صرف اللہ اور رسول کی ہوگی صاحب امر کی نہیں بلکہ اس وقت امیر بھی ایک فریق کی حیثیت سے پیش ہوگا اللہ کے قانونی دربار میں جہاں پر رسول کی سنت بھی کافرما ہوگی۔ تنازعے کی صورت میں جب صاحب امر ایک فریق ہوگیا تو ثابت ہوا کہ صاحب امر کو اللہ نے مقرر نہیں کیا۔ اللہ نے صرف اپنے رسولوں کو ہی نامزد کیا ہے یا ایک بادشاہ حضرت طالوت کا نام ملتا ہے اس کے علاوہ اور کسی خلیفہ یا امام کو نہیں اور خاص طور سے حضورؐ کے بعد نہیں۔ ان آیات سے شیعہ حضرات کی وہ روایات باطل ہو جاتی ہیں جن میں یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ نے اپنے اماموں کو مقرر کیا ہے اگر اللہ مقرر کرتا تو ضرور یہ ہدایت دیتا کہ صاحب امر کی ہر صورت میں اطاعت ضروری ہے جیسے اللہ اور رسول کی مگر اللہ نے صاحب امر کی اطاعت معطل کردی۔ تنازعے کی صورت میں۔

لیکن اس طرح سے معاملہ صاف نہیں ہوا کیوں کہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر زمانے میں ہر جگہ حاکم رہے ہیں اور رہیں گے تو اس کا حل بھی اللہ کو ضرور بتلانا چاہیے جو بتلایا ہے کہاں کلام پاک میں۔

سورہ انعام آیت ۱۶۵۔ ''وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلہ میں زیادہ بلند درجے دیئے تا کہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔''

سورہ اعراف آیت ۱۲۵۔ ''قریب ہے وہ وقت کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور تم کو زمین میں خلیفہ بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔''

سورہ النور آیت ۵۵۔ ''اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور نیک عمل کریں تو وہ ان کو اس طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا۔''

سورہ النمل آیت ۶۲۔ ''کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔''

سورہ فاطر آیت ۳۹۔ ''وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور جو کوئی کفر کرتا ہے اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے۔''

سورۃ البقرہ آیت ۳۰۔ ''پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔''

سورہ بقرہ کی آیت سے ثابت ہورہا ہے صاف طرح سے کہ اللہ نے صرف اور صرف

حضرت آدمؑ کو تنہا خلیفہ بنانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا واحد کیوں؟ اس لئے کہ اللہ کی طرح خلیفہ بھی ایک وقت میں ایک ہی رہ سکتا ہے۔ بہت سے نہیں اور اس وقت حضرت آدم کے علاوہ اور کوئی انسان نہ تھا۔ بعد کو ان کی اولاد سے تمام انسان ہیں اور حضرت آدمؑ پیغمبر اور خلیفہ ہیں جیسا کہ حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ امام حضورؐ کے اہل بیت سے ہیں اس لئے خلافت کا حق صرف اولاد نبی کو ہے اور کسی کو نہیں مگر اس دعوے کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو اس وقت دنیا میں جتنے انسان ہیں وہ سب رسول اور خلیفہ کی اولاد ہیں اس لئے شیعوں کے مقابلے میں وہ سب بھی دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم بھی خلافت کے حقدار ہیں۔ تم تنہا کیوں ہم بھی رسول اور خلیفہ کی اولاد ہیں اور اللہ نے سب مومنوں کو خلیفہ بنایا ہے اور یہ بات کسی حد تک ٹھیک ہے مگر اللہ کے قانون سے ہٹ کر۔ اللہ نے خلافت کا حل بڑی اچھی طرح بتلا دیا ہے وہ یہ کہ اللہ کہتا ہے کہ اے لوگو تم میں سے جو ایمان لا کر مومن ہوں گے میں ان کو پہلوں کی طرح زمین میں خلیفہ بنا دوں گا اور ہر آیت میں صیغہ جمع کا ہے واحد نہیں تو سارے کے سارے مومن خلیفہ ہیں کوئی تنہا نہیں۔ اب ایسی صورت میں ہر ایک کا دعویٰ مسترد ہو جاتا ہے کہ میں تنہا خلیفہ ہوں۔ یا کوئی خاص خاندان مگر اس طرح زمین کا نظام صحیح طور سے نہیں چل سکتا۔ زمین میں بدامنی ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ زمین میں امن چاہتا ہے۔

دوسری بات ذہن میں یہ ذہنی چاہیے کہ اللہ نے اپنے کلام میں زیادہ تر قانون حتمی طریقے سے اٹل بنائے ہیں ان میں کوئی تغیر نہ ہوگا۔ جیسے ہیں ویسے ہی رہیں گے اور عمل میں آئیں گے۔ دنیا کے سارے انسان بھی ان میں ترمیم کرنا چاہیں تو ناممکن ہے کہ ان میں ترمیم کرے۔ مگر کچھ باتوں میں اللہ نے حاکم وقت کو اختیار دیا ہے کہ وہ قرآن اور سنت کی روشنی میں اور آپس کے مشورہ سے ان باتوں کو طے کرے اور ایک بات عام انسانوں کے اختیار میں دی ہے کہ وہ اپنے اس اختیار کو قرآن وسنت کی روشنی میں استعمال کریں جیسے اللہ نے سب مومنوں کو خلیفہ بنایا ہے مگر زمین کا نظام اس طرح سے ٹھیک نہیں رہ سکتا مگر ہر مومن اپنی جگہ پر خلیفہ ہے۔ تاہم نظام حکومت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایک آدمی امیر وخلیفہ ہو اور وہ منتخب ہے۔

اس لئے اللہ نے سارے مومن خلفاء کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے میں سے جس کو اچھا جانتے ہوں اور اس میں ساری اچھی صلاحیتیں ہوں۔ اپنے خلیفہ کے اختیارات اس کی طرف منتقل کر دیں اور وہ مومنوں کا خلیفہ ہوگا اور وہ خلیفہ قرآن وسنت کی روشنی میں کام کرے گا۔ اگر وہ منتخب کیا ہوا امیر صحیح کام نہیں کرتا تو پھر سب مومنوں کو یہ حق ہے کہ اس امیر کو معزول کر کے کسی دوسرے کو اپنا امیر بنائیں۔

مشورہ اور ایمان داری سے اگر ایمان داری نہ کی تو یہ عام خلیفہ بھی گناہ گار ہیں ۔ یہ ہے طریقہ خلیفہ مقرر کرنے کا اور اس طریقہ پر ہی کام کرتے ہوئے مسلمانوں نے اپنا پہلا دوسرا اور تیسرا اور چوتھا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ جو ٹھیک ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔ جیسے شیعہ حضرات کہتے ہیں۔

مگر افسوس خلفاء راشدین کے بعد مسلمانوں نے اسلام کی حقیقت ہی ختم کر دی اور ایک غلط راہ پر مسلمانوں کو ڈال دیا جس کے اثرات کافی دنوں کے بعد آج بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیے جا رہے ہیں۔ مگر پھر افسوس ہے کہ اتنی پریشانی کے بعد بھی اسلام کی حقیقت کو مسلمان تسلیم کرنے کو تیار نہیں اور اپنی وہ بات کہے جاتے ہیں کہ اختلاف امت رحمت مگر حقیقت میں اختلاف امت زحمت ہے جو آج ہمارے سب کے سامنے ہے۔

شانِ نزول

دنیا کی ہر زبان اپنی گرامر (صرف ونحو) اور لغت سے سمجھی اور پڑھی جاتی ہے۔ جیسے ہندوستان کا رہنے والا اگر انگریزی کو جاننا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ انگریزی پڑھے اور پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کی گرامر اور معنی یاد کرے ایسے ہی عربی ہے۔ تو عربی کی صرف ونحو اور معنی سیکھنے ضروری ہیں۔ اسی طرح ہر زبان کا یہی ایک قاعدہ ہے اس کے علاوہ نہیں اس طرح کوئی بھی کتاب جس زبان میں ہوگی وہ اسی قاعدے کے مطابق پڑھی جائے گی۔ ہر زبان کی لغت میں ایک ہی قاعدہ ہوتا ہے اگر سنسکرت کی کتاب پڑھنی ہے تو اس کے معنی اس کی لغت میں دیکھتے ہیں اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ کوئی دینی کتاب جس زبان میں ہے تو اس کے معنی لغت میں وہی ہوں گے اور دوسری کتابوں میں بھی معنی وہی ہوں گے یہ نہیں کہ دینی کتابوں میں اس لفظ کے معنی کچھ اور ہوں اور دوسری دنیاوی کتابوں میں یا بول چال میں اس کے معنی کچھ اور ہوں۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو اس زبان کو اچھی زبان نہیں کہیں گے بلکہ وہ زبان جاہلوں کی ہوگی اور زبان اپنی ہمہ گیری سے محروم ہوگی۔

مگر ان سب قاعدوں کے خلاف قرآن شریف کو سمجھنے کے لئے کچھ اور ہی قاعدے مقرر کر رکھے ہیں وہ یہ کہ عربی لفظ جو قرآن میں ہے اور وہی لفظ کسی دوسری کتاب میں ہے تو دونوں کے معنی میں فرق کر رکھا ہے۔ لغت عربی اور بنا رکھی ہے لغت حدیث اور لغت قرآن اور ہے لغت فقہ لغت نحو اور ہے۔

خدا جانے کیا کیا ہیں اس کے علاوہ قرآن کو سمجھنے کے لئے شان نزول، حدیث تفسیر حالات

وغیرہ ان سے جو بھی مطلب قرآن کا علماء کرام مقرر کر دیں بس وہ قرآن کا مطلب ہے بھلے ہی قرآن کے لفظ کچھ بھی مطلب بیان کر رہے ہوں۔ اور مزے کی بات یہ کہ ہر عالم اپنا مطلب الگ بیان کرتا ہے اور صحیح ثابت کرنے کے لئے بہت سی کتابیں دکھلاتا ہے اور بہت سے قاعدے۔ خیر جو بھی ہے آپ حضرات اس بات پر غور کریں کہ کیا یہ طریقے مقرر کر دینا قرآن کے ساتھ مذاق اور ظلم ہے یا نہیں۔ میرے خیال سے تو سراسر ظلم اور مذاق ہے جس کی سزا مل رہی ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ دوسری زبانوں کی طرح عربی اور قرآن کو سمجھنے کے لئے عجمی آدمی کو عربی زبان لغت عربی یعنی عربی زبان کے معنٰی اور صرف ونحو کی ضرورت ہے اور کسی چیز کی نہیں لیکن کچھ دیر کے لئے آپ کی بات تسلیم کیے لیتا ہوں جیسا آپ کہتے ہیں کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے اتنی باتوں کا جاننا ضروری ہے جن میں ایک شان نزول بھی ہے۔ تو اب شانِ نزول کو دیکھا جائے اس کی حقیقت کیا ہے اور وہ کس حد تک قرآن فہمی میں مددگار ہے۔

کتاب بخاری جلد دوم کتاب التفسیر سورہ ہود صفحہ ۸۱۴،۷۹۸-۱۷۔ ''ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا اور رسول خدا کے پاس آکر اس کو بیان کیا اور معافی چاہنے لگا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی واقسم الصلوٰۃ طرفی النھار۔ اس شخص نے کہا کیا یہ میرے واسطے ہے۔ آپ نے فرمایا میری امت میں جو نیک بندے ہیں ان سب کے لئے ان کی نیکی گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔''

اس شان نزول پر غور کیجئے اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے بھی اور بعد کو بھی ہر آدمی اجنبی عورت کا بوسہ لینا گناہ جانتا ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ نہیں جانتا تھا کہ اس گناہ کو کرنے کے بعد معاف کیسے ہو گا ہر آدمی ڈرتا تھا اور ڈر کی وجہ سے یہ گناہ بھی شاید کم ہوتا ہو۔ دیکھیے سب سے پہلے ایک آدمی نے اپنے دماغ سے ریل کا انجن بنایا جس سے آج دنیا کو بڑا فائدہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح سے ہر فائدے کا کام کرنے والا ہوتا ہے اس کا نام بھی روشن ہوتا ہے اور دنیا اس کی شکر گزار بھی ہوتی ہے اسی طرح ہم کو بھی اس آدمی کا شکر گزار ہونا چاہیے جس نے اپنے کو ہلاکت میں ڈال کر اجنبی عورت کا بوسہ لیا اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے راستہ صاف کر دیا کہ یہ کام کرو اور نماز پڑھو۔ بیشک نیک کام برے کاموں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔ مگر شکریہ کے ساتھ ساتھ ایک بات مسلمانوں کے لئے پریشانی کی ہو گی وہ یہ کہ اگر وہ آدمی اس عورت کا بوسہ نہ لیتا تو یہ آیت ہی نازل نہ ہوتی اور جب یہ آیت نازل نہ ہوتی تو شاید نماز پڑھنے کا حکم بھی نہ ہوتا اور مسلمان مزے کے

ساتھ ایک پریشانی سے بچ جاتے۔ دوسری شان نزول دیکھو۔

سورہ مائدہ آیت ۸۷۔ **یاایھا الذین امنو الاطیبٰت مااحل اللّٰہ لکم** ۔اے ایمان والو جس کو اللہ نے تمہارے واسطے حلال اور پاک کر دیا ہے اس کو تم حرام مت کرو۔

(بخاری جلد دوم کتاب التفسیر سورہ مائدہ صفحہ ۷۷۲، ۱۷۲۸)

عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ''ہم رسول خدا کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں اور عورتوں سے جدائی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ بوجہ حرارت اور قوت کے تو ہم نے عرض کیا آیا ہم خصی ہو جائیں۔'' آپ نے منع فرمایا اور پھر اجازت دیدی کہ عورت سے تھوڑے یا زیادہ دن مقرر کر کے جس میں عورت راضی ہو جائے، نکاح کر لو۔ اور پھر یہ آیت پڑھی۔

گویا کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو نفس نے پریشان کیا تو اللہ نے یہ آیت نازل کر کے متعہ کا حکم دے دیا کیونکہ اللہ اپنے نیک بندوں کو پریشانی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔ یہاں ایک بات قابل غور ہے وہ یہ کہ شاید اللہ نے یہ حکم مردوں کی پریشانی دور کرنے کو دیا ہے۔ (نعوذ باللہ) کہ جب آدمی کا دل چاہے غیر عورت کا بوسہ لے جب دل چاہے متعہ کر لے۔ عورت کو پابند کر دیا۔ کیا عورت کے نفس نہیں ہے کیا عورت کسی آدمی کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی۔ کیا اس کی نماز کفارہ نہیں ہو سکتی اور کیا عورت اپنے شوہر سے دور ہونے کی وجہ سے آدمی کی طرح متعہ نہیں کر سکتی۔ ہرگز نہیں کر سکتی۔ ایسا ظلم یہ پایا نہ تو ایک نہیں ہوا مگر اللہ کے یہاں تو پایا نہ ایک ہے۔ وہ مرد اور عورت دونوں کا رب ہے دونوں پر رحم کرتا ہے دونوں کو جزا اور سزا دیتا ہے ایک کو نہیں۔ یہ سب کچھ جو لکھا ملتا ہے آدمیوں نے اپنے مزے کے لئے لکھ دیا ہے۔ اور یہ بھی غور کریں کیا اس لکھنے سے اللہ اور رسول پر الزام نہیں آ رہا۔ اس کا کیا ہوگا وہ بڑے ظالم ہیں جن کو اللہ کا ذرا بھی خوف نہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر سورہ بنی اسرائیل جلد دوم پارہ ۱۹ صفحہ ۸۳۴ سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰، حدیث نمبر ۱۸۳۳)

ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھاو ابتغ بین ذالک سبیلا ۔ ترجمہ: اپنی نماز نہ تو بہت آواز سے پڑھو اور نہ بالکل چپکے چپکے بلکہ درمیان کی آواز سے پڑھو۔

(حدیث نمبر ۱۸۲۵ بخاری صفحہ ۴۹۵) ابن عباسؓ نے کہا یہ آیت جب اتری جبکہ نبیؐ مکہ میں پوشیدہ تھے اور اسلام کی ابتدا تھی تو آپ نماز پڑھانے میں قرأت زور سے بلند آواز کر کے پڑھتے تو جب اس کو مشرک لوگ سنتے تو قرآن کو اور نازل کرنے والے اور جس پر نازل ہوا سب کو برا بھلا کہتے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ نہ ایسی آواز سے پڑھو جو مشرک لوگ سن کر برا بھلا کہیں اور نہ

ایسے آہستہ جو مقتدی نہ سن سکیں بلکہ درمیانی آواز سے پڑھا کرو۔

لے یہ یاد رہے کہ نکاح متعہ کے لئے یہ قانون بنا رکھا ہے کہ منکوحہ عورت سے یہ نکاح نہیں ہونے کا، بیوہ یا کنواری سے ہوگا۔ تو غور کرو کہ اتنی بیوہ اور کنواری عورتیں کیسے ملتی ہوں گی؟

نوٹ:۔ جب حضورؐ پوشیدہ تھے تو کیوں وہ اپنی آواز سے اپنی خبر دیتے تھے ان کو تو خاموش رہنا چاہیے تھا غور کرتے چلنا اور فیصلہ کرتے چلنا۔

۱۸۳ لے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یوں مروی ہے کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی۔ دعا بلند آواز سے نہ مانگنی چاہیے اور نہ بالکل آہستہ سے بلکہ درمیانی آواز سے مانگنی چاہیے۔

ایک شان نزول یہ بھی ہے کہ محمدؐ مسجد میں تھے تو ابوبکرؓ کو قرآن پڑھتے سنا یہ آہستہ سے قرآن پڑھ رہے تھے تو فرمایا کہ ذرا بلند آواز سے پڑھو اور عمرؓ بہت بلند آواز سے پڑھ رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ ذرا آہستہ پڑھو۔ مطلب یہ ہوا کہ درمیانی آواز سے پڑھو۔

سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۱۱۰ کی شان نزول تین طرح لکھی ملتی ہے۔ ایک تلاوت قرآن کے بارے میں جبکہ آیت میں تلاوت قرآن کا کہیں ذکر نہیں اور نہ ہی دعا کا ذکر ہے۔ اس لئے یہ دونوں شان نزول غلط ثابت ہوئے۔ تیسرے میں نماز کا ذکر ہے کہ اپنی نماز درمیانی آواز سے پڑھو جس سے اپنے مقتدی ضرور سن لیں یہ ٹھیک ہے مگر کیا نماز میں ایسا ہو رہا ہے کیا اس شان نزول کے مطابق نماز ہیں، بالکل نہیں۔ جس شان نزول پر بڑا ناز ہے یہاں اس کے خلاف ہے یہ کیوں یہ اس لئے کہ جس طرح قرآن سے ہٹ کر قانون بنا دیے ہیں بس ان پر عمل ہو رہا ہے۔

ایک شان نزول اور لکھ رہا ہوں اس پر میں کچھ نہیں لکھوں گا اس کو قارئین کے لئے چھوڑ رہا ہوں کہ وہ خود ہی تبصرہ کریں اور شان نزول کو داد دیں کیا اچھی چیز ہے۔

شان نزول صفحہ ۴۸۷ جلد دوم کتاب تفسیر باب ۵۹۷۔ اللہ کے اس قول **نساء کم حرث لک فاتوا حرثکم انی شئتم وقدموا لا نفسکم** ۲/۲۲۳۔

ترجمہ: تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیتی ہیں جب جدھر سے دل چاہے ان کے پاس آؤ (مباشرت کرو) اور اپنی نسلوں کا ذخیرہ جمع کرو۔

نوٹ:۔ (اس آیت میں ترجمہ جدھر سے چاہو غلط ہے۔ جب چاہو صحیح ہے)

اس ترجمہ کو دیکھ کر میں نے علماء حضرات سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا جدھر سے چاہو ترجمہ ٹھیک ہے۔ اور اس کا مطلب ہے کہ عورت سے جس ہیئت سے الٹا سیدھا کھڑا بیٹھا جدھر سے

چاہو کرو تو گویا اللہ نے اپنے نبی کو یہ بھی ایک کام سپرد کیا تھا کہ وہ انسانوں کو کوک شاستر کے ۸۴ آسن بھی بتلائیں پھر آپ نے کھجراہو کی مورتیوں کو کیوں برا بتلایا جس میں یہ طریقے بتلائے گئے ہیں۔اور اگر آپ کی بات ٹھیک ہے تو بتلاؤ یہ طریقہ کس کتاب میں ہے اور مصنف کون ہے کہاں ملتی ہے میں بھی اس کو پڑھ کر یہ طریقے سیکھ لوں۔

۱۲۳۳۔ جابرؓ سے روایت ہے کہ یہودی کہا کرتے تھے جو شخص اپنی عورت سے الٹا لٹا کر جماع کرے اس کی اولاد بھینگی پیدا ہوگی۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ قول غلط ہے کہ عورتوں سے جس ہیئت سے چاہو جماع کرو۔

یہ ہے وہ شان نزول جس کے لئے کہا جاتا ہے کہ بغیر اس کے قرآن سمجھنا ناممکن ہے اب یہ دیکھا جائے کہ جس مولا نے یہ کلام نازل کیا ہے وہ اس کا شان نزول کیا بتلاتا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۰۵،۱۰۶۔''اس قرآن کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا ہے ،اور حق ہی کے ساتھ یہ نازل ہوا ہے۔اور اے نبی ہم نے اس کے سوا اور کسی کام کے لئے نہیں بھیجا کہ بشارت دیدو اور متنبہ کردو اور اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تا کہ تم ٹھیر ٹھیر کر اسے لوگوں کو سناؤ اور ہم نے بتدریج اتارا ہے۔''

سورہ الفرقان ۲۵ آیت ۳۲ تا ۳۴۔''منکرین کہتے ہیں اس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار دیا گیا۔ہاں ایسا اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کو اچھی طرح ہم تمہارے ذہن نشین کرتے رہیں اور ہم نے اس کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ الگ الگ اجزاء کی شکل دی ہے اور جب کبھی وہ تمہارے سامنے کوئی نرالی بات لے کر آئیں اس کا ٹھیک جواب بروقت ہم نے تم کو دے دیا اور بہترین طریقے سے بات کھول دی۔جو لوگ اوندھے منہ جہنم کی طرف دھکیلے جانے والے ہیں ان کا موقف بہت برا ہے اور ان کی راہ حد درجہ غلط ہے۔''

سورہ النمل آیت ۱۰۱،۱۰۲۔''جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کرے۔تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم یہ قرآن خود گڑھتے ہو۔اصل بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حقیقت سے ناواقف ہیں۔ان سے کہو کہ اسے روح القدس نے ٹھیک ٹھیک میرے رب کی طرف سے بتدریج نازل کیا ہے تا کہ ایمان والوں کے ایمان کو پختہ کرے اور فرمانبرداروں کی زندگی کے معاملات میں سیدھی راہ بتائے اور انہیں فلاح وسعادت کی خوشخبری دے۔''

سورہ الدہر آیت ۲۳۔''اے نبی ہم نے ہی تم پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔

لہٰذا تم اپنے رب کے حکم پر صبر کرو۔''

ان آیات میں اللہ نے خود بتلایا ہے کہ یہ قرآن کیسے اور کیوں نازل ہوا ہے وہ یہ کہ بشارت کے لئے متنبہ کر دینا اور تھوڑا تھوڑا سناؤ جو اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے اور خاص ترتیب قائم رہے اور منکرین کے سوالات کا جواب ملتا رہے اور اہم واقعات کی خبر بھی ملتی رہے۔ یہ ہے اللہ کا شان نزول اور حقیقت یہ ہے اس کے خلاف جو شان نزول انسانوں نے لکھ رکھا ہے وہ بھی آپ نے پڑھ لیا جو ٹھیک نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کو اپنی آخری شریعت اپنے آخری نبی پر مکمل کرنی تھی اس لئے حضورؐ کے وصال کے پہلے پہلے پورا قرآن نازل ہونا ضروری تھا اور آہستہ آہستہ اس لئے ہوا کہ یاد ہوتا رہے اور عمل میں آتا رہے یہ شرط ہے قرآن نازل ہونے کی اور طریقہ بھی یہی ہے یہ قرآن ضرور نازل ہونا تھا چاہے کوئی بوسہ لیتا یا نہ لیتا۔ چاہے کوئی متعہ کرتا یا نہ کرتا۔ اللہ ہم کو غلط اور ٹھیک میں فیصلہ کرنے کی توفیق دے۔ قرآن کو سمجھنے کا قاعدہ شان نزول حدیث تفسیر وغیرہ نہیں بلکہ عربی زبان کا جان لینا ہے اور کچھ نہیں۔ ہاں ان دوسری چیزوں میں کچھ حقیقت بھی ہے اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا مگر اس حقیقت کو جان لینے کے لئے قرآن کا جان لینا ضروری ہے۔ قرآن سے ان کی حقیقت کو جانو نہ کہ ان دوسری چیزوں سے قرآن کو قرآن ان سب چیزوں پر قاضی ہے نہ کہ یہ دوسری چیزیں قرآن پر قاضی۔

تلاوت قرآن

اللہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ سورہ واقعہ آیت ۷۷ تا ۷۹۔

''انہ لقران کریم. فی کتابٍ مکنون. لایمسّہ الا المطھرون.'' ترجمہ: یہ ایک بلند پایہ قرآن ہے ایک محفوظ کتاب میں ثبت ہے جسے مطہرین کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا۔ (یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے)

اللہ نے اپنے حکم کے ذریعہ جو قرآن میں ہے۔ یہ ایک شرط لگا دی کہ میرے اس کلام کو ہاتھ نہ لگاؤ جبکہ تم ناپاک ہو۔ جسم اور ذہن دونوں پاک ہوں یعنی ذہن میں کوئی خرافات نہ ہو۔ پاک ہونے کی حالت میں قرآن کو ہاتھ لگا سکتے ہو۔ اور پڑھ بھی سکتے ہیں۔ جب اللہ نے پاکی کی شرط لگا دی تو اللہ نے یہ بھی بتلا دیا کہ آدمی پاک کیسے ہوتا ہے۔

سورہ نساء آیت ۴۳۔ ''اور اسی طرح جنابت کی حالت میں بھی نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک غسل نہ کر لو۔''

سورہ بقرہ آیت ۲۲۲۔ ''پوچھتے ہیں حیض کا حکم کیا ہے کہو وہ گندگی کی حالت ہے اس میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک وہ پاک وصاف نہ ہو جائیں پھر جب وہ پاک (تــطھّــرون) ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ اس طرح جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو بدی سے باز رہیں اور پاکیزگی اختیار کریں۔'' (مطھرین)

سورہ مائدہ آیت ۶۔ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کے لئے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور سروں میں ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک۔ اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک (فاطّھروا) ہو جاؤ۔ اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کسی شخص کو احتلام ہو گیا ہو عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو۔ بس اس پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو اللہ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک (لیُطھّرَکم) کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دے شاید کہ تم شکر گذار بنو۔''

سورہ بقرہ کی آیت ۲۲۲ میں اللہ تعالیٰ یہ بتلاتا ہے کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو وہ ناپاک ہوتی ہے، ناپاکی کی حالت میں عورت کے پاس جانے کو اللہ منع کرتا ہے۔ جب عورت پاک ہو جائے تو جاؤ۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ عورت پاک کب ہوتی ہے غسل کرنے سے یا وضو کرنے سے جیسا کہ علماء کرام نے شرط لگا رکھی ہے۔ کہ آدمی پاک وضو بنا کر ہی ہو سکتا ہے کیونکہ قرآن پڑھنے کی شرط وضو بنا رکھی ہے تو کیا حیض بند ہونے پر وہ عورت صرف وضو کر سکتی ہے یا غسل۔ میرے خیال سے جب تک کوئی مجبوری نہ ہو عورت غسل کر کے ہی پاک ہو سکتی ہے صرف وضو سے نہیں۔ اس طرح جب آدمی عورت کے پاس جائے گا تو کیا ہر بار وہ عورت اور مرد پاک ہونے کے لئے وضو بناتے ہیں ایسا تو نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ انسان پاک غسل سے ہوتا ہے جیسا اللہ نے سورہ مائدہ میں آیت نمبر ۶ میں بتلایا ہے کہ اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ۔ اس لئے غسل سے آدمی پاک ہوتا ہے، وضو سے نہیں۔

اللہ نے پاک ہونے کے لئے غسل بتلایا ہے یعنی اگر ناپاک ہو تو غسل کر لو۔ غسل کر کے آدمی پاک ہو گیا ادھر قرآن پڑھنے کے لئے اللہ نے ایک شرط لگا رکھی ہے وہ یہ کہ پاک حالت میں ہاتھ لگاؤ۔ تو بات صاف ہو گئی وہ یہ شرط پاکی کی ہے نہ کہ وضو کی۔ وضو کی شرط اللہ نے نماز کے لئے لگائی ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۶، اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کے لئے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور سروں پر مسح کرو اور پاؤں ٹخنوں تک۔ اس آیت میں وضو کی شرط نماز

کے لئے ہے۔وضو کب ہوتا ہے جب آدمی پاک ہو نا پاک آدمی اگر وضو کر کے نماز پڑھنے لگے تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟ جبکہ اسے کوئی مجبوری نہ ہو ایسی حالت میں نماز ہرگز نہ ہو گی۔ تو ثابت ہوا کہ وضو بھی پاک حالت میں ہی بنا کر نماز پڑھ سکتا ہے۔وضو کی طرح قرآن پڑھنے کے لئے بھی پاکی شرط ہے جو اللہ نے بتلایا ہے اور یہ ہی حقیقت ہے مگر ہمارے اکابرین نے قرآن پڑھنے کے لئے وضو کی شرط لگا رکھی ہے۔اگر پاکی شرط وضو ہے تو جنابت کے بعد صرف وضو بنا کر ہی آدمی پاک ہو جایا کرے ایسا کیوں؟ اس مسئلہ میں بھی ہمارے اکابرین منافقوں کے دھوکے میں آ گئے وہ یہ کہ منافقوں کی منشا یہ ہے کہ مسلمان اس قرآن سے دور ہو جائیں کیوں اس لئے کہ قرآن میں اللہ نے انسان کی زندگی گذارنے کے لئے ہر بات صاف کر دی ہے۔نیکی اور گناہ کی بات صاف کر دی ہے۔اس میں گناہ کرنے پر دوزخ اور نیکی کرنے پر جنت اور یہ بھی ہے کہ جب انسان اپنے کو قرآن کے تحت کر دیتا ہے تو اللہ ان بندوں کی ضرور مدد کرتا ہے اور غالب رکھتا ہے۔قرآن میں بھی یہ ہے کہ ہر انسان کو آخرت میں وہی ملے گا جو اچھا یا برا کام اس نے اس زندگی میں کرا ہے۔

جنت دوزخ کا دارومدار اس کے عمل پر ہے مگر منافق چاہتے ہیں کہ یہ اللہ کے نیک بندے دھوکے میں آ کر قرآن سے دور رہوں اور جو ہمارے چیلوں نے قانون بنائے ہیں مسلمان ان پر عمل کرتے رہیں اس طرح غلط عمل پر مسلمانوں سے اللہ ناراض ہو گیا اور منافق جو شیطان کا گروہ ہے اپنے پلان میں کامیاب ہو گیا۔ایسا اس لئے ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کے لئے قرآن کو ایک شجر ممنوعہ بنا دیا اس قانون کے تحت کہ قرآن کو پڑھنے کے لئے وضو شرط ہے جبکہ اللہ نے صرف پاکی کی شرط لگائی۔وضو صرف نماز کے لئے شرط ہے۔

چلو میں آپ کی بات مان لیتا ہوں اور اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے معافی چاہتا ہوں کہ میں نے غلط نظریہ قائم کر دیا۔مگر مجھے یہ تو بتلاؤ کہ آدمی باوضو کتنی دیر رہ سکتا ہے۔بعض انسان تو ایسے ہیں کہ ان کا وضو نماز میں بھی بڑی مشکل سے رہتا ہے۔نماز ختم ہوئی اور وضو ختم جبکہ ہمارے فقیہ حضرات نے بھی یہ قانون بنا رکھا ہے کہ احتیاط کے باوجود اگر نماز میں بھی وضو ٹوٹ ہو جائے اور اس کو ایسا مرض ہو تو وہ وضو ختم ہونے پر بھی اپنی نماز پوری کرے مگر قرآن پڑھنے کے لئے اتنی سخت شرط اس بات کو دیکھ کر وہ آدمی جس کا ارادہ قرآن پڑھنے کا تھا وضو ٹوٹنے پر دوسرا وضو نہ بنا سکا اور قرآن کو اس لئے نہ پڑھ سکا کہ بغیر وضو کے قرآن کو چھونا، پڑھنا گناہ ہے۔اس لئے اب وہ قرآن کو نہیں پڑھے گا اور پڑھے گا تو وضو بنانا پڑے گا مگر کچھ دیر بعد پھر وضو ختم تو وہ مجبور ہو گیا لیکن اس کے دماغ میں دین کی محبت ہے

اس محبت کی وجہ سے وہ کوئی دینی کتاب کا مطالعہ کرے گا اور اس کو اصل دین سمجھ کر عمل کرنے لگے گا۔ مگر اصل دین تو صرف قرآن میں ہے اس کے علاوہ اصل دین دوسری جگہ بہت کم اور دین کے خلاف بہت زیادہ۔ اس طرح دھوکے میں آ کر یہ اللہ کا نیک بندہ قرآن سے دور ہو کر اپنے اللہ کو ناراض کرتا ہے جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔ تاہم قرآن کی عظمت کا یہ تقاضہ ہے کہ جب تک ہو سکے آدمی باوضو رہ کر ہی قرآن پڑھے کیونکہ مالک حقیقی کا کلام ہے اور جب وضو ختم ہو جائے تب بھی قرآن پڑھنا جائز ہے یہ جو وضو کی شرط ہے ایک سازش ہے۔ قرآن پڑھنے کے لئے جسمانی اور ذہنی پاکی ضروری ہے اگر ذہن پاک ہے تو اس کی سمجھ میں قرآن کی تعلیم آئے گی اور وہ اس پر عمل کرے گا اور ذہن پاک نہیں ہے تو کچھ نہیں جانے گا۔

حج

حج ایک اہم فریضہ ہے جس کے لئے اللہ کی طرف سے تاکید ہے کہ میرے اس گھر کا حج کرو قرآن میں جگہ جگہ آیا ہے۔

سورہ آل عمران آیت ۹۷۔ ''لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہو جانا چاہئے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔''

سورہ حج آیت ۲۷۔۲۸۔ ''اور لوگوں کو حج کے لئے اذن عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز کے مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں تا کہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کے لئے رکھے گئے ہیں۔''

ان آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حج کے لئے ایک اہم حکم ہے جب بھی آدمی اس لائق ہو حج کرے اگر وہ آدمی حج کی طاقت رکھتے ہوئے رکتا ہے تو گنہگار ہے اور اللہ کا باغی ہے۔ حضورؐ نے بھی فرمایا ہے کہ جو آدمی حج کی طاقت رکھتا ہے اور وہ حج نہ کرے چاہے نصرانی ہو کر مرے یا یہودی۔ اللہ کو اس سے کوئی مطلب نہیں یعنی وہ اللہ کا باغی ہے اللہ تو کہتا ہے کہ میرے بندے اس گھر کا حج کریں اور یہاں پر فائدے دیکھیں۔ مگر اس کے مقابلے میں آ کر انسان انسانوں پہ پابندی لگائے کہ تم حج کو نہیں جا سکتے۔

یہ ایک عجیب سی بات ہے آپ سوال کر سکتے ہیں کہ کون بد بخت ایسا ہے جو انسانوں کو حج سے روکتا ہے۔ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی حج پر جانے والوں کو نہیں روکتا ہاں آپ کا سوال حق بجانب ہے کوئی بھی نہیں روکتا میں نے غلط کہہ دیا۔ مگر مجھے یہ بتلاؤ کیا اللہ نے کہیں یہ تعداد بتلا دی ہے کہ ہر سال اتنے آدمی حج کر سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ اللہ کا حکم تو عام ہے ہر آدمی کے لئے پھر آپ نے یہ پابندی کیوں لگا رکھی ہے کہ ہر سال ہر ملک سے اتنے حاجی آئیں گے۔ میرا مطلب مسلم ملکوں سے ہے۔ حج کی درخواست دی جاتی ہیں پھر ان کا نمبر نکالا جاتا ہے قرعے کے ذریعہ اور ہر جگہ ایک تعداد مقرر کر رکھی ہے۔ بس اتنی ہی درخواستیں منظور کی جاتی ہیں باقی مسترد۔ کیا اس کو حج سے روکنا نہیں کہتے غور کرو۔ غور کرنے پر آپ بھی اس امر کو حج سے روکنا ہی مان لیں گے اور مجھے برا بھی نہ کہنے کے اتنے پر بھی آپ اسی پابندی کو حق بتانے کے لئے ایک دلیل لا سکتے ہیں۔ کہ بھائی اگر ہر ملک اپنے درخواست دینے والے سب عازمین کو اجازت دیدے تو زرمبادلہ ختم ہو سکتا ہے کیونکہ عرب ہماری کرنسی نہیں لینے کا وہ تو ڈالر لے گا۔ اس لئے اپنے زرمبادلہ کو ذہن میں رکھ کر ہی کوٹہ مقرر کیا ہے اور ٹھیک ہے اس دلیل کو میں بھی تسلیم کرتا ہوں مگر یہ ڈالر یا زرمبادلہ والی مصیبت آئی کیوں۔

یہ اس لئے آئی کہ ہم نے شیطان کے چکر میں آکر اپنی حکومتیں الگ الگ کر لیں اور کرنسی بھی الگ۔ اگر ہم سنت طریقہ پر عمل کرتے تو ہماری حکومت ایک رہتی۔ جیسی حضورؐ چھوڑ گئے تھے اور خلفاء راشدین نے عمل کیا تھا ایسی حالت میں ہماری کرنسی بھی ایک رہتی۔ نہ زرمبادلہ کا ڈر تھا اور نہ کوٹہ مقرر کرنا پڑتا۔

دیکھیے سنت طریقہ سے ہٹ کر زندگی گذارنے میں ہمارا کتنا نقصان ہوا کہ ہم نے خود ہی اپنے بھائیوں کو ایک دینی فریضہ سے روک دیا اور احساس بھی نہ کیا بھلا یہ تو بتلاؤ کہ ایک آدمی نے بڑے خلوص کے ساتھ حج کی درخواست دی اور وہ درخواست مسترد ہو گئی اور اگلے سال درخواست دینے سے پہلے ہی اس شخص کا انتقال ہو گیا یا اگلے سال اس کے پاس وہ طاقت نہ رہی تو۔ ایسی صورت میں درخواست دینے والا تو گنہ گار نہ ہوا روکنے والا ضرور گنہ گار ہو گیا۔

کیا یہ سنت طریقہ ہے تاہم اتنے پر بھی ہم سنت سنت ضرور پکارتے ہیں۔ ڈاڑھی سنت میں نہیں ہے۔ مسواک سنت میں نہیں ہے۔ تیرے کپڑے سنت میں نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ ہر چیز میں عیب نکالتے ہیں۔ یہ تو اچھی بات ہے ہم کو ہر بات میں حضورؐ کی اطاعت کرنی ضروری ہے۔ مگر کیا کسی مجاہد نے آج تک یہ کہا کہ اسلامی حکومت بھی ایک ذہنی سنت موکدہ ہے بلکہ فرض اس سنت کو چھوڑنے والا

کافر ہے کیا کبھی علماء حضرات نے اس پر غور کیا ہے۔کیا کبھی حکومت بنانے والے سلطان کے خلاف زبان کھولی ہے یا باغی سلطان کے یہاں علم کی مسند پر بیٹھنے والے عالم کو کافر کہا ہے یا اس عالم نے یہ کبھی غور کیا ہے کہ میرا عمل سنت ہے یا خلاف سنت۔یا کبھی عالموں نے یہ غور کیا ہے کہ اس طرح الگ الگ دارالعلوم بنانا سنت ہے۔یا کبھی ٹھنڈے دل سے یہ غور کیا کہ دینی اداروں میں دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم بھی ضروری ہے یا نہیں۔میرے خیال سے ضروری ہے کیونکہ مسلمان تنہا دینی تعلیم سے زندہ نہیں رہ سکتا اور تنہا دنیاوی تعلیم سے بھی زندہ نہیں رہ سکتا اس کا اصل مسلمان بنا رہنا جب ہی ہے کہ اس کے پاس دین اور دنیا دونوں کی تعلیم ہوں۔جب ہی وہ دوسری قوموں کے مقابلے میں اپنی برتری ثابت کر سکتا ہے مگر اس پر غور کرنے کا موقعہ ہی نہیں اس پر غور کر کے سنت طریقے پر آنے میں علماء حضرات کو نقصان ہے کیونکہ الگ الگ ادارے اور حکومت قائم کرنے سے عالموں کو بھی خوب پیسہ ملتا ہے اور حاکموں کو بھی اقتدار ملتا ہے بھلے ہی فرض چھوٹے یا سنت انہیں تو اپنے اقتدار سے غرض۔

یہ ہے حج کی حقیقت اللہ نے اسلام میں سارے قانون ہی ایسے دیئے ہیں جن سے قدم قدم پر یہ مترشح ہوتا ہے کہ عالم اسلام کا صرف ایک امیر ہی رہتا ہے اللہ کا حکم اور منشاء ہے کہ اس کے خلاف کرنے والے اللہ کے باغی ہیں۔

آگے لکھنے سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ ہمارے قانون کیسے بنے اور کس نے بنائے۔زیادہ تر قانون اجتہاد سے بنے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء حضرات نے قوم کے سامنے قرآن کی جو وضاحت کی ہے وہ ان الفاظ میں کی ہے کہ قرآن ایک اجمالاً کتاب ہے تفصیل کے ساتھ نہیں۔اس لئے جب قرآن تفصیل کے ساتھ نہیں تو اس میں ہمارے قانون بھی تفصیل کے ساتھ نہیں۔صرف کچھ اشارے ہیں۔جیسے نماز قائم کرو۔رکوع کرو سجدہ کرو۔حج کرو۔یا زکوٰۃ دو۔ان کی تفصیل مجتہد حضرات نے کی ہے اور ان کا امت پر بڑا احسان ہے۔اگر وہ حضرات تفصیل نہ کرتے تو امت کو کچھ معلوم نہ ہوتا کہ نماز پڑھیں کیسے اور ارکان کیسے ادا کریں۔

اس کا دوسرا مطلب یہ نکلتا ہے کہ صحابہ کرام ادھورے دین پر عمل کر کے چلے گئے کیونکہ نہ تو قرآن نے ہی تفصیل دی اور نہ مجتہد حضرات سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح یا سنت ظاہر تھی بس ایک پردے میں پڑی تھی جس پردے کو ان ائمہ حضرات نے اٹھا کر امت پر بہت بڑا احسان کیا اور یہ احسان یہ ہے کہ امت مختلف فرقوں میں بٹ گئی کیا اللہ اور اللہ کے رسول کا منشاء اختلاف ہے؟

خیر اب جو بھی ہو اس فن یعنی اجتہاد پر غور کرنا ضروری ہے کہ اجتہاد کیا ہے اور اللہ نے اجتہاد کی اجازت دی ہے یا نہیں اور دی ہے تو کس طرح کس شرط کے ساتھ اور جس اجتہادی مذہب پر عمل ہو رہا ہے کیا وہ اللہ کے حکم کے مطابق ہے یا نہیں۔

سورہ الفرقان آیت ۳۰۔ ''وقال الرسول یا ربّ ان قومی اتّخذوا هذاالقراٰنَ مهجورًا۔ ترجمہ: اور رسول کہیں گے کہ اے میرے رب میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔''

اجتہاد

سورہ شوریٰ ۴۲ آیت ۳۷، ۳۸۔ ''وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور غصہ آجائے تو درگزر کر جاتے ہیں جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں ہم نے جو کچھ بھی رزق انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔''

سورہ آل عمران ۳ آیت ۱۵۹۔ ''بعد اس کے خدا ہی کی رحمت کے سبب آپ ان کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ تندخو سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے سو آپ ان کو معاف کر دیجیے اور ان کے لئے استغفار کر دیجیے اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے پھر جب آپ رائے پختہ کر لیں تو خدا پر اعتماد کیجیے بے شک اللہ ایسے اعتقاد کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔''

سورہ النساء آیت ۵۵ سے ۵۷۔ ''مگر ان میں سے کوئی اس پر ایمان لایا اور کوئی اس سے منہ موڑ گیا۔ اور منہ موڑنے والوں کے لئے تو بس جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہی کافی ہے۔ جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کیا ہے انھیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال جل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تا کہ وہ لوگ خوب عذاب کا مزہ چکھیں گے اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور اپنے فیصلوں کو عمل میں لانے کی حکمت خوب جانتا ہے اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو مان لیا اور نیک عمل کیے ان کو ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان کو پاکیزہ ساتھی ملیں گے اور انہیں گھنی چھاؤں میں رکھیں گے۔''

''مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔''

''اے نبی تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے طاغوت کی طرف رجوع کریں حالانکہ انھیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا شیطان انہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور رسول کی طرف تو ان منافقوں کو تم دیکھتے ہو کہ تمہاری طرف آنے سے کتراتے ہیں۔ پھر اس وقت کیا ہوتا ہے جب ان کے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی مصیبت ان پر آپڑتی ہے؟ اس وقت یہ تمہارے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم تو صرف بھلائی چاہتے تھے اور ہماری نیت تو یہ تھی کہ فریقین میں کسی طرح موافقت ہو جائے۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے ان سے تعرض نہ کرو انہیں سمجھاؤ اور ایسی نصیحت کرو جو ان کے دلوں میں اتر جائے۔ ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اذن خداوندی کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے اگر انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوتا کہ جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے تو تمہارے پاس آ جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے معافی کی درخواست کرتا تو یقیناً اللہ کو رحم کرنے والا اور بخشنے والا پاتے۔ اے محمد تمہارا رب شاہد ہے یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ سربسر تسلیم کر لیں اگر ہم نے انہیں حکم دیا ہوتا کہ اپنے آپ کو ہلاک کر دو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے کم ہی آدمی اس پر عمل کرتے حالانکہ جو نصیحت انہیں کی جاتی ہے اگر یہ اس پر عمل کرتے تو یہ ان کے لئے زیادہ بہتری اور زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتا۔ اور جب یہ ایسا کرتے تو ہم انہیں اپنی طرف سے بہت بڑا اجر دیتے اور انہیں سیدھا راستہ دکھا دیتے۔''

''جولوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کیسے اچھے ہیں۔ یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں یہ حقیقی فضل ہے جو اللہ کی طرف سے ملتا ہے اور حقیقت جاننے کے لئے بس اللہ ہی کا علم کافی ہے۔''

سورہ انعام آیت ۱۵۹۔ ''جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن کر گئے یقیناً ان سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں ان کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے وہی ان کو بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔''

آیات بالا سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپس میں اختلاف نہ کرو اور اللہ رسول اور صاحب امیر کی اطاعت کرو۔ اگر کسی معاملہ میں اختلاف ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ صاحب امر کی طرف نہیں۔ آپس کے معاملہ دین دنیا دونوں مشورہ سے طے کرو عام لوگ تو الگ رہے اللہ نے اپنی کتاب کے ذریعے حضورؐ کو بھی یہ حکم دیا کہ اہم معاملوں میں مشورہ کرو اور جب رائے پختہ ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل کرو۔ یہ نہیں کہا کہ جس کے جو دل میں آئے وہ کرتا پھرے بلکہ اتحاد کرو۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تو اللہ ناراض ہوگا۔ اور یہ بھی کہا جو فیصلہ اللہ اور اللہ کے رسول نے اذن خداوندی سے کر دیا وہ قابل قبول ہے۔ اگر قبول نہ کیا تو تم مومن نہیں۔ یہ ہی نہیں کہ قبول کر لو۔ بلکہ یہ کہا کہ اس فیصلہ سے تمہارے دل نہ دکھے ہر حال میں خوشی کے ساتھ ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ بعض دفعہ دباؤ میں کوئی بات مان لی اور دل دکھی ہے تو وہ فیصلے پر راضی ہونا نہیں ہوا بلکہ مجبوراً وہ بات مانی۔

حق یہ ہے کہ ہر حالت میں اللہ اور رسول کا فیصلہ قابل قبول ہے کیونکہ اللہ کا رسول یا قرآن سے فیصلہ کرنے والا حق تلفی نہیں کرے گا۔ ہاں اگر کوئی حاکم رسول کے بعد فیصلہ غلط کرے تو پھر اس کو اللہ اور رسول کی طرف واپس کرو یعنی قرآن وسنت پر۔ جو انسان صاف دل سے فیصلے کو خوشی سے مانتا ہے یعنی اپنی پوری زندگی اس قرآن کے تحت کر دیتا ہے اس پر اللہ کا انعام ہوتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ جب پریشان ہو جاتے ہیں طاغوت کے فیصلوں سے تب تمہارے پاس آتے ہیں۔ آج یہ ہی حالت ہماری ہے اللہ کی کتاب کچھ کہتی ہے اور رسول نے بھی کتاب کے مطابق فیصلہ فرمایا مگر ہم ان کو نہیں مانتے جو قانون بزرگوں نے بتادیئے ان کو مانتے ہیں۔ اب وہ وقت آرہا ہے کہ اجتہادی قانون سے ہم خود پریشان ہو جائیں گے اور مجبوراً پھر اللہ اور رسول کی طرف واپس آئیں گے بہتر یہ ہے کہ ہم پہلے ہی خوشی کے ساتھ اللہ کے قانون پر واپس آجائیں یہ تو اللہ کی بات ہے۔ اب دیکھا جائے کہ مجتہد

حضرات کیا فرماتے ہیں اور عمل کیا کرتے ہیں؟

اللہ نے یہ کہا ہے کہ جب یہ لوگ طاغوت کے فیصلوں سے تنگ آجاتے ہیں تب تمہارے پاس آتے ہیں۔اس کے بارے میں مجھے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ اس وقت ساری مسلم دنیا میں ایک بے چینی دکھلائی دے رہی ہے وہ یہ کہ عورت کچھ مطالبہ کر رہی ہے کہ ہمارے ساتھ ظلم ہو رہا ہے آدمی الگ کہہ رہا ہے کہ ان عورتوں نے اپنے مقدمے عدالتوں میں دائر کر کے ہماری ناک میں دم کر دیا ہے ان کو شرم نہیں آتی ۔یہ ہی بات عورت کہتی ہے کہ ان عالموں نے قانون قرآن کے خلاف بنا کر ہم پر ظلم کر دیا ان کو شرم نہیں آتی اور دونوں طرف ضد میں کیا سے کیا، ہو رہا ہے۔جیسے بہت سے مقدمے ہمارے ہندوستان میں نان نفقہ طلاق وغیرہ کے چل رہے ہیں اور ان باتوں کا سہارا لیکر ہماری عدالتوں نے بھی ایک سا قانون بنانے کی آواز اٹھائی ہے۔جس میں بہت سی عورتیں اور مرد بھی شامل ہو گئے ہیں جو خطرناک بات ہے [۱]۔ان سب باتوں پر اہل علم کو غور کرنا چاہیے۔

ادھر بہت سے مسلم نوجوان بھی اب اجتہادی مذہب سے بیزار ہو رہے ہیں اور بغاوت کے لئے پر تول رہے ہیں وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے سامنے قانون قرآن کے خلاف ہیں اور علماء کا عمل بھی ان پر ہی ہے۔اگر قرآن کو آج بھی صحیح حالت میں ان پر پیش کیا جائے تو وہ ضرور اس کو مانیں گے وہ تو وہ اس کتاب اللہ کو غیر مسلم [۲] کے سامنے بھی پیش کیا جائے تو مجھے یقین کامل ہے کہ وہ ضرور حقیقت کا اقرار کر لے گا۔جو پہلے ہوا تھا۔آپ جانتے ہیں کہ حضورؐ سے کتنی دشمنی ہو گئی تھی مگر اللہ کی کتاب اور حضورؐ کے عمل نے سب کو دوست بنا دیا تھا اور انہوں نے دین اسلام کی خدمت کتنی کی اور اللہ نے ان کی قدم قدم پر نصرت کی۔اللہ آج بھی اپنی نصرت کے ساتھ ہماری مدد کے لئے تیار ہے۔بشرطیکہ ہم مومن ہو جائیں مدد مومن کی ہوتی ہے منافق کی نہیں۔

آپ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ تم نے محمدؐ کی مثال پیش کر دی تو وہ تو اللہ کے نبی تھے۔باقی انسان سے ان کی کیا نسبت کسی حد تک آپ کی بات سے اتفاق کیا جا سکتا ہے مگر آپ ذرا تاریخ کا مطالعہ کریں

[۱] ایسا کیوں ہوا کیوں عورتوں نے اس قسم کی سازش میں شامل ہونے کی ہمت کی اس لئے کہ ان کے حقوق تلف ہو رہے ہیں قانون یکطرفہ بنا رکھے ہیں جب اللہ نے سب کے حقوق بتلائے ہیں اگر اللہ کے حکم پر چلیں تو کوئی غلط آواز نہیں اٹھا سکتا مگر جب عورتوں نے دیکھا کہ بہت سے قانون اور خاص طور سے عورتوں سے متعلق قرآن کے خلاف ہیں تو انہوں نے برادران وطن کے ساتھ جا کر ایک سا قانون بنانے کی آواز میں آواز ملا دی اس کو روکنا علماء کرام کا کام ہے اور وہ راستہ ہے صرف قرآن وسنت کا اور اگر یہی روش رہی تو اللہ ہی مالک ہے قوم کا کیا بنے گا۔

[۲] اس زمانہ میں ہمارے بہت سے عالموں نے غیر مسلموں کی کتاب کا مطالعہ کیا اور اس میں کچھ مضمون اخذ کر کے غیر مسلموں

کو دعوت دینی شروع کر دی کہ تمہاری کتابوں میں ہمارے نبی کے بارے میں یہ لکھا ہے اس لئے تم مسلمان ہو جاؤ۔
یہ بات تو ٹھیک ہے کہ دعوت دو مگر کیا کبھی یہ بھی غور کیا ہے کہ جس کے بارے میں ان کتابوں میں لکھا ہے اس کا عمل بھی ہم نے ان کے سامنے پیش کیا ہے۔ پہلے اپنے عمل اس رسول اور اس کتاب پر کرلو پھر دعوت دینے کی ضرورت نہیں۔ انسان خود بخود اس دین کو قبول کرلیں گے مگر اجتہادی مذہب کو نہیں۔

کہ جب مسلمان دوسرے ملکوں میں گئے تھے تو پہلے تو ان لوگوں نے ان کا مقابلہ کیا مگر بعد کو اپنے علاقے خوشی کے ساتھ مسلمانوں کے حوالے کیے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور جو مسلمان نہ ہوئے وہ بھی ان کے لئے ہر وقت اپنی جانوں کی قربانی دینے کو تیار رہتے تھے کیا اس حقیقت کو آپ جھٹلائیں گے۔

اب ذرا یہ دیکھا جائے کہ ائمہ حضرات کیا کہتے ہیں۔

کتاب الآثار امام تالیف: عبدالحفیظ رحمانی گدی واڑہ دیوبند باب اجتہاد صفحہ ۱۸۶۔۱۸۷

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔

''لوگوں کی رائے سے بچو خواہ انھوں نے کتنے ہی سلیقے سے پیش کی ہو اور جس شخص کو میرے کلام کی دلیل معلوم نہ ہو اسے فتویٰ دینا حرام ہے اور اگر میری رائے قرآن وسنت کے خلاف ہو تو اس کو چھوڑ کر قرآن وسنت پر عمل کرو۔''

امام مالکؒ فرماتے ہیں ''لوگوں کی رائے سے بچو قرآن اور سنت پر عمل کرو۔ اگر تمہیں کسی چیز کے معنی معلوم نہ ہوں تو علماء سے دریافت کرلو آپس میں نہ جھگڑو کہ یہ بھی نفاق کی ایک قسم ہے۔''

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ''اگر میری کوئی بات آنحضورؐ کے ارشاد کے خلاف ہو تو میری بات چھوڑ کر رسول اللہ کی سنت پر عمل کرو۔''

اسی طرح امام احمد نے رائے کی مذمت کی جبکہ وہ خلاف شرع ہو۔ کسی بھی امام کا مسلک شریعت کے خلاف نہیں ہے بلکہ تمام دلائل قرآن اور حدیث کے ہی گرد گھومتے ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ کسے کہتے ہیں آیا وہ جو صرف قرآن میں ہیں یا صرف حدیث میں یا اس کے علاوہ اور کچھ۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے یہ سمجھ لیجیے کہ احکام کی بنیاد چار چیزوں پر استوار ہوتی ہے کتاب اللہ عمل رسول اجماع اور قیاس جس ترتیب سے میں نے عرض کیا۔ اسی ترتیب سے ان پر عمل ہوگا۔ سب سے پہلے جس چیز کو سامنے رکھا جائے گا وہ کتاب اللہ ہے یعنی جو چیز اس میں صراحتہً یا کنایۃً بیان ہو چکی ہے وہ ہر چیز سے مقدم ہے۔ اگر ہم اپنے فہم ناقص کی بنا پر کسی مسئلہ کو براہ راست کتاب اللہ سے نہ پاسکیں تو پھر ہمیں سیرت رسول سے روشنی حاصل کرنی چاہیے اس کے بعد اگر بالفرض ہم اپنی کوتاہ نظری کے باعث یہاں بھی ناکام رہ گئے تو پھر ہم یہ دیکھیں گے جن لوگوں کی نظر

قرآن اور حدیث پڑھی انہوں نے اس مسئلہ میں کیا کہا ہے کیونکہ ان لوگوں نے جو کہا ہوگا وہ قرآن اور سنت ہی کی روشنی میں کہا ہوگا جس مسئلہ کے جس پہلو پر ایسے علماء کی اکثریت ہو جائے اس مسئلہ کو اجماعی مسئلہ کہتے ہیں۔ آخری چیز قیاس ہے یعنی ہم ان تین چیزوں کو سامنے رکھ کر خود سوچ وچار کریں گے۔ پھر سن لیجئے کہ ان تین چیزوں کو سامنے رکھ کر خود سوچ وچار کریں گے ان باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے حضورؐ کا ارشاد سن لیجیے۔

حضرت معاذؓ بن جبل فرماتے ہیں کہ یمن روانہ کرتے وقت ان سے آنحضورؐ نے پوچھا کہ جب تمہارے سامنے کوئی مسئلہ پیش آئے گا تو کیسے طے کرو گے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں کتاب اللہ کی روشنی میں اس کو طے کروں گا۔ ارشاد ہوا کہ اگر کتاب اللہ میں اس کا حل نہ ہو تو عرض کیا سنت رسول کے مطابق حل کروں گا۔ فرمایا کہ اگر سنت رسول میں بھی اس کا کوئی حل نہ ہو تو عرض کیا پھر اپنی رائے سے مسئلہ طے کروں گا اور پوری کوشش کروں گا۔ آپ نے یہ سن کر ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ الحمدللہ کہ جس نے پیغمبر رسول کو اس بات کی توفیق بخشی جس سے اللہ کا رسول خوش ہو سکے۔ (ترمذی)

اسی کتاب آثار امام کے صفحہ ۱۸۳۔۱۸۴ پر کیا لکھا ہے۔

''اور جو احکام الٰہی سابقہ کتابوں میں نازل ہوئے ہیں ان کے متعلق یہ اتفاق ہے کہ جب ان کی حکایت قرآن وسنت کی زبان سے پایۂ ثبوت تک پہنچ جائے تو وہ واجب الاتباع ہے۔''

ثانیاً ایک مجتہد کو ایک حدیث پہنچی لیکن دوسرے مجتہد تک وہ حدیث نہ پہنچ سکی یہی وجہ ہے کہ جب ہارون رشید نے چاہا کہ مؤطا امام مالک کو ملک کا دستور قرار دے کر اس کی نقلیں پورے قلم رو میں بھیج کر لوگوں کو اس کی پیروی پر مجبور کیا جائے تو حضرت امام مالک نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ صحابہ مختلف علاقوں تک جا چکے ہیں اور ان کے ساتھ احادیث رسول پہنچ چکی ہیں کیا ضروری ہے کہ مؤطا میں ان سب کا احاطہ ہو گیا ہو اللہ تعالیٰ امام پر ہزار ہزار رحمتیں نازل فرمائے اگر بعد کے آنے والے یہ حرکتیں نہ کرتے کہ شافعی ہر شخص کو شافعی المسلک بننے پر مجبور کرتے یا حنفی ساری دنیا کو یہ چاہتے کہ حنفی ہو جائے تو تاریخ اسلام کسی اور طریقے سے مرتب ہوتی۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۷۔۱۹۸ پر لکھا ہے۔

دوسرے یہ کہ اجتہاد سے صحابہ رجوع کرتے مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ کا مذہب تھا کہ جو شخص روزہ میں جنبی ہو گیا تو اس کا روزہ ختم ہو گیا جب انہیں ازواج مطہرات کے مذہب کا پتہ چلا تو انھوں

نے رجوع کرلیا۔

تیسرے یہ کہ ان تک کوئی حدیث نہیں پہنچی۔ مثلاً ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ عورتیں نہاتے وقت اپنی چوٹیاں کھول لیا کریں۔ جب حضرت عائشہؓ کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ ابن عمرؓ پر تعجب ہے کہ وہ عورتوں کی چوٹی کھولنے کا حکم دیتے ہیں۔ یہی کیوں نہ کہہ دیتے کہ سر منڈا لیں۔ میں اور آنحضرت ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔

چونکہ صحابہ میں اختلاف مذہب تھا ان کے بعد تابعین کو جو مذہب پسند آیا اور آسان معلوم ہوا اس پر عمل شروع کر دیا دوسرے مذاہب کو خواہ کبار صحابہ کا ہی کیوں نہ ہو نظر انداز کر دیا۔ ہر شہر میں اساتین علم پیدا ہو گئے۔

مدینہ منورہ میں سعید ابن المسیب سالم بن عبداللہ بن عمر مکہ میں عطاء بن ابی رباح اور زہری بصرہ میں حسن بصری کوفہ میں ابراہیم نخعی اور شعبی یمن میں طاؤس ابن کیسان شام میں مکحول جیسے حضرات موجود تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو تدوین مسائل کی طرف لگا دیا انھوں نے وضو، غسل، نماز، نکاح، بیع وغیرہ کے مسائل جمع کیے آنحضورؐ سے احادیث نقل کیں فتاویٰ جمع کیے اجتہاد کیا۔ کتاب وسنت اقوال صحابہ اور ان کے آثار کو سامنے رکھتے ہوئے صحابہ اور تابعین کے طریق پر مسائل کا استنباط کیا جب بھی کوئی مسئلہ پیش آیا کتاب وسنت میں تفحص وتلاش کے بعد اقوال صحابہ پر نظر ڈالی ہر شہر کے آدمی اپنے یہاں کے مجتہد کے مسلک پر عمل کرنے لگے۔ مدینہ کے لوگوں نے سعید ابن مسیّب کے مسلک پر عمل کیا ان کا مسلک حضرت عثمانؓ حضرت عائشہؓ حضرت ابن عمر ابن عباس زید بن ثابت کے موافق ہے کوفہ والوں نے ابن مسعود علی بن ابی طالب شعبی اور ابراہیم نخعی کے مسلک پر عمل کیا لیکن اس میں بھی اختلاف پیدا ہوا تو فقہ کی باقاعدہ طور پر تدوین کی ضرورت پیش آئی۔

اس کتاب کے صفحہ ۱۵۹ باب مناقب امام محمد میں لکھا ہے۔

ائمہ کا اختلاف۔ کسی نے ائمہ کے اختلاف کا ذکر کیا تو فرمایا کہ ابوحنیفہ اور ابو یوسف کا قول ہے کہ ایک فقیہ کسی مسئلہ پر اجتہاد کرتا ہے تو حلال قرار دیتا ہے اسی کو دوسرا حرام کہتا ہے لیکن دونوں صحیح ہیں ہاں عنداللہ ایک حلال ہے اور دوسرا حرام پھر بھی اجتہاد کا ثواب دونوں کو ملے گا اور یہ ہی مری رائے بھی ہے۔

یہاں پر حضورؐ کا ارشاد بھی ضرور لکھنے اور غور کرنے کے قابل ہے۔

حدیث: **لا تجتمع امتی علی الضلالۃ**۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری

امت کبھی باطل یا ضلالت پر متفق نہیں ہو سکتی۔ امت کا اتحاد و متفق ہونا حق پر ہے۔

اوپر کا مضمون پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر ایک امام نے یہ اقرار کیا ہے کہ اختلاف رائے سے بچو۔ کتاب اللہ اور سنت رسول کو مانو۔ کتاب اللہ میں جو احکام اشارۃً بھی ہوں ان کو لو اس کے بعد سنت رسول پھر اجماع اور قیاس اور ساری حدیث کسی امام کو بھی نہ پہنچی جیسا کہ امام مالک کے قول سے ظاہر ہے۔ اور ہر ایک مسلک والے نے اپنی طاقت سے دوسروں کو اپنا مسلک ماننے پر مجبور کیا ہے اور صحابہ کو بھی پورا علم دین نہ تھا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے قول و عمل سے پتہ چلتا ہے۔ صحابہ میں مذہب کا اختلاف تھا اور جس کو جو مذہب اپنے نفس کے مطابق آسان معلوم ہوا، قبول کیا۔ کبار صحابہ کا مذہب چھوڑ دیا اور حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ میں مذہبی اختلاف تھا۔ ہر آدمی مرکز سے جدا ہو گیا تھا اپنے یہاں کے مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرتا تھا اور ہر مجتہد اپنی جگہ پر اپنی رائے سے اجتہاد کرتا تھا۔ اسے مشورے کی ضرورت نہ تھی اور یہ کہ اس کی اجازت خود حضورؐ نے دیدی تھی جیسا کہ حضرت معاذ والی حدیث سے پتہ چل رہا ہے۔ اور یہ بھی کہ ہر مجتہد کا اجتہاد حلال نہیں صرف ایک کا ہی حلال ہو سکتا ہے۔ باقی حرام اور یہ بھی ہو سکتا ہے سب حرام ہوں۔

ان باتوں پر قرآن کی روشنی میں غور کرنا ضروری ہے آیا یہ باتیں اس طرح درست ہیں یا نہیں مگر سب سے پہلے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ والی بات پر غور کیا جائے اس کو کس حد تک قبول کیا جا سکتا ہے کیا ان میں اختلاف مذہب ہو سکتا ہے؟

حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ ہر وقت قریب قریب حضورؐ کے پاس ہی رہتے تھے اور جو حضورؐ پر خدا کی طرف سے احکام نازل ہوتے تھے ان کی خبر ہو بہو ان دونوں کو ہو جاتی تھی۔ اور ان کو حضورؐ اسی طرح بتلاتے تھے اور عمل بھی اسی کے مطابق کرتے تھے جیسا نازل ہوتا تھا۔ اور یہ دونوں دیکھتے، سنتے اور کرتے تھے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی یہ تسلیم کرے کہ ان دونوں میں اختلاف مذہب تھا تو اس کی غالباً یہ دو وجہ ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضورؐ ان دونوں کو ایک بات نہ بتلاتے تھے (نعوذ)۔ دوسری یہ کہ ان دونوں نے حضورؐ سے اللہ کی بات سن کر اپنی طرف سے بدل دی (نعوذ)۔ مگر یہ بات عقل میں آنے والی نہیں کیونکہ یہ دونوں مومن تھے۔ اور مومن وہ ہوتا ہے جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے۔ یہ دونوں اطاعت کرتے تھے اللہ رسول کی اپنے نفس کی نہیں۔ اس لئے ہر عقل مند آدمی کو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ ان دونوں میں کوئی اختلاف مذہب نہ تھا۔ ہاں سیاسی اختلاف تو تسلیم کیا جا سکتا وہ بھی حق کے ساتھ اور خلوص کے ساتھ۔ مذہبی بات جو لکھی ملتی ہے وہ بالکل غلط ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے تو

حضورؐ پر بھی الزام آتا ہے کہ انہوں نے صحیح بات نہ بتلائی اور ان حضرات نے بھی صحیح عمل نہ کیا۔ یہ بات تو ان کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے۔ ہر بات کو لکھنے سے پہلے غور ضرور کرلیا جائے اور اس زمانے میں تو ضروری ہے۔ آدمی اب جاہل نہیں ہے وہ چاند پر کمندیں ڈال رہا ہے۔ قرآن کی آیتوں کے مطابق اس انسان میں غور کرنے اور سوال کرنے کا حوصلہ آ گیا ہے۔

اور یہ بھی غلط ہے کہ مدینہ والوں نے حضرت عائشہؓ کے مسلک پر عمل کیا اور کوفہ والوں نے حضرت علیؓ کے مسلک پر۔ بھلا جب ان دونوں میں کوئی اختلاف نہ تھا تو یہ کیسے تسلیم کرلیا جائے بلکہ یہ درست ہے کہ مدینہ اور کوفہ والوں نے ان حضرات کو ڈھال بنا کر اپنے نفس کے مطابق اپنے مسلک بنا لیے اور حاکم وقت کے ذریعے زبردستی دوسروں کو اس کا پابند کر دیا۔

اب یہ دیکھا جائے کہ اجتہاد کیا ہے اور اللہ اور رسول نے اس کی اجازت دی ہے؟ اگر دی ہے تو کس طرح؟ کیا اللہ کے حکم اور منشاء کے مطابق ہمارے یہاں اجتہاد ملتا ہے۔ پہلے اجتہاد کے معنی جان لینے چاہیے۔ اجتہاد کے معنی ہیں جدوجہد کرنا یا کوشش کرنا، دین کے بارے میں سمجھ بوجھ کو اجتہاد کہتے ہیں۔ ہمارے یہاں اجتہاد بہت ہوا ہے یعنی دین کامل میں بڑی سوجھ بوجھ کی ہے اور اس سوجھ بوجھ پر ہمارے قانون ہیں مگر یہ سوجھ بوجھ کب اور کیسے ہوتی ہے اس کو دیکھا جائے۔ سوجھ بوجھ جب ہوتی ہے جب کوئی بات اللہ کی کتاب میں نہ ملے یا اس کے بارے میں حضورؐ نے کچھ نہ فرمایا ہو اور ہوتا کیسے ہے ایسے..... جیسے اللہ نے رسول کو بتلایا، یعنی اگر کسی معاملے میں کوئی پریشانی ہو تو اس میں صاحب الرائے مل کر بیٹھیں۔ ان میں ایک امیر ہو جو اس وقت امیر حکومت۔ امیر شریعت ہو کیونکہ اسلام میں الگ ہونے کی اجازت نہیں جیسے خلفاء راشدین تھے اور ان کو حضورؐ اپنے عمل سے اس راستے پر گامزن کر گئے تھے اللہ اور رسول کی اطاعت وہی ہے۔ اس کے علاوہ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول نہیں۔ اس زمانے میں اطاعت اللہ اور اطاعت رسول نہیں ہورہی۔ اپنے نفس کی اطاعت ہورہی ہے ہر معاملہ میں۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ امیر شریعت کی ماتحتی میں صاحب الرائے (ان کو قانون ساز مجلس کے ممبر بھی کہہ سکتے ہیں) مل کر بیٹھیں اور مجلس شوریٰ میں اپنی اپنی رائے شریعت کے مطابق دیں گے۔ ہر آدمی کو اپنی رائے دینے کا حق ہے جو اس مجلس شوریٰ کا رکن ہو۔ دارالشوریٰ میں اختلاف رائے کا حق ہے اور ان اختلافی رائے میں جو سب سے اچھی رائے شریعت کے مطابق ہوگی اس کو منظور کیا جائے گا۔ دارالشوریٰ کے اندر ہی اختلاف کا حق ہے اس سے باہر تب نکلا جائے گا جب

اتفاق ہو جائے ۔باہر اختلاف کا حق نہیں سب کو ایک راستہ پر چلنا ہوگا اور جو بات طے ہو اس کو سارے عالم اسلام میں پہنچانا ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس کو مانے مگر یہ مشورہ اور اجتہاد صرف ان امور میں ہوگا جن کا ذکر قرآن میں نہ ہو یا جس کا طریقہ حضورؐ نے نہ بتلایا ہو۔ جو باتیں قرآن میں ہیں ان میں سوجھ بوجھ کی اجازت نہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ذہن میں رہے کہ حضورؐ نے کوئی بات قرآن کے خلاف نہیں کہی ۔اس بات کو لے کر ہمارے یہاں بہت زور دیا جاتا ہے کہ وضو کا طریقہ قرآن میں نہیں ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے ۔اسی طرح غسل نماز کی بات سامنے آتی ہے کہ ان کا طریقہ بھی قرآن میں نہیں ہے ۔ایسی ایسی باتوں کو لے کر ہمارے یہاں قریب قریب بہت قانون میں پھیر بدل کر دیا جو غلط ہے۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سوجھ بوجھ بھی اللہ کے حکم کے مطابق ہوگی اور اس بات میں جو قرآن میں نہ ہو اور ایک امیر کے تحت اس کے خلاف جو بھی اجتہاد ہوگا وہ باطل ہے اللہ اس سے ناراض ہے۔ باطل اس لئے کہ ہر آدمی نے اپنے طریقے سے جو رائے قائم کی اس کو دوسرا قبول نہیں کرتا وہ اپنی دوسری رائے پیش کرے گا اور اختلاف بڑھتا چلا جائے گا جو ہمارے یہاں ہے۔ مجھے کوئی یہ بتلا سکتا ہے کہ کس فقیہ کا اجتہاد اللہ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ہے اللہ کہتا ہے کہ آپس میں مشورے سے بات طے کرو امیر کے تحت ۔تو کس امام نے دوسرے امام سے مشورہ کیا اور کس امیر شریعت کی ماتحتی میں یا دین میں ایسی کون سی کمی رہ گئی تھی جس کو ان حضرات نے پورا کیا۔ جب کہ دین حضورؐ پر مکمل ہو گیا اور صحابہ کرام اس پر عمل کر کے کامیاب ہو گئے۔

سورہ مائدہ آیت ۳۔'' آج کافروں کو تمہارے دین کی طرف سے پوری مایوسی ہو چکی ہے لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو ۔آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل اور غالب کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے ۔(لہٰذا حرام وحلال کی جو قیود تم پر عائد کر دی گئی ہیں ان کی پابندی کرو)۔''

سوجھ بوجھ تو اس بات میں ہوتی ہے جو مکمل نہ ہو ہمارا دین بھی مکمل سوجھ بوجھ کا طریقہ بھی دوسرا پھر یہ ستم ظریفی ہے کہ ہر آدمی اپنے طریقے سے رائے دیتا ہے ۔اپنی اپنی دو کان لگا رکھی ہے۔ اس طرح حضورؐ پر بھی اعتراض کہ آپ ادھورے دین پر عمل کر کے چلے گئے (نعوذ)۔ پورا تو بعد کو ہو رہا ہے جو سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔

کیا اجتہاد اس کو کہتے ہیں کہ اختلاف کے دروازے کھل جائیں ۔اجتہاد تو اس کو کہتے ہیں کہ دین

میں جوغلط باتیں شامل ہو جائیں ان کو مل بیٹھ کر دور کر دیں اور ایک راستہ پر چلتے رہیں جو قرآن نے مقرر کیا ہے جو رسول نے کر کے بتلایا۔ کیا اتنے الگ الگ راستے مکمل دین کے ہو سکتے ہیں، کیا دین حنیف اسی کا نام ہے جو جس کا دل چاہے قانون بنا کر دوسروں سے زبردستی پیروی کرالی جائے یہ کچھ نہیں۔

ہمارے یہاں تو بس ایسا ہو رہا ہے جیسے چار اندھے تھے اور تھے کچھ دوسروں سے عقلمند دوسرے آدمی وقت وقت پر ان سے اپنے معاملوں میں رائے بھی لیتے رہے یہ اندھے آپس میں بہت محبت رکھتے تھے۔ ان کو دیکھ کر دوسرے آدمی بھی محبت سے رہتے تھے۔ اس اتحاد کو کچھ شرزی آدمی ناپسند کرتے تھے وہ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ ان میں اختلاف کیسے ہو۔ اور اس اختلاف سے ہم ان کو مغلوب کرلیں اتفاق سے وہ موقعہ آ ہی گیا۔ کسی وقت یہ چاروں اندھے کہیں جا رہے تھے راستہ میں شور مچا کہ ہاتھی ہے ہاتھی ہے وہ اندھے بولے بھائی ہم بھی ہاتھی کو دیکھیں گے کہ یہ کیسا ہوتا ہے۔ ان چالاک آدمیوں میں سے ایک نے کہا کہ تم کو ہاتھی میں دکھلاؤں گا وہ بہت چالاک اور ہوشیار تھا اس کے دماغ میں شرارت تھی اس شرارت کے تحت اس نے ایک اندھے کے ہاتھ میں ہاتھی کا کان دیدیا دوسرے کے ہاتھ میں سونڈ اور تیسرے کے ہاتھ میں پونچھ اور چوتھے کا ہاتھ اس کی پیٹھ پر رکھدیا۔

ہوشیاری یہ کہ ان اندھوں کو جو حصہ پکڑا دیا تھا اس کے علاوہ دوسرا حصہ نہ دیا اور کہا بس یہ ہاتھی ہے۔ اندھے بڑے خوش ہو گئے کہ ہم نے ہاتھی دیکھ لیا اور چلے۔ اب جہاں ان کو آنا تھا وہ آ گئے اور ہاتھی کا ذکر کرنے لگے اور بڑے خوش ہو رہے تھے۔ کسی نے معلوم کیا بھائی اندھوں آج بڑے خوش ہو کیا بات ہے۔ وہ بولے بھائی آج ہم نے ہاتھی دیکھ لیا ہے۔ اس نے معلوم کیا بتلاؤ ہاتھی کیسا ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا ہاتھی چھاج جیسا ہوتا ہے۔ دوسرا بولا تو غلط کہتا ہے ہاتھی کھم (ستون) جیسا ہوتا ہے۔ تیسرا بولا یار تم جھوٹ کیوں بول رہے ہو ہاتھی موٹی رسی جیسا ہوتا ہے چوتھا بڑے غصہ کی حالت میں بولا تم سب غلط کہتے ہو ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسا چبوترا۔ یہ باتیں سن کر سننے والے بہت پریشان ہوئے کہنے لگے بھائی یہ کیا بلا ہے ادھر وہ اندھے آپس میں خوب لڑ رہے ہیں۔ مار پیٹ ہو رہی ہے اور ہر ایک اپنی بات پر اڑا ہوا ہے اس جھگڑے سے اندھوں میں دشمنی ہو گئی۔ جو بڑی محبت سے رہتے تھے الگ الگ ہو گئے۔ ادھر دوسرے آدمی جو ان کی باتیں سن رہے تھے اور ان کی بات مانتے تھے اس ہاتھی والی بات کو سن کر بڑے پریشان کیونکہ انہوں نے کبھی ہاتھی دیکھا نہ تھا۔ وہ بھی ان اندھوں کی بات کو ٹھیک مانتے ہوئے کہ بھائی ہاتھی پر تو سب اندھے اتفاق کر رہے ہیں کہ ہاتھی ہے اور ہم نے دیکھا ہے۔ صرف ان میں اس بات پر اختلاف ہے کہ ہے کیسا ہاتھی ضرور ہے۔ تو ان لوگوں

میں سے بھی کچھ کان والے کے ساتھ ہو گئے کچھ ٹانگ والے کے ساتھ کچھ پونچھ والے کے ساتھ کچھ پیٹھ والے کے ساتھ اور خوب لڑے۔

یہاں تک کہ اس شرارتی آدمی نے جس نے یہ سب کیا تھا ان کو مغلوب کرلیا ان کے اختلاف کی وجہ جو اندھے پن سے ہوا اور عقل کی کمی سے اور یہ بھی ہوا کہ جب بھی ان اندھوں میں سے کسی کو طاقت حاصل ہوگئی تو اپنی بات دوسروں سے زبردستی منوالی۔

ایسا ہی ہمارے یہاں ہو رہا ہے کہ سب مسالک اصولوں پر تو متفق ہیں صرف فروعات میں اختلاف ہے سو یہ کوئی اختلاف نہیں۔یعنی ہاتھی سب مان رہے ہیں صرف اس میں اختلاف ہے کہ ہاتھی ہے کیسا۔نماز پر سب متفق ہیں مگر اس پر اتفاق نہیں ہے کہ نماز پڑھنے کا طریقہ کیا ہے۔سب اپنے اپنے طریقے سے نماز پڑھ رہے ہیں اگر یہ بات مان لی جائے کہ نماز کا حکم ہے اور سب اختلافی طریقے سے پڑھ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب ٹھیک ہے۔اگر یہ ہی بات ہے تو ذرا مجھے ایک فتویٰ دیدو وہ یہ کہ اللہ کو سب مانتے ہیں کہ اللہ ایک ہے مگر ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ اللہ کا کوئی وجود نہیں اور وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے مگر دوسرا یہ کہتا ہے کہ اللہ تو ایک ہے مگر اس کا جسم ہے۔ہاتھ پیر کان ہیں اور وہ ہر جگہ حاضر ناظر بھی نہیں۔تو کیا آپ اس شخص کو مسلمان کہہ سکتے ہیں کیا اس کو برحق کہہ سکتے ہیں۔میرے خیال سے ہاتھ پیر والا خیال رکھنے والا مسلمان نہیں اور نہ ہی اس کو برحق کہہ سکتے ہیں۔پھر آپ نے فروعات کے اختلاف کو کیوں برحق تسلیم کرلیا۔

اب بات پھر ہاتھی پر آتی ہے وہ یہ کہ وہ ہاتھی سب کے سامنے آگیا اور سب نے دیکھ لیا تب کہا گیا کہ بھائی ہم کو تو ہاتھی ایسا بتلایا تھا۔اور ہاتھی یہ ہے اس کو ہاتھی مانو اور اختلاف نہ کرو اور ایک ہو کر رہو۔مگر اب کوئی اس کی بات کو نہیں مانتا بلکہ الٹا اس پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ گمراہ ہے۔دہریہ ہے۔قادیانی ہے۔اہل قرآن ہے وغیرہ وغیرہ۔بھلا ان ہمارے اندھوں نے کیا غلط بتلایا تھا اور اتنے دنوں سے سب یہی ٹھیک مانتے آرہے ہیں ہم بھی ان کی ہی تقلید کریں گے۔ہمارا حال بھی اب ایسا ہی ہو رہا ہے۔قرآن ہمارے سامنے ہے اور قانون بھی ہمارے سامنے اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ قانون کتاب کے خلاف ہے تو کہتے ہیں۔واہ بھئی واہ بھلا اتنے دنوں سے اتنے عالموں نے اس پر عمل کیا اور کسی نے غلط نہیں بتلایا بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے اور تم کو کیا حق ہے غلط کہنے کا۔اے بھائی قرآن کو دیکھ لو مگر کوئی نہیں سنتا بس ایک دوڑ ہے دوڑ رہے ہیں۔جہاں ایک گر رہا ہے دوسرا بھی اس کے پیچھے جا کر گر رہا ہے عقل سے کام نہیں لیتے۔

سورہ بقرہ آیت ۱۷۰،۱۷۱ ''ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو احکام نازل کیے ہیں ان کی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اسی طریقے کی پیروی کریں گے۔ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اچھا اگر ان کے باپ داد نے عقل سے کچھ بھی کام نہ لیا ہو اور راہ نہ پائی ہو تو کیا پھر بھی یہ انہیں کی پیروی کیے چلے جائیں گے؟ یہ لوگ جنہوں نے خدا کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنے سے انکار کر دیا ان کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے چرواہا، جانوروں کو پکارتا ہے اور وہ ہانک پکار کی صدا کے سوا کچھ نہیں سنتے یہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں۔ اس لئے کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔

اللہ نے اپنی کتاب میں سب باتوں کے بارے میں کھول کھول کر تفصیل کے ساتھ فرما دیا ہے مگر ہم بالکل غور نہیں کرتے اس کے بعد ایک بات اور دیکھو وہ یہ کہ امام صاحب نے یہ فرمایا کہ اگر کم فہمی کی بنا پر ہم کسی بات کو قرآن میں نہ پا سکیں تو اس کو حدیث میں دیکھیں پہلی بات تو یہ ہے کہ حضورؐ نے جو بھی کیا ہے یا فرمایا ہے وہ قرآن کے مطابق پھر حدیث میں بھی وہ بات ہوگی جو قرآن میں ہے اس طرح بھی اختلاف کی گنجائش نہیں دوسرے صحابہ نے بھی وہی عمل کیا ہے جو حضورؐ نے کیا یا فرمایا تو اس صورت میں صحابہ کا عمل اور اجماع بھی قرآن پر ہوا پھر بھی اختلاف کی گنجائش نہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ نے قرآن کو آسان اور تفصیل کے ساتھ دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کو علم والے سمجھتے ہیں اور عمل کرتے ہیں کیونکہ اللہ نے کتاب بھی عمل اور سمجھ کے لئے دی ہے اس حالت میں بھی اختلاف کی گنجائش نہیں تاہم یہ سب باتیں اپنی جگہ پر ٹھیک ہوتے ہوئے میں یہ کہوں کہ میری سمجھ میں نہ قرآن آیا نہ سنت رسول اور نہ اجماع۔ تو میں اب اپنی رائے سے کام کروں گا ایسی حالت میں کیا ضروری ہے کہ جو چیز میری عقل میں نہیں آرہی ہے اور اس کو میں کروں یہ تو ایک بہت کراہت والی بات ہوئی۔ آدمی صحیح کام جب ہی کرے گا جب وہ جان لے ورنہ غلط۔ تو ایسی حالت میں مجھے یہ کام چھوڑ دینا چاہیے۔ اور عقل والے آدمی اس کام کو کریں۔ قرآن اور سنت کے مطابق کیا میں نے ٹھیکہ لے لیا ہے یا کسی نے زبردستی مجھے اس کام کو کرنے کے لئے مجبور کیا ہے؟ غور کرنا ضروری ہے۔

ابھی حضرت معاذ والی حدیث پر غور نہیں ہوا وہ کیا ہے اس سے کیا مطلب نکلتا ہے اور اجتہاد کے میدان میں ہر مجتہد اس کو دلیل بنا کر چلتا ہے حدیث میں یہ ہے کہ حضرت معاذ کو حضورؐ نے یمن بھیجا پہلے حضرت معاذ کی حیثیت پر غور کیا جائے وہ کیا تھے معاذؓ کو حضورؐ نے یمن کا عامل یا گورنر بنا کر بھیجا تھا اس زمانہ میں عامل یا گورنر ہی قاضی اور امام مسجد ہوتے تھے اس لئے اپنے علاقہ تک

مقدموں کا فیصلہ بھی وہی کرتا تھا آج اس عہدے کی تقسیم ہوگئی ہے یعنی گورنر اور چیف جسٹس اس زمانے کا چیف جج کیا ہوتا ہے اور وہ کیا کام کرتا ہے اور کس حد کے اندر اس کا تقرر کس طرح ہوتا ہے۔ تقرر کا معیار ہوتا ہے کہ وہ آدمی جس حکومت کا جج ہے اس حکومت کے قانون سے پوری طرح باخبر ہو اور اس کا شہری ہو۔ آدمی بالغ ایماندار تعلیم یافتہ ہو عقل سلیم رکھتا ہو حکومت اور قانون کا وفادار ہو۔ جب اس کی تقرری ہوتی ہے تو وہ ایک حلف اٹھاتا ہے کہ میں حکومت کا وفادار رہتے ہوئے حکومت کے قانون کے مطابق ایمانداری سے فیصلہ کرونگا اس کے خلاف نہیں۔ ہاں اتنی بات اور یاد رکھنی چاہیے کہ وہ جج ہوتے وقت حکومت کا ماتحت ہوتا ہے اور اپنے عہدے پر جانے کے بعد بھی حکومت اور قانون کا ماتحت رہتا ہے یہ نہیں کہ عہدے کی کرسی پر بیٹھ کر وہ خودمختار ہوجاتا ہے یعنی اگر کوئی مقدمہ ایسا آتا ہے جس کے لئے کوئی قانون یا نظیر حکومت کی کتاب میں نہیں ملتی ہو تو اس کا فیصلہ اپنی رائے پر کردے ہرگز نہیں بلکہ اس کے لئے وہ مرکز سے رجوع کرے گا۔ پھر اس بات میں مرکز میں مجلس شوریٰ میں بحث ہوگی اور صاحب الرائے اس مسئلہ میں غور کریں گے۔ غور کرنے کے بعد اس کو حکومت کے سربراہ سے منظوری کرائی ہوگی اور اگر وہ قابل قبول ہوگا تو سربراہ منظور کرلے گا اور اگر کوئی خامی ہوگی تو پھر بحث ہوگی۔ اس طرح بڑے غور کے بعد وہ قانون مرتب و منظور ہوگا اور پھر وہ سارے ملک میں نافذ ہوگا۔ اس پر ہی عمل ہوگا اور ہر جگہ کا عامل یا جج اس قانون کے تحت عمل کرے گا۔ اگر کسی عامل نے حکومت کے قانون کے خلاف اپنی مرضی سے فیصلہ کردیا تو اس پر مرکز کی طرف سے باز پرس ہوگی اور وہ سزا کا حقدار ہوگا۔ ہاں اتنی بات اور ذہن میں رہنی چاہیے یہ سب اس ماحول کے لئے ہے جو ایماندار رہو اور اپنے ملک میں ایمانداری چاہتا ہو۔ جہاں پر ایمان نہیں وہاں کی مثال مت دینا کہ یہ تو نے کیا لکھ دیا فلاں جج نے یہ فیصلہ کیا ہے اور اس کے خلاف کوئی باز پرس نہیں ہوئی۔

یہ تو رہی انسانی قانون کی بات اس میں بھی بڑے غور کے بعد قانون سازی ہوتی ہے اور اس کام کو قانون ساز مجلس کے رکن ہی کرتے ہیں تنہا کوئی شخص قانون بنانے کا مجاز نہیں۔ اس کے مقابلے میں خدا کے قانون کی بات رہی۔ خدا کا قانون حتمی ہے اس میں ساری دنیا کے انسان بھی اگر ترمیم کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے۔ جو خدا کی کتاب میں لکھا ہے اس کا پابند ہر آدمی کو رہنا ہے اگر کوئی بات اللہ کی کتاب میں نہیں ملتی تو اس کو رسول کی سنت میں دیکھنا ہوگا۔ کیونکہ اللہ کے رسول نے بھی اللہ کے حکم کے مطابق مشورہ کرنے کے بعد کوئی رائے قائم کی ہے اس پر عمل کرنا چاہئے۔ جیسے وضو اور غسل کا مسئلہ ہے اس کا حکم اور طریقہ کتاب میں ہے مگر اس کو تفصیل کے ساتھ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ جب

رسولؐ اس دنیا سے رخصت ہو گئے اب ہمارے لئے کتاب اور رسول کی سنت ضروری ہے جب کوئی بات اس میں نہ ملے تب غور کرنا ہے فرداً فرداً نہیں بلکہ اجتماعی طور پر جیسے اس زمانہ میں قانون ساز مجلس میں غور ہوتا ہے اور سربراہ حکومت کے سامنے۔ اسی طرح مسلمانوں کو غور کرنا ہے۔ اگر کوئی اس کے خلاف کرتا ہے اپنی مرضی اور خودمختار حیثیت سے کوئی قانون بناتا ہے تو وہ قانون باطل ہے اس کو ماننا بھی گناہ ہے۔

سب باتوں پر غور کرتے ہوئے اب حدیث کے لفظوں پر غور کیا جائے وہ یہ کہ پھر میں اپنی رائے پر عمل کروں گا۔ کیوں؟

کیا معاذ رضی اللہ عنہ کو خودمختار حیثیت حاصل تھی یا مرکز سے ان کا تعلق کٹ گیا تھا یا حضورؐ دنیا سے رخصت ہو گئے تھے یا اللہ کی وحی آنی بند ہو گئی تھی؟ ایسا تو نہیں تھا بلکہ اللہ کے رسول بھی موجود تھے وحی کا سلسلہ جاری تھا اور مرکز سے تعلق بھی تھا پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ حضرت معاذ یہ کہہ دیں کہ میں اپنی رائے پر عمل کروں گا بلکہ ان کا جواب ہونا یہ تھا کہ جو آپ کے پاس قانون اللہ کی طرف سے آیا ہوا ہے۔ اگر اس میں کوئی مسئلہ نہ ملے گا تو اس کے بارے میں میں اپنے قاصد کے ذریعے مرکز سے یعنی آپ سے معلوم کروں گا کہ اس مقدمہ میں کیا فیصلہ کروں اور جب حضورؐ دنیا میں نہ رہے اس وقت ہر جگہ کے عامل کو کتاب اللہ جو مکمل ہو چکی اور سنت رسول پر عمل کرنا ہو گا اگر ان میں کوئی بات نہ ملے تو اس کے لئے مرکز سے رجوع کرنا ہے اور مرکز میں قانون ساز مجلس اس بارے میں غور کرے گی۔ امیر کی سربراہی میں اللہ کے حکم کے مطابق جو اللہ کی کتاب میں تفصیل کے ساتھ ہیں اور سنت رسول میں جو سورج کی طرح روشن ہے۔

ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم یہ کیسے مان لیتے ہیں کہ حضرت معاذؓ نے یہ لفظ کہے ہوں گے اور حضورؐ نے ان کو خودمختاری دیدی ہو گی۔ ہم ذرا سا بھی غور کریں تو حقیقت روز روشن کی طرح کھل کر ہمارے سامنے آ جاتی ہے کہ نہ تو حضرت معاذؓ ہی ایسا کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو آزاد چھوڑ سکتے ہیں کہ جو تیرے دل میں آئے کر۔

کون نہیں جانتا کہ خلیفہ ہونے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کا اولین اعلان یہ تھا کہ میری اطاعت کرو جب تک اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتا رہوں۔ لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر واجب نہیں ہے۔ کس کو معلوم نہیں کہ انہوں نے حضور کی وفات کے بعد جیش اسامہؓ کو صرف اس لئے بھیجنے پر اصرار کیا کہ جس کام کا فیصلہ حضورؐ اپنی زندگی میں

کر چکے تھے اسے بدل دینے کا وہ اپنے آپ کو مجاز نہ سمجھتے تھے۔

یہی موقف حضرت عمرؓ کا تھا انہوں نے اپنے قاضیوں کو کہا تھا کہ جو بات قرآن وسنت میں ہے اس سے مقدموں کا فیصلہ کرو اور اگر کوئی بات نہ ہو تو مرکز سے رجوع کرو۔ یہی بات حضرت عثمانؓ کی اور حضرت علیؓ کی ہے پھر معاذؓ کو ایسی اجازت کیوں؟

اتنی باتیں ہوتے ہوئے بھی ابھی تک یہ پتہ نہیں چلا کہ آخر یہ حدیث ہے کیوں۔ اس میں کئی باتیں قابل غور ہیں۔ ایک بات تو یہ ظاہر ہو رہی ہے کہ حضرت معاذؓ بالکل خودمختار ہو گئے تھے مرکز سے ان کا تعلق کٹ گیا تھا اسی طرح سب عامل اپنی جگہ پر خودمختار تھے اور ہر آنے والے نے اس کو دلیل بنا کر اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ دوسری بات یہ کہ ہر عالم نے اپنے طریقے پر اپنے علم کی دوکان لگالی جو قانون چاہا، بنا دیا۔ اسے مشورے کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ حدیث مشورے کا انکار کر رہی ہے اس طرح ہماری گاڑی چلی اور آج جس شکل میں ہماری گاڑی چل رہی ہے سب جانتے ہیں جس کا دل جو چاہتا ہے فتویٰ دیتا ہے ہر آدمی خودمختار ہے جیسے جگہ جگہ ہماری خلافت قائم ہیں۔ ہندوستان میں بھی بہت دارالعلوم اپنی جگہ پر خودمختار ہیں اور ان کے سربراہ خلیفہ ہیں خودمختار ہیں مرکز یا قرآن سے کوئی مطلب نہیں۔ قرآن کو اپنی مرضی کا بنا رکھا ہے جس کا جو دل چاہتا ہے زیر زبر لگا کر مطلب نکالتا ہے ہر ایک کے پاس شان نزول ہے اور کئی کئی طرح سے لکھا ملتا ہے اور ہر آدمی اپنے مطلب کے شان نزول سے کام لے رہا ہے۔ شیعہ حضرات نے سارا شان نزول حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے لئے ہی خاص کر دیا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ ان حضرات کے علاوہ قرآن سے اور کسی کا مطلب نہیں اور قرآن عمل کرنے کی چیز نہیں بلکہ صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اولادِ علیؓ کے شان میں ہے۔ اور عبادت کے بجائے اب تم ان کی ہی تعریف کرو جنت مل جائے گی۔

بس آخر میں اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے ذریعے قیاسی گھوڑے سرپٹ دوڑ پڑے اور میدان بھی بہت لمبا چوڑا مل گیا کوئی حد ہے نہ کوئی اندازہ ہے جو ایک غلط روش ہے اور اس کے انجام بہت ہی ہیبت ناک نکلے ہر آدمی دیکھ رہا ہے تاہم اللہ نے اجتہاد کا میدان ضرور بتلایا ہے اپنے کلام میں ہاں اجتہاد ضرور ہونا چاہیے وہ کیا۔

سورہ انفال آیت ۶۰۔ ''اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لئے مہیا رکھو تا کہ اس کے ذریعہ اللہ کے اور اپنے دشمنوں اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کر دو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے اللہ کی راہ میں جو تم

خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدل تمہاری طرف پلٹایا جائے گا اور تمہارے ساتھ ظلم ہرگز نہیں ہو گا۔"

سورہ الحدید ۵۷ آیت ۲۵۔ "ہم نے اپنے رسولوں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے (کا حکم) کو نازل فرمایا تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں شدید ہیبت ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں۔"

دوسری جگہ اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں لوہے کو موم بنادیا تھا جس سے وہ زرہ بکتر بناتے تھے۔ قرآن میں ہی ذوالقرنین کا واقعہ ملتا ہے جس میں ذوالقرنین نے تانبے اور رانگ سے کام لیا تھا اور قرآن میں یہ ملتا ہے کہ انسانوں اس کائنات میں غور کرو یہ بلامقصد نہیں بنائی گئی ہے۔

ان آیات میں اللہ نے صاف بتلایا ہے کہ لوہے سے کام لو اور فوجی طاقت ہر وقت تمہارے پاس موجود رہنی چاہیے جدید اسلحہ سے لیس جس چیز کی بھی ضرورت ہو وہ تمہارے پاس ہو۔ نفس میں غور کرنے کی دعوت ہے اس میں بہت سی باتیں آیتیں ہیں ان میں ایک یہ ہے طب میں ترقی کرو قرآن پاک میں تخلیق انسان کے مرحلے بتلائے ہیں کائنات میں غور کا مطلب یہ ہے کہ سائنس میں ترقی کر کے اس کائنات سے فائدہ اٹھاؤ اور سب سے آگے رہ کر دوسرے انسانوں کو دعوت دو کہ دیکھو تم اس قرآن کو اللہ کا کلام نہیں بتلاتے مگر ہم نے اس پر کام کر کے یہ ثابت کر دیا یہ اللہ کا کلام ہے پھر تم اب اس پر ایمان کیوں نہیں لائے اس کو غور سے دیکھو۔

سورہ النساء آیت ۱۶، ۱۸۔ "ہم نے اس آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بتایا ہے اگر ہم کوئی کھلونا بنانا چاہتے اور بس یہی کچھ ہمیں کرنا ہوتا تو اپنے ہی پاس کر لیتے مگر ہم تو باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں جو اس کا سر توڑ دیتی ہے۔"

سورہ الانشقاق ۸۴ آیت ۱۶ تا ۲۰۔

"فَلاَ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ. وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ. وَالْقَمَرِ اِذَااتَّسَقَ. لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ. فَمَا لَهُمْ لاَيُؤْمِنُوْنَo"

ترجمہ: مولانا مودودی پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات کی اور جو کچھ وہ سمیٹ لیتی ہے اور چاند کی جب کہ وہ ماہِ کامل ہو جاتا ہے تم کو ضرور درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف گذرتے چلے جانا ہے پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ ایمان نہیں لاتے۔

ترجمہ: مولانا تھانویؒ میں قسم کھا کر کہتا ہوں شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی جس کو رات سمیٹ کر جمع کر لیتی ہے اور چاند کی جب کہ وہ پورا ہو جاتا ہے کہ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے

بعد دوسری حالت پر پہنچنا[۲] ہے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایمان نہیں لاتے۔

[۱] تفسیر مودودی یعنی تمھیں ایک حالت پر نہیں رہنا ہے بلکہ جوانی سے بڑھاپے، بڑھاپے سے موت، موت سے برزخ، برزخ سے دوبارہ زندگی، دوبارہ زندگی سے میدان حشر، پھر حساب و کتاب اور پھر جزا و سزا کی بیشمار منزلوں سے لازماً تم کو گزرنا ہوگا۔

[۲] تفسیر تھانوی، وہ حالتیں ایک موت ہے اس کے بعد احوال برزخ اس کے بعد احوال قیامت وغیرہ۔

ترجمہ: مولانا محمد شفیع صاحب آیت ۱۹، کہ تم کو چڑھنا ہے سیڑھی پر سیڑھی۔

تفسیر: جو چیزیں تہ بر تہ ہوتی ہیں اس کی ایک تہ کو طبق یا طبقہ کہتے ہیں جمع طبقات آتی ہے۔ لترکبن، رکوب بمعنی سوار ہونے سے مشتق ہے معنی یہ ہیں کہ اے بنی نوع انسان تم ہمیشہ ایک طبقے سے دوسرے طبقے پر سوار ہوتے اور چڑھتے چلے جاؤ گے یعنی انسان اپنی تخلیق کے ابتدا سے انتہا تک کسی وقت ایک حال پر نہیں رہتا بلکہ اس کے وجود پر تدریجی انقلابات آتے رہتے ہیں۔ آگے انسان کے شروع سے آخرت تک کا حساب لکھا ہے۔

فارسی ترجمہ جو ایران سے آیا ہے وہ شیعہ حضرات کا ہے۔ اس میں بھی یہ ہی ہے۔

ترجمہ: سید مقبول احمد دہلوی تم ضرور منزل منزل پہلوں کے راستہ پر چلو گے۔

تفسیر: احتجاج طبرسی میں جناب امیر المومنین سے منقول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے پہلی امتوں کے لوگوں نے انبیاء کے بعد اوصیاء سے غدر و بے وفائی کرنے میں جو راستہ چلا تھا وہ ہی تم بھی ضرور چلو گے۔ امام محمد باقر نے بھی یہ ہی تفسیر فرمائی ہے۔

اللہ نے اپنے کلام پاک میں طرح طرح سے حالات بیان کئے ہیں کہیں قانون کی بات ہے کہیں عقائد کی بات ہے کہیں عمل کی بات۔ کہیں اپنے قہر سے ڈرایا ہے کہیں اپنے انعام کی بشارت دی ہے۔ ایمان والوں کے کہیں پہلے نبیوں اور قوموں کے ذکر ہیں۔ کہیں عجائبات قدرت کا ذکر ہے تو کہیں دوزخ جنت کا ذکر۔ کہیں میدان حشر کا ذکر ہے گناہ و نیکی کا ذکر ہے۔ کہیں بارش کا ذکر ہے۔ کہیں نباتات کا ذکر ہے کہیں پیدائش کا ذکر ہے۔ کہیں اس انسان کی صلاحیت اور جہالت کا ذکر ہے۔ بہر حال کوئی بات ایسی نہیں جو اللہ نے اپنے کلام کے ذریعے انسانوں کو نہ سمجھائی ہو۔ تسخیر کائنات کا ذکر بھی اللہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ بتلایا ہے اور فرمایا ہے کہ اے انسان میں نے تمہارے لیے یہ سورج چاند زمین ہوا اور پہاڑ وغیرہ مسخر کر دیے ہیں اور تمہارے کام میں لگا دیے ہیں۔ کہیں کائنات میں غور کی دعوت دی ہے اور کہا کہ یہ بلا مقصد کھیل کے طور پر نہیں ہیں اور یہ بھی دعوت دی ہے کہ دنیا اور بھی ہو سکتی ہے۔ ان سب باتوں پر ہی اللہ نے قناعت نہیں کی بلکہ ان میں غور کرنے کے لئے انسان کو علم بھی دیا اور انسان کی عظمت کا راز ہی علم میں پوشیدہ ہے اللہ نے اس انسان

کو بنایا ہے تو وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس میں کیا کیا صلاحتیں ہیں اس لئے تو یہ قرآن انسان کو دیا پہاڑ یا جن وغیرہ کو نہیں دیا۔ اس لئے انسان سے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ ضرور اس قرآن پر غور کرے گا اور عمل کرے گا۔ طرح طرح سے اس کے علم کو بڑھا کر اور ہر طرح عجائبات قدرت کا ذکر کر کے ایک ایسی آیت دی کہ یہ انسان ضرور اس پر غور کر کے اپنی خداداد صلاحیت کو کام میں لا کر ترقی کرے گا۔ اور اس کام کو کر کے دنیا کے انسانوں سے دوٹوک الفاظ میں کہے گا اے خدا اور خدا کے کلام و رسولؐ کے منکرو دیکھو قرآن اللہ کی طرف سے ہے۔ جس میں ان چیزوں کا ذکر ہے جس کو اس وقت کا کوئی بھی سائنس داں یا ڈاکٹر نہیں جانتا تھا اور اس میں ہے اور ہم نے یہ کر کے دکھلا دیا۔ کیا اب بھی تم اس کلام اور کلام والے کو نہیں مانو گے مان لو اور وہ انسان ضرور اس بات کو دیکھ کر خود بخود اسلام کی صداقت کو قبول کرتا اور اس پر عمل کرتا ہم۔ ان کی کتابوں سے ثبوت فراہم کرنے کی ضرورت نہیں آتی۔ جیسا کہ کچھ حضرات کر رہے ہیں۔ اور اپنی تقریروں میں کہتے ہیں کہ تمہاری کتابوں میں یہ لکھا ہے اس لئے تم اسلام قبول کرلو۔ یہ ٹھیک ہے کہ دعوت دینی ضروری ہے مگر پہلے اپنی حالت ٹھیک کرلو اور اپنی کتاب پر عمل کرلو اور کتاب کی حقیقت پر عمل کر کے ان سے کہو دیکھو یہ ہے حقیقت۔ اب ایمان کیوں نہیں لاتے مگر افسوس تم نے اپنی کتاب کا مطلب بدل کر قوم کو ذلیل کر دیا اور دوسروں کو دعوت دے رہے ہو، بھلا کون مان لے گا۔ اپنی کتاب سے ثبوت دو، مگر تم نہیں دے سکتے۔

دوسرے انسانوں نے یہ کر کے دکھلا دیا۔ یعنی ہوا میں پرواز کر گیا، چاند پر پہنچ گیا۔ مشتری اور مریخ کی تیاری ہے۔ مگر افسوس صد افسوس اس مسلمان نے اس قرآن پر غور نہیں کیا نہ ہی قوم کے سامنے قرآن کا اصل منشاء پیش کیا۔

بقول علامہ اقبالؒ

جانتا ہوں میں یہ امّت حامل قرآن نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دین
تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے
تا بساط زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات
مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

اس بندۂ مومن نے قرآن کو کسی اور مقصد کے لئے استعمال کرلیا اور ایسا ذلیل ہوا کہ اب

اس کو کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا۔اس مسلمان نے قرآن کے خلاف عمل کر کے فرقے بنا لیے جس کو اللہ اور اللہ کے آخری رسول حضرت محمدؐ نے منع کیا،اس مسلمان نے اپنے قانون اس قرآن کے خلاف بنا لئے۔اپنے اور قرآن کے دکھلائے ہوئے روشن راستے بند کر لئے جن میں ترقی کا راز پنہاں ہے۔غیر مسلموں نے ان روشن راہوں پر غور کر کے اپنی دنیاوی زندگی میں اس پر عمل کیا اور آج وہ اس آیت کے اور قرآن کے مطابق فضا میں پرواز کر رہے ہیں پوری فضاء انھوں نے تسخیر کر رکھی ہے جہاں ان کا دل چاہتا ہے اڑتے ہیں اور اترتے ہیں۔سمندر اور زمین سے جو چاہتے ہیں نکالتے ہیں۔انھوں نے قرآن کو پڑھا۔اچھی طرح دیکھا مگر افسوس صد افسوس ان پر بھی کہ انہوں نے اس قرآن سے مادی فائدہ تو اٹھایا مگر آخرت کے فائدے سے محروم ہو گئے یعنی قرآن پر اللہ اور رسول پر ایمان نہ لائے۔

اب دیکھا جائے کہ اللہ اپنی آیتوں کے ذریعے انسان سے کیا چاہتا ہے اور ایک دم انسان سے مطالبہ کر دیا کہ اب بھی تم ایمان نہیں لانے کے۔جن آیات کا ترجمہ اوپر لکھا گیا ہے ان میں ایک آیت کا ترجمہ لکھا جا رہا ہے اور ہر خاص و عام کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اس میں غور کریں۔اگر میں نے غلط سمجھا ہو تو براہ کرم مجھے سمجھا دیں۔اور اگر میرا ترجمہ صحیح ہو تو عمل کرنے کی صلاحیت پیدا کریں۔

سورہ الانشقاق ۸۴ آیت ۱۹، لترکبنّ طبقًا عن طبق

اس آیت میں لام تاکید اور نون تاکید ہے یہ جب مضارع پر آتے ہیں تو زمانہ مستقبل میں ضرور ضرور (تاکید) کا مفہوم پیدا کرتے ہیں۔اللہ کو انسان کی صلاحیت پر پورا یقین ہے کہ ضرور یہ انسان حق ادا کرے گا اس لئے یہاں پر شاید لَعَلَّ کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ ضرور ضرور کا لفظ استعمال کیا اور انسان کو یہ دعوت دی کہ تم اس سمت میں اپنا قدم بڑھاؤ ضرور تم ایسا کرو گے۔اب آیت کا ترجمہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

ترجمہ: تم ضرور ضرور ایک طبق سے دوسرے طبق (ایک کرّے سے دوسرے کرّے پر سوار ہو گے) یعنی سفر کرو گے۔

اس طرح اللہ نے اور بہت سی آیتوں کے ذریعے اس مسلمان کو ہدایت کی کہ تم ان پر غور کرو اور سائنس میں ترقی کرو اور اس دنیا کو گلزار بنا دو جہاں کسی مظلوم پر ظلم ہو اس کی مدد کرو دنیا میں فساد مت پھیلاؤ۔یہ تھا میدان اجتہاد کا نہ کہ دین کامل میں مگر مسلمان یہ کام نہ کر سکا۔دوسری قوموں نے ان پر عمل کیا آج وہ بام عروج پر ہیں ہر طاقت ان کے پاس ہے مگر اللہ کے قانون سے ہٹ کر کیونکہ انھوں نے اس دنیا کو ہی سب کچھ مان لیا ہے اور مان لینے سے ہی وہ دنیا میں فساد برپا کر رہے ہیں اگر

وہ اللہ رسول اور قرآن پر ایمان لا کر یہ کام کرتے تو دنیا گلزار بنتی یہ کام مسلمان کو کرنا چاہیے اللہ کی حدود میں رہتے ہوئے جس سے دین دنیا دونوں بنیں۔ مگر اس حالت میں مسلمان یہ کام نہیں کر سکتا کیونکہ قوم کے سامنے قرآن کی تصویر وہ نہیں ہے جو ہونی چاہیے مگر اتنے پر بھی بقول علامہ اقبالؒ مسلمان ترقی ضرور کرے گا اور وہ قرآن کا ہر منشاء پورا کرے گا۔

عصر حاضر کے تقاضوں سے ہے لیکن یہ خوف ☆ ہو نا جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں

میں اب ان آیتوں کے ذریعہ پہلے مسلمانوں کو یہ دعوت دے رہا ہوں کہ وہ اپنے حالات اس قرآن پر کرلیں۔ اس کے بعد پورے عالم کو دعوت دے رہا ہوں کہ قرآن نے جو راہیں بتلائی ہیں وہ سچ ثابت ہورہی ہیں۔ اس لئے یہ مالک کا کلام ہے کسی انسان کا نہیں اور جس پر یہ نازل ہوا تھا وہ سچا نبی تھا۔ اس لئے ان کی صداقت کو قبول کرتے ہوئے فوراً اس پر ایمان لے آؤ اور اللہ کی مرضی کے مطابق اس دنیا کو جنت بنادو، جس میں کوئی دکھی نہ ہو کوئی ظالم نہ ہو کوئی مظلوم نہ ہو۔ آپس میں محبت سے رہ کر مزے اڑائیں۔ اور آخرت بھی ٹھیک ہو۔

اس تحریر کو پڑھ کر ہر آدمی یہ ضرور جان لے گا کہ اجتہاد کہاں ہونا چاہیے تھا وہاں ہونا چاہیے تھا جہاں قرون اولی کے مسلمان علم والوں نے سائنس و طب وغیرہ کے میدان میں تحقیق کی تھی جو دنیا والوں کو حیران کر رہی تھیں جن سے بعد کو مغرب والوں نے فائدہ اٹھا کر پوری دنیا کو اپنا غلام بنالیا اور اپنی قوم کو ترقی یافتہ بنادیا۔ جو چیز اللہ نے انسانوں کے فائدہ کے لئے بنائی ہیں ان کی کھوج کرو۔ زمین کا سینہ چیر کر اس کے خزانے نکالو۔ فضا میں پرواز کرو سمندر میں غوطا لگا کر اللہ کی نعمت نکالو اور قوم کو علم والا بنادو۔ سائنس سے بنی نوع انسان کو بیماریوں سے نجات دلا دو۔ اور اللہ کی پاکی بیان کرو اس کی کائنات میں غور کرو جو باطل اور بلا مقصد نہیں بنائی۔ یہ تھا میدان اجتہاد کا نہ کہ دین۔ دین مکمل ہے اس میں کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں جو اس میں اجتہاد کرتا ہے وہ اصل دین کو امامی مذہب بناتا ہے جس کی وجہ سے آج قوم ذلیل ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم کرے اور صحیح دین پر عمل پیرا کردے۔

لیکن علماء حضرات تو آج بھی سائنس پڑھنے کو منع فرماتے ہیں کیوں؟ جب انھوں نے قرون اولی کے سائنس دانوں کی رصد گاہیں اور ان کی محنت پر پانی پھر دیا تو یہ ضرور اس علم کو پڑھنے کو منع کریں گے۔

آیات قرآنی

اجتہاد پر جو بھی لکھا گیا وہ آپ نے پڑھ لیا۔ ہر آدمی اپنی مرضی کا مالک ہے۔ کیا رائے قائم کرلے ویسے ہر لکھنے والا اپنی عقل سے صحیح لکھتا ہے اگر وہ غلط لکھے گا تو اس کی سزا اس کو اللہ کے یہاں ضرور ملے گی۔ اس طرح پڑھنے والوں کا بھی ایک فرض ہے کہ وہ عقل سلیم سے کام لیتے ہوئے صحیح فیصلہ کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اندھی تقلید کے چکر میں آکر ضد میں بات پڑ جائے اور فیصلہ غلط ہو جائے۔ اس صورت میں بھی اللہ کے ہاں سزا ضرور ملے گی تاہم یہ تو ہر آدمی کا اپنا فرض ہے کہ وہ کیا فیصلہ کرتا ہے۔ اس بات پر غور کرتے ہوئے اب دیکھنا یہ ہے کہ اس اجتہاد سے کام لے کر ہمارے یہاں دین کی کتنی خدمت کی گئی ہے۔ اس کے تحت سب سے پہلے قرآن پر لکھا جارہا ہے کہ اس شانِ نزول اور اجتہاد سے قرآن میں کیا ہوا ہے، غور کرنا قارئین کا کام ہے۔ فیصلہ جو اللہ کردے کیونکہ پہلوں کی طرح میرے پاس کوئی طاقت نہیں جو اپنی بات کسی سے منوالوں صرف ایک اللہ پر بھروسہ ہے اگر میری بات ٹھیک ہے تو اللہ ضرور میری مدد کرے گا اور پڑھنے والا غور کرکے صحیح فیصلے پر پہنچے گا اور اگر میری بات غلط ہے تو میری اللہ سے دعا ہے کہ مجھے ہدایت دے۔

اس وقت جو اسلامی قانون رائج ہیں ان کے متعلق اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ قرآن کے خلاف ہیں تو بالکل نئی انوکھی اور قابل اعتراض بات ہے۔ کوئی بھی آدمی جلدی سے یہ بات تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوگا اور ناراض بھی ہوگا کہ اس کو کیا حق ہے ہمارے قانون غلط کہنے کا اس کو فوراً سزا دو اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے جو بھی آدمی غلط بات کہے اس کو سزا ضرور ملنی چاہیے مگر سزا دینے سے پہلے اس کی بات پوری ضرور سنو اور اس سے دلیل لو کہ تو اپنی بات صحیح ثابت کر۔ اگر وہ اپنی بات کو صحیح ثابت کردے قرآن وسنت کی روشنی میں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی بات کو نہ مانا جائے ہاں دلیل شرط ہے وہ بھی قرآن اور حضور کے طریقے سے۔

ہر آدمی چاہے وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے اپنی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اس کے پاس دلیل ضرور ہوتی ہے۔ اب ماننے والوں کا فرض ہے کہ اس کی دلیل کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھا جائے میں بھی اپنی دلیل قرآن سے ہی دینا چاہتا ہوں اور سنت رسول سے۔ میں سب سے پہلے کچھ آیتیں قرآن کی پیش کررہا ہوں اس امید پر کہ پڑھنے والے ان میں غور کریں گے کہ ہمارے عالموں نے قرآن کا ترجمہ صحیح کیا ہے یا غلط اس بات پر فیصلہ ہوجائے گا۔ اگر میری بات صحیح ہو تو مان لو اور اگر میں

غلطی پر ہوں تو میری اصلاح کر دو۔ قرآن کی آیتیں لکھنے سے پہلے میں کچھ عربی قواعد کی ضمیریں لکھ رہا ہوں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ عربی پڑھے ہوئے تو ان کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ مگر جو عربی داں نہیں ہیں اور میری یہ کتاب زیادہ تر وہی پڑھیں گے جو عربی سے نابلد ہیں اس لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ضمیروں کی جان کاری ہو جائے۔

عربی میں اضافت کی چودہ ضمیریں ہیں ان میں چھ ضمیریں مذکر کے ساتھ خاص ہیں یعنی ان کا استعمال صرف مردوں کے لئے ہوگا۔ چھ ضمیریں مؤنث کے ساتھ خاص ہیں یعنی ان کا استعمال صرف عورتوں کے لئے ہوگا۔ دو ضمیریں مؤنث اور مذکر دونوں کے لئے ہیں لیکن ان میں چھ ضمیریں ان مردوں یا عورتوں کے لئے یا ہر اسم کے لئے ہیں جو سامنے موجود نہ ہوں انہیں غائب کی ضمیریں کہا جاتا ہے چھ ضمیریں ان مردوں یا عورتوں کے لئے ہیں جن سے آپ گفتگو کر رہے ہیں یہ مخاطب کی ضمیریں کہلاتی ہیں دو ضمیریں متکلم کی ہیں یعنی ایسے مردوں اور عورتوں کے لیے ہیں جو گفتگو کر رہے ہیں۔ اسی طرح واحد یعنی ایک مرد یا عورت کے لئے الگ ہے دو مردوں یا دو عورتوں کے لئے الگ ان سے زائد کے لئے الگ ضمیر ہے۔ نیچے دیئے ہوئے نقشے میں اضافت کی ضمیریں لکھی جا رہی ہیں۔ ان کو غور سے پڑھ کر قرآن شریف کی آیتوں میں غور کرو اور دیکھو کہ جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ ضمیروں کے اعتبار سے ٹھیک ہے یا غلط۔

ضمائر کا بیان

غائب کی ضمیریں

واحد مذکر ایک مرد کے لئے ہ (ھو) قلمہ۔ اس ایک مرد کا قلم (ھو) وہ تثنیہ مذکر (دو مردوں کے لئے) ھما۔ قلمھما۔ ان دو مردوں کا قلم (ھما) جمع مذکر (دو مردوں سے زاید کے لئے) ھم۔ قلمھم۔ ان سب مردوں کا قلم (ھم) واحد مؤنث۔ ھا۔ قلمھا۔ اس ایک عورت کا قلم (ھی) وہ تثنیہ مؤنث ھما۔ قلمھما۔ ان دو عورتوں کا قلم (ھما)

جمع مؤنث ھنّ۔ قلمھنّ۔ ان سب عورتوں کا قلم۔ (ھنّ)

یہ یاد رہے اگر انسان کے علاوہ بھی کسی اور اسم کو جو غائب ہے مخاطب کریں گے تو اس کے لئے بھی ضمیر غائب ہی استعمال کریں گے۔

حاضر کی ضمیریں

یعنی جو حاضر ہے اس کا نام لئے بغیر مخاطب کریں گے تو ضمیر سے مخاطب کریں گے جیسے
(تو تم آپ تیرا) واحد مذکر ک۔ قلمک۔ تیرا قلم۔ انت ۔تو
تثنیہ مذکر کما۔ قلمکما تم دو مردوں کا قلم (انتما)
جمع مذکر کم قلمکم تم سب مردوں کا قلم (انتم)
مونث کی ضمیریں۔ کِ کما کنَّ ہیں۔(انت ۔انتما ۔انتنَّ) ضمیر متکلم انا۔ نحن۔(ی۔نا)
بس اتنا سمجھ لو کہ جو چیز دور یا غائب ہوتی ہے اس کو وہ کہہ کر اشارہ کرتے ہیں عربی میں وہ کے لئے۔ ہ ۔ھما ۔ ھم ۔ ھنّ (لھو۔ ھی) کہتے ہیں مخاطب کے لئے ۔کَ۔ کِ۔ کما۔ کم۔ کُنَّ۔ اَنْتَ۔ اَنْتِ۔ انتم۔ انتما۔ انتنّ کہتے ہیں جس کا مطلب تو تم آپ سے ہوتا ہے اب اس کے متعلق قرآن شریف کی آیتیں لکھی جارہی ہیں۔
سورۃ البقرہ آیت ۱۴۳ تا ۱۴۶

وما جعلنا القبلة (لی کنت علیھا) لالنعلم من یتبع الرسول
اور جس قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں وہ تو محض اس لئے کہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون تو رسول کا
ممّن ینقلب علیٰ عقبیه ط وان کانت لکبیرۃ الاعلی الذین
اتباع کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا ہے۔ اور یہ قبلہ کا بدلنا منحرف لوگوں پر بڑا ثقیل ہے
ھدی اللّٰه ط وما کان اللّٰه لیضیع ایمانکم
مگر جن لوگوں کو اللہ نے ہدایت فرمائی ان کو سخت نہ تھا اور اللہ ایسے نہیں ہیں
ان اللّٰه بالناس لرؤف الرحیم (۱۴۳)
کہ ضائع کریں تمہارے ایمان کو بیشک اللہ تو لوگوں پر بہت ہی شفیق اور مہربان ہے
قدنریٰ تقلّب وجھک فی السماء ج ۔فلنولینک
ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تیرے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا اس لئے ہم آپ کو پھیر دیتے ہیں
قبلة ترضیھا صِ فولّ وجھک شطر المسجد الحرام ط
اس کی طرف جس سے آپ راضی ہیں پس چہرہ اپنا نماز میں مسجد حرام کی طرف کیا کیجیے
وحیث ما کنتم فولوا وجرھکم شطرہ ط وان الزین اوتوا

اورتم لوگ کہیں بھی ہو، کیا کرو چہرہ اپنا طرف اس مسجد کی اور یہ اہل کتاب بھی یقیناً جانتے
الکتب یعلمون انہ الحق من رّبھم ط وما اللّٰہ بغافلٍ
کہ حکم بالکل ٹھیک ہے ان کے پروردگار کی طرف سے ۔ اور اللہ ان کی کارروائیوں
عما یعملون ۔(١٤٤) ولئن اتیت الذین اوتوا الکتٰب
سے بے خبر نہیں ہے اور اگر آپ اہل کتاب کے سامنے تمام دلیل پیش کرو
بکلّ ایۃٍ ماتبعوا قبلتک ج وما انت بتابع قبلتھم ج
تب بھی یہ قبول نہ کریں گے قبلہ آپ کے کو اور آپ بھی ان کے قبلے کو قبول نہیں کرسکتے
وما بعضھم بتابعٍ قبلۃ بعضٍ ط ولئن اتّبعت
اور ان کا کوئی فریق دوسرے کے قبلے کو قبول نہیں کرتا۔ اور اگر آپ ان کے
اھواء ھم من بعد ماجاءک من العلم لا انک اذاً لمن الظالمین (١٤٥)
نفسانی خیالات کو اختیار کریں آپ کے پاس علم آئے پیچھے یقیناً آپ ظالموں میں شمار ہوں گے۔
الذین اتینٰھم الکتٰب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم
جن کو ہم نے کتاب (توریت انجیل) دی ہے وہ لوگ ان رسول کو ایسا ہی پہچانتے
وان فریقًا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون (١٤٦)
ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو اور بعضے ان میں سے باوجود یہ کہ خوب جانتے ہیں مگر حق اخفاء کرتے ہیں۔

ان آیات کو غور سے پڑھ کر یہ دیکھیے کہ ان میں کچھ ضمیریں استعمال ہوئی ہیں جیسے
ہ ۔ ھا ۔ کم ۔ ھم ۔ ک۔ ان کا ترجمہ جہاں پر ک کی ضمیر ہے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد ہے۔
کیونکہ جب وحی نازل ہوتی تھی تو حضورؐ حاضر ہوتے تھے اس وجہ سے ضمیر حاضر کی ہی واحد استعمال
ہوئی ضروری ہے اور جہاں (کم) ضمیر آئی ہے اس سے مراد سب مسلمان جو حاضر ہوتے ہیں اور
جہاں (ھم) ضمیر استعمال ہوئی ہے اس سے مراد وہ آدمی ہیں جو اعتراض کرتے تھے اور جہاں پر ہ
ضمیر استعمال ہوتی ہے اس سے مراد کعبہ ہے کیونکہ یہ آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اور کعبہ مکہ میں
ہے اس لئے ضمیر غائب ہٗ ۔ ھا۔ کا استعمال ہونا ضروری ہے اور جہاں ہ ضمیر غائب ہے اس کا مطلب
بھی کعبہ لکھنا ضروری ہے اگر اس کے خلاف لکھا ملتا ہے تو وہ غلط ہے جیسا کہ آیت نمبر ١٤٦ میں ترجمہ کیا
ہے۔ اہل کتاب ان رسول کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جب کہ اس آیت کا ترجمہ یہ ہونا
چاہیے کہ یہ اہل کتاب اس مسجد کعبہ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔ اب یہ ذیل کے ترجمے میں

جو پانچ عالموں کا لکھا جا رہا ہے کس نے کیا ترجمہ کیا ہے اور ہر جگہ میں ان ہی عالموں کا ترجمہ لکھوں گا وہاں پر نام نہیں لکھا جائے گا بصرف نمبر ہوگا۔ جو یہاں ہے۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَآءِ۔

اس آیت کا ترجمہ یہ لکھا ہے: ''اے نبی یہ تمہارے منھ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں۔'' آیت میں لفظ ہے **فی السماء** اگر **الیٰ السماء** ہوتا تو عالموں کا کیا ہوا ترجمہ درست تھا، مگر لفظ ہے **فی السماء** اس لئے اس کا ترجمہ یہ ہے: ''اے نبی ہم آپ کی بے قراری کو عالم بالا یعنی آسمان میں دیکھ رہے ہیں۔'' کیا بے قراری تھی وہ منظم مفہوم القرآن میں ملاحظہ ہو۔

الذین اتینٰھم الکتٰب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم

(۱) شیعہ عالم مولانا فرمان علی۔

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (اس طرح) اس پیغمبر کو بھی پہچانتے ہیں۔

(۲) مولانا فتح محمد خاں جالندھری روشن چراغ۔

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان (پیغمبر آخرالزماں) کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

(۳) حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی۔

جو لوگ کہ دی ہم نے ان کو کتاب پہچانتے ہیں اس کو جیسا کہ پہچانتے ہیں بیٹوں اپنوں کو ع تفسیر توریت میں تبدیل قبلہ اور اوصاف جوان کے مذکور ہیں ان کے سبب سے وہ نبی آخرالزماں کو اسی طرح جانتے ہیں جس طرح باپ ہزار لڑکوں میں سے اپنے لڑکے کو جان لیتا ہے۔

(۴) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ؛

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ لوگ رسول اللہ کو ایسا ہی پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

(۵) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس مقام کو جسے قبلہ بنایا گیا ہے ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔

اوپر کے ترجموں سے یہ بات آسانی سے عقل میں آجائے گی کہ ضمیر ہ کا ترجمہ کس نے کیا کیا

ہے۔اگر ہ ضمیر کا ترجمہ کعبہ کیا ہے جیسا کہ پہلی آیتوں میں سب نے ہ کا ترجمہ کعبہ ہی کیا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر آیت ۱۴۶ میں (ہٗ) کا ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد لیا ہے تو غلط ہے۔ اتنے عالموں میں سے صرف مولانا مودودی نے (ہٗ) ضمیر کا ترجمہ کعبہ کیا ہے جو ٹھیک ہے اور سب نے غلط کیا ہے۔

اب دوسری آیتوں کو لیا جائے۔

سورہ مؤمنوں آیت ۱۲ تا ۱۷۔"(۱) ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا (۲) پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا۔ (۳) پھر اس کو لوتھڑے کی شکل دی۔ (۴) پھر لوتھڑے کو بوٹی بنایا۔ (۵) پھر بوٹی کو ہڈیاں بنائیں (۶) پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ (۷) پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کھڑا کیا۔"

"پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ سب کاریگروں سے اچھا کاریگر ہے پھر اس کے بعد تم کو ضرور مرنا ہے۔ پھر قیامت کے روز یقیناً تم اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے اوپر ہم نے سات راستے بنائے تخلیق کے کام سے ہم کچھ نابلد نہ تھے"

سورہ مؤمنون کی آیت ۱۲ سے ۱۷ تک ترجمہ لکھا ہے۔ اب ان آیتوں میں صرف کچھ حصہ کا عربی متن لکھ رہا ہوں اور اس کا ترجمہ لکھا جائے گا اور اس کی تفسیر بھی جو علماء نے کی ہے آپ خود ہی اندازہ کریں کیا مطلب صحیح ہے، یا غلط۔

سورہ مومنون آیت ۱۷، **ولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق ق وما کنّا عن الخلق غافلین ۱۷**

(۱) اور ہم نے تمہارے اوپر تہ بہ تہ سات آسمان بنائے اور ہم مخلوق سے بے خبر نہیں ہیں۔

تفسیر ۱۷ آسمانوں کو طرائق کے ساتھ شاید اس وجہ سے تعبیر کیا کہ آسمان بھی فرشتوں یا ستاروں کی گزر گاہ ہے۔

(۲) اور ہم نے تمہارے اوپر کی جانب سات آسمان پیدا کیے اور ہم خلقت سے غافل نہیں ہیں۔

(۳) اور البتہ تحقیق پیدا کیے ہم نے اوپر تمہارے سات طبق راہوں والے اور نہیں ہیں ہم پیدائش سے غافل۔

(۴) اور ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے اور ہم مخلوقات سے بے خبر نہ تھے۔

(۵) اور تمہارے اوپر ہم نے سات راستے بنائے تخلیق کے کام سے ہم نابلد نہ تھے۔

تفسیر ۱۵ غالباً اس سے مراد سات سیاروں کی گردش کے راستے ہیں اور چونکہ اس زمانہ کا انسان سبع سیارہ ہی سے واقف تھا اس لئے سات ہی راستوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان

کےعلاوہ اور دوسرے راستے نہیں ہیں۔

تفسیر ۵ دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے اور مخلوق کی طرف سے ہم غافل نہ تھے یا نہیں ہیں۔

آیت نمبر ۱۷، جس کی عبارت عربی میں لکھی گئی ہے۔اس کے ایک لفظ پر غور کیا جائے جو طرائق ہے طرائق جمع ہے طریق کی اور طریق کا معنٰی ہے طریقہ کام کرنے کا ڈھنگ۔ راستہ۔ اب لفظ راستہ پر غور کیا جائے۔ جب آدمی ایک جگہ جمع ہو کر کسی کام پر غور کرتے ہیں تو یہ ہی کہا جاتا ہے کہ بھائی اس کام کو کرنے کا کیا راستہ ہونا چاہیے یا کوئی آدمی کسی غلط طریقے پر چلتا ہے تو یہ ہی کہا جاتا ہے کہ بھائی تیرا راستہ ٹھیک نہیں۔اس سے ظاہر ہوا کہ طریق کا معنٰی طریقہ راستہ ڈھنگ ہے۔اور راستے کو بھی طریقہ کہا جاتا ہے اور جس پر آدمی چلتا ہے اس کو بھی راستہ کہتے ہیں۔ ویسے قرآن میں راستے کے لئے لفظ سبلا آتا ہے۔

طریق طریقہ۔ ڈھنگ کام کرنے کے راستے کے لئے ہی ہے۔اس آیت کا جو ترجمہ اوپر لکھا گیا ہے۔اس میں لفظ طرائق کا ترجمہ آسمان کیا گیا ہے اور کچھ نے راستہ کیا مگر وہ بھی آسمان پر۔ اب آیت نمبر ۱۲ سے ۱۴ تک غور کیا جائے کہ اس آیت کا ترجمہ کیا ہوتا۔ ان آیتوں میں اللہ نے انسان کی پیدائش کے سات طریقے بتلائے ہیں جو میں نے نمبر وار لکھے ہیں۔ ان سات طریقوں کو پڑھ کر ہر آدمی کی عقل میں فوراً آجائے گا کہ آیت نمبر ۱۷، کا ترجمہ کیا ہونا چاہیے مگر ہمارے علماء کرام نے اس کا ترجمہ صحیح نہیں کیا ہے۔ صحیح مطلب کیا ہے وہ لکھا جارہا ہے۔

آیت نمبر ۱۷۔ ''اور ہم نے تمہاری پیدائش میں تمہارے اوپر سات طریقوں سے کام کیا۔''

سات طریقوں (مراحل میں کام کیا) اور ہم تخلیق کے کام سے نابلد نہ ہیں۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اچھی طرح سے ہر بات پر غور کریں اور فیصلہ کریں کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔

اب دوسری آیتوں پر غور کیا جائے۔ میں زیادہ آیتیں نہ لکھوں گا مثال کے طور پر تھوڑی ہی لکھنی ہیں۔

سورہ النساء آیت ۱۵۹، وانّ من اھل الکتٰب الاّ لیؤمننّ بہ قبل موتہ ج

اس آیت میں آیت کے ترجمے سے پہلے اس آیت میں آئے ہوئے لفظ لیؤمننّ میں دو حرف آ لام تاکید اور نون پر غور کیا جائے جب یہ دو حرف آتے ہیں تو مطلب مستقبل میں تاکید پیدا کرتا ہے اور معنی ہوتے ہیں ضرور ضرور کرے گا۔

(۱) اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو ان پر ان کے مرنے کے قبل ایمان نہ لائے۔

(۲) اور کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا۔

(۳) اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے۔

(۴) اور کوئی شخص اہل کتاب سے نہیں رہتا مگر وہ عیسیٰ کی اپنے مرنے سے پہلے ضرور تصدیق کر لیتا ہے۔

(۵) اور اہل کتاب میں کوئی ایسا نہ ہوگا جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے گا۔۹۴

تفسیر ۹۴ اس فقرے کے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک یہ جو ترجمے میں لکھے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہ لے آئے۔

اس آیت اور سورہ مومنون اور قرآن کی بہت سی آیتوں کے ترجمے میں مولانا مودودی مشکوک ہوگئے یعنی دو ترجمے کر دیئے۔ جبکہ علم کا تقاضا یہ ہے کہ ہر چیز کو تحقیق کے بعد جو صحیح ہے اس کو اختیار کیا جائے اور دوسروں کے لئے راستہ آسان کر دے مگر مولانا نے ایسا نہ کرتے ہوئے دونوں راستے بتلا دیے۔ یعنی اختلاف کا ایک دروازہ کھول دیا اب ان کے ماننے والے بھی ان آیتوں کے دو ترجموں سے دو راستے اختیار کر سکتے ہیں۔

ترجمہ صحیح یہ ہے۔"اور کوئی شخص اہل کتاب سے نہیں رہتا مگر وہ محمدؐ کی اپنے مرنے سے پہلے ضرور تصدیق کر لیتا ہے۔"

میں قرآن کی آیات کے صرف اتنے ترجمے لکھ کر ہی آگے بڑھتا ہوں اور پڑھنے والوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ان آیات کے ترجموں کو پڑھ کر غور کریں کیا صحیح ہے، اور کیا غلط۔ ہر عالم نے اپنی مرضی سے شان نزول اور احادیث سے ترجمہ کیا ہے جو الگ الگ ملتا ہے۔ جب کوئی عالم ترجمہ میں غلطی کر سکتا ہے تو اسلامی قانون میں بھی ہیر پھیر بدل کر سکتا ہے۔ جبکہ اللہ نے اپنے کلام کے بدلنے والوں کے لئے بڑی سزا کا اعلان کیا ہے اور اس اعلان کو یہ عالم پڑھتے بھی ہیں مگر اس کے باوجود یہ مصیبت ہے یہ ایک غور طلب بات ہے غیر جانبدار ہو کر اپنی آخرت کو سامنے رکھ کر سوچیں کیونکہ عقیدت سے کام نہیں چلتا اور عقیدت کے چکر میں آکر ہی یہ سب غلط باتیں تسلیم کی جا رہی ہیں۔ وہ ایسے کہ میں کسی بزرگ سے عقیدت رکھتا ہوں تو اس کی ہر بات کو صحیح مان لوں گا۔ اور اگر اس کو کوئی غلط کہتا ہے تو میں اس سے لڑ پڑوں گا۔ اور اس کی کہی ہوئی صحیح بات کو بھی غلط مانوں گا اور غلط کو صحیح۔ ہر آدمی کو اپنا جواب خود دینا ہے کوئی کسی کا وزن نہیں اٹھائے گا ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ بھائی صحیح غلط قانون کی ہم پر ذمہ داری نہیں ہے یہ ذمہ داری عالموں پر ہے وہ خود جواب دیں گے۔ اور دھوکے میں

آ کر ہم اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں۔ یہ بات کسی حد تک ٹھیک بھی ہے وہ اس حد تک جب تک ہم کو صحیح بات نہ پہنچ سکے تو ہم کسی بھی عالم کی بات پر عمل کرتے رہیں۔ اس صورت میں شاید اللہ ہمارے عمل کو قبول کرے مگر جب ہم کو صحیح بات پہنچ جائے اور اس کے بعد بھی ہم غلط بات پر جمے رہیں اور یہ کہتے رہیں کہ ہم کو ایسے ہی بتلایا ہے ہم ذمہ دار نہیں۔ ہماری طرف سے فلاں بزرگ ہی جواب دے گا تو یہ بات ٹھیک نہیں صحیح بات پہنچنے کے بعد ہم خود ذمہ دار ہیں۔ اس لئے ہم کو خود ہی غور کرنا ہے کہ ہم کیوں اندھی عقیدت کے چکر میں اپنی آخرت خراب کریں۔ اللہ انسان کو ہر میدان کے لئے نصیحت کرتا ہے، دیکھو۔

سورہ بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۱۳ تا ۱۵۔ اور ہم نے ہر انسان کا عمل اسی کے گلے کا ہار کر کے رکھا ہے اور قیامت کے دن اس کا نامۂ اعمال اس کے واسطے نکال دیں گے جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا۔ اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔ جو شخص راہ راست پر چلتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے راہ راست پر چلتا ہے۔ اور جو شخص گمراہی کرتا ہے سو وہ بھی اپنے ہی نقصان کے لئے گمراہ ہوتا ہے۔ اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور ہم سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج دیتے۔

سورۃ الاحزاب آیت ۶۷، ۶۸۔ ''اس وقت وہ کہیں گے کہ کاش ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ اور کہیں گے کہ اے رب ہمارے ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہمیں راہِ راست سے گمراہ کر دیا۔ اے رب ان کو دوہرا عذاب دے اور ان پر سخت لعنت کر۔''

سورہ النمل آیت ۲۵۔ ''یہ باتیں وہ اس لئے کرتے ہیں کہ قیامت کے روز اپنے بوجھ بھی پورے اٹھائیں اور ساتھ ساتھ کچھ ان لوگوں کے بھی سمیٹیں گے جنھیں یہ بربنائے جہالت گمراہ کر رہے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ ہم کو عقل دے اور صحیح سمجھنے اور عمل کی توفیق دے۔ اس کے بعد میں یہ لکھ رہا ہوں کہ ہمارے یہاں عالموں نے قرآن کی کچھ آیتیں ناسخ اور منسوخ کر رکھی ہیں ان کی کیا حقیقت ہے اور کس حکم سے وہ منسوخ کری ہیں ان کو بھی دیکھ لیا جائے۔ اللہ اپنے کلام میں فرماتا ہے۔

سورہ النمل ۱۶، آیت ۱۰۱۔ ''جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کرے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم یہ قرآن خود گڑھتے ہو اصل بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حقیقت سے ناواقف ہیں۔''

سورۃ البقرہ آیت ۱۰۶۔ ''ہم اپنی جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں اس کی

جگہ اس سے بہتر لاتے ہیں یا کم از کم ویسی ہی ۷؎ کیا جانتے نہیں ہو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''
تفسیر ۷؎ مولانا مودودی. یہ ایک خاص شبہ کا جواب ہے جو یہودی مسلمانوں کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کرتے تھے. ان کا اعتراض یہ تھا کہ اگر پچھلی کتابیں بھی خدا کی طرف سے آئی تھیں اور یہ قرآن بھی خدا کی طرف سے ہے تو ان کے بعض احکام کی جگہ اس میں دوسرے احکام کیوں ہیں۔

حدیث بخاری جلد دوم پارہ ۲۰۔ کتاب فضائل قرآن حدیث نمبر ۲۱۱۱ صفحہ ۹۹۵ ،قتادہ نے کہا کہ میں نے انس بن مالک سے دریافت کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن شریف کس نے جمع کیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ چار آدمیوں نے اور چاروں قوم انصار میں سے نہیں۔ اُبی بن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ اور ابوزیدؓ فضل نے حفص کی جو نیچے کے راوی ہیں اس حدیث میں متابعت کی. اس طریق سے کہ انہوں نے (فضل) نے حسین بن واقدؓ سے اور انہوں نے تمامہؓ سے اور انہوں نے انسؓ سے یہ روایت سنی۔

حدیث نمبر ۲۱۰۶، ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ ہم سب میں معاملات کا عمدہ فیصلہ کرنے والے (قاضی) حضرت علیؓ ہیں اور بڑے قاری قرآن شریف کے اُبی بن کعبؓ ہیں اور جب ہم ابی کے قول کو بعض جگہ چھوڑ دیتے ہیں تو ابی کہتے ہیں کہ جو کچھ میں نے رسولؐ کی زبانِ مبارک سے سنا ہے وہ کبھی نہ چھوڑوں گا۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ ابی احادیث اور آیات منسوخہ کے بھی قائل نہیں. حالانکہ اللہ کے کلام سے صاف ظاہر ہے کہ نسخ ہوا کرتا ہے. چنانچہ اس آیت سورہ بقرہ آیت ۱۰۶ سے ظاہر ہے۔

۷؎ اس میں اختلاف ہے کہ قرآن مجید میں آیات منسوخ ہیں یا نہیں جو تنسیخ کے قائل ہیں وہ یہ آیت دلیل میں پیش کرتے ہیں اور جو تنسیخ کے قائل نہیں وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس میں آیت یا نشانی سے پوری کتاب یا شریعت مراد ہے جیسے زبور تو ریت انجیل وغیرہ۔ چنانچہ جب زبور وغیرہ بھلا دی گئی اور اس کے بعد میں آئی ہوئی توریت وانجیل بھی تو پھر ان کی تنسیخ کے بعد ان کی جگہ ان سے بہتر اور مکمل شریعت ونشانی قرآن مجید نازل فرمایا۔

اس تفسیر سے بات اچھی طرح عقل میں آجاتی ہے کہ منسوخ کا مطلب کیا ہے۔ وہ یہ کہ پہلی کتابوں کی آیتیں بھی خدا کی طرف سے تھیں اور کسی خاص زمانہ کے لئے تھیں ان میں سے اللہ نے جس آیت کو چاہا بدل کر قرآن میں دوسری آیتیں دیدیں جس پر یہودی اعتراض کرتے تھے جیسا کہ اللہ نے سورہ النمل آیت ۱۰۱، میں جواب دیا ہے. یہ جواب اعتراض کرنے والوں کو دیا ہے کہ آپ

ٹھیک کہتے ہو۔پہلی کتابیں بھی میری طرف سے تھیں اور یہ بھی مگر اب جس حکم کو میں نے باقی رکھنا چاہا وہ باقی ہے اور جس کو منسوخ کرنا چاہا اس کو منسوخ کر کے مسلمانوں کو قرآن میں دوسرا حکم دیا۔آپ کون ہیں اس پر اعتراض کرنے والے۔مگر ہمارے علماءکرام نے اس آیت سے مطلب یہ لیا ہے کہ اس قرآن میں کچھ آیتیں منسوخ ہیں اور کچھ ناسخ اور ان کی ایک لمبی چوڑی فہرست بنا رکھی ہے۔جس کی آڑ میں جس قانون میں چاہا اپنی مرضی سے پھیر بدل کر دیا وہ فہرست کیا ہے اور کس آیت کو منسوخ کس آیت سے کیا ہے اس پر غور کیا جائے میں نے دارالعلوم دیوبند سے دو سوال کیے تھے۔سوال و جواب ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں۔

سوال ا:۔کون سی آیت تلاوت میں منسوخ ہے اور حکماً باقی ہے اور کون سی حکماً منسوخ ہیں اور تلاوت میں باقی ہے اور یہ ساری آیات کن کن پاروں میں ہیں ان کی ناسخ آیت کس پارے میں ہے۔نیز حکماً تلاوۃً جو جو آیتیں منسوخ ہیں اور کیا حدیث بھی ناسخ ہو سکتی ہے۔

سوال ۲:۔قرآن مجید میں نماز پڑھنے کا طریقہ ہے یا نہیں اگر نہیں تو نماز کا طریقہ کہاں سے رائج ہے۔ جتنے ارکان کا ثبوت قرآن مجید سے ہو اس کی براہِ کرم تشریح فرما دیں۔نیز مکمل طریقہ صلوٰۃ کن کن حدیثوں سے ثابت ہے۔

براہِ کرم تفصیلی جواب مرحمت فرما کر ممنون و مشکور قرار دیں۔

سکندر احمد کمال

چاند پور سیاؤ ضلع بجنور، یوپی۔

اس کا جواب کافی لمبا ہے مگر میں سب نقل نہ کرتے ہوئے تھوڑا نقل کر رہا ہوں جس میں منسوخ کی وجہ اور آیات ہیں۔

الجواب:۔حضرات متاخرین نے صرف اس تبدیلی کا نام نسخ رکھا ہے جس کی پہلے حکم کے ساتھ کسی طرح تطبیق نہ ہو سکے۔ظاہر ہے کہ اس اصطلاح کے مطابق آیت منسوخہ کی تعداد بہت گھٹ جائے گی۔ اس کا لازمی اثر یہ تھا کہ متقدمین نے تقریباً پانچ سو آیات قرآنی میں نسخ بیان کیا تھا جس میں معمولی سی تبدیلی قید و شرط یا استثناء وغیرہ پانچ سو کو بھی شامل کیا تھا اور حضرات متاخرین میں علامہ سیوطیؒ نے ان میں بھی تطبیق کی صورت پیدا کر کے پانچ سو آیتوں کو منسوخ فرمایا ہے جن میں کوئی تطبیق بغیر تاویل کے نہیں ہو سکتی ہے امر اس لحاظ سے مستحسن ہے کہ احکام میں اصل بقاء حکم ہے نسخ خلاف اصل ہے اس

لیے جہاں آیت کے معمولی شبہ ہونے کی کوئی توجیہ ہوسکتی ہے اس میں بلاضرورت نسخ ماننا درست نہیں لیکن اس تفصیل کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہوسکتا کہ مسئلہ نسخ اسلام یا قرآن پر کوئی عیب تھا جس کے ازالے کی کوشش چودہ سو برس تک چلتی رہی آخری انکشاف حضرت شاہ ولی اللہ کا ہوا جس میں گھٹتے گھٹتے پانچ رہ گئیں اب اس کا انتظار ہے کہ کوئی جدید محقق ان پانچ کا بھی خاتمہ کر کے بالکل صفر تک پہنچا دے۔

اب آیت منسوخہ کی تعداد بحوالہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتا ہوں

۱؎ کتب علیکم اذاحضر احدکم الموت پ۲ سورہ بقرہ (۱۸۰) یہ آیت منسوخ ہے۔ یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم پ۴ سورہ النساء (۱۱) اور حدیث اس نسخ کو بیان کرتی ہے۔

۲؎ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً وصیۃ لازواجھم متاعاًالی الحول تک پ۲ سورہ البقرہ (۲۴۰) اربعۃ اشھر وعشراً سے منسوخ ہے۔پ۲ سورہ بقرہ (۲۳۴)

۳؎ ان یکن منکم عشرون صابرون اپنی بعدوالی آیت سے منسوخ ہے۔ اذاناجیتم الرسول فقدموا پ۲۸ س مجادلہ (۱۲) اپنے بعدوالی آیت سے منسوخ ہے ۵؎ لایحل لک النساء من بعد پ۲۲ س الاحزاب (۵۲)

ان کے علاوہ اور آیتیں بھی لکھی ہیں مگر ایک پر اکتفا کروں گا زیادہ کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔

الجواب ۲؎ قرآن مجید میں نماز پڑھنے کا طریقہ اجمالاً مذکور ہے۔ البتہ اس کی تصریح کتب احادیث میں مذکور ہے اس کے لئے فقہ کی معتبر کتابوں کا مطالعہ فرمالیں بسہولت روشنی حاصل ہوجائے گی افتاء میں اتنی گنجائش وقت کی قلت کی بنا پر نہیں ہوتی۔

واللّٰہ اعلم باالصواب

العبد نظام الدین اروندوی مفتی دارالعلوم دیوبند

۱۴۰۶/۶/۱۷ھ

اوپر کے دوسرے جواب کو پڑھ کر غور کیا جائے کیا جواب سوال کے مطابق ہے سوال میں لکھا ہے کہ اس کا جواب تفصیل سے دیا جائے مہربانی ہوگی۔ مگر جواب بہت مختصر اور نہ ہونے کے برابر۔ اس کے بارے میں باب نماز میں لکھا جائے گا یہاں پر صرف نسخ کے بارے میں لکھا جارہا ہے۔

قرآن شریف میں پہلے پانچ سو آیتیں منسوخ بتلائی تھیں بعد کو پانچ رہ گئیں اور اب بھی انتظار ہے کہ کوئی بالکل صفر تک پہنچادے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ کوئی بھی عالم آج تک یقین سے نہیں

کہہ سکتا کہ قرآن میں کتنی آیتیں منسوخ ہیں یا نہیں ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہم کو اپنی اصل کتاب قرآن پر بھی یقین نہیں (جیسا کہ مولانا مودودی نے بھی اقرار کیا ہے کہ حقیقت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ہی حکم خدا ہے) کہ اس میں کیا منسوخ ہے اور کیا نہیں تو ہمارا علم بیکار ہے اس طرح سارا حساب ہی مشکوک ہو گیا اور جو بھی عمل کر رہے ہیں وہ بھی مشکوک ہے۔ مشکوک عمل کی اللہ کے نزدیک کیا قیمت ہے اس کو ہر آدمی جانتا ہے۔ اللہ نے اور اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہے کہ جس بات میں تم کو شک ہو جائے اس کو چھوڑ دو اور اصل چیز کو پکڑ لو۔

سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۸۔ ''اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کر کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی''

اور حقیقت میں اللہ کی کتاب شک اور جھوٹ سے پاک ہے اس طرح اللہ کے رسولؐ کا عمل بھی شک اور جھوٹ سے پاک ہے۔ اس لئے اللہ کے نزدیک شک والا عمل قابل قبول نہیں ہے۔ اور قبول نہ ہونے کی وجہ سے ہی ہماری آج یہ حالت ہے ہم ہر طرح سے ذلیل اور مغلوب ہیں۔

اب یہ دیکھا جائے کہ جن آیتوں کو منسوخ بتلایا گیا ہے کیا حقیقت میں وہ منسوخ ہیں یا نہیں۔ اور جن آیتوں کو ناسخ بتلایا گیا ہے کیا وہ ناسخ ہیں یا نہیں۔ یا ان آیتوں کی تائید کرتی ہیں۔ میں بخوف طوالت صرف ایک آیت کا ہی حوالہ دوں گا۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۸۰ کو منسوخ بتلایا گیا ہے۔ جدید تحقیق مولانا عبداللہ سندھی کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ قرآن میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

سورہ بقرہ آیت ۱۸۰، اور ساتھ میں ۱۸۱ بھی۔

''تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آئے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے معروف طریقے سے وصیت کرے یہ حق ہے متقی لوگوں پر پھر جنہوں نے وصیت سنی اور بعد میں بدل ڈالا تو ان کا گناہ ان بدلنے والوں پر ہوگا۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ البتہ جس کو یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والے نے نادانستہ یا قصداً حق تلفی کی ہے اور پھر معاملہ سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان وہ اصلاح کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

آیت نمبر ۱۸۰، ۱۸۱، کا مطلب پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے وصیت کرنے کو فرض قرار دیا ہے اور متقی لوگوں پر حق ہے اللہ کے باغی سے تو کوئی مطلب نہیں وہ کیا کرتا ہے اس کی سزا اللہ دے گا مگر متقی لوگوں کو اللہ کا حکم ماننا ضروری ہے ہاں آیت نمبر ۱۸۱، میں یہ فرمایا ہے کہ اگر وصیت

کرنے والا حق تلفی کرے تو وہ گنہگار ہے اور اصلاح کرنے والا اس میں اصلاح کردے مگر یہ نہیں کہا کہ وصیت کا حکم منسوخ ہوگیا۔ قاعدہ کے مطابق وصیت کرنا فرض ہے مگر علماء کرام نے اس آیت کو سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱ سے منسوخ قرار دیا ہے مگر مشکوک ہیں یقین نہیں۔

اب آیت نمبر ۱۱ کو پڑھا جائے اس میں کیا ہے۔ ہاں ایک بات ضرور ذہن میں رہے کہ آیت نمبر ۱۸۰، میں والدین کا لفظ آیا ہے والدین میں دادی، دادا، پردادا بھی آتے ہیں اور اقربیٰ میں پوتا بھی آتا ہے اور قرآن میں دادا دادی یا پوتے کا حصہ مقرر نہیں کیا۔ صرف ماں باپ بیٹا بیٹی وغیرہ کا حصہ مقرر کیا ہے۔ اس لئے اگر آدمی کے مرتے وقت دادا دادی زندہ ہوں یا پوتا یتیم زندہ ہو تو ان کے لئے وصیت کرنا ضروری ہے مگر اس کے لئے ہم قرآن کو چھوڑ کر حدیث کا سہارا لیتے ہیں اس لئے کہ ہم نے اس آیت کو منسوخ کر رکھا ہے ہم اندھوں کی طرح چل رہے ہیں محض قیاس پر اور دوسرے معنی میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آیت منسوخ کرنے والے خود اللہ بن بیٹھے کیونکہ احکام بدلنے اور نہ بدلنے کا کام خدا کا ہے اور وہ بھی اپنے کسی نبی کے ذریعہ مگر اب تو رسول بھی آخری ہو گئے یعنی حضرت محمدؐ آخری رسول ہیں ان کے بعد کوئی رسول نہیں اور نہ ہی اب اللہ کے احکام بدلنے کی گنجائش مگر معلوم نہیں کہ کس اللہ کے حکم سے کس رسول پر یہ وحی نازل ہوگئی کہ یہ آیت منسوخ ہے (نعوذ باللہ) اس احکام کی جگہ دوسرے احکام ہیں اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ دنیا والوں نے اللہ بھی کوئی دوسرا بنالیا اور رسول بھی کوئی دوسرا اب تلاش کرو کہ اللہ اور رسول دوسرا کون بنایا ہے میرا اللہ تو قرآن دینے والا ہے۔ اور میرا رسول آخری قرآن لینے والا ہے یعنی حضرت محمدؐ اور میرا پختہ یقین ہے کہ قرآن میں نہ کوئی آیت منسوخ ہے اور نہ ناسخ اور جو کوئی ایسا مانتا ہے وہ اللہ کا باغی ہے۔ اور اللہ کے رسول پر الزام عائد کرتا ہے اور شان رسول میں گستاخی۔ اب یہ دیکھو کہ آیت نمبر ۱۸۰ کو منسوخ بتلانے والی آیت کیا ہے۔

سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱، اور ۱۲، ۱۳، ۱۴ تک

تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے اگر (میت کے وارث) دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو انہیں ترکہ کا دو تہائی دیا جائے گا اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ اس کا ہے۔ اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملنا چاہیے اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے گا اور اگر میت کے بھائی بہن ہوں تو ماں چھٹے حصہ کی حق دار ہوگی (یہ سب حصے اس وقت نکالے جائیں گے) جبکہ وصیت جو متوفی نے کی ہو پوری کردی جائے اور قرض جو اس پر ہو ادا کردیا

جائے تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد میں سے کون بلحاظ نفع تم سے قریب تر ہے۔یہ حصے اللہ نے مقرر کردیئے ہیں اور اللہ یقیناً سب حقیقتوں سے واقف ہے اور ساری مصلحتوں کا جاننے والا ہے۔(۱۱)

اور تمہاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو اس کا آدھا حصہ تمہیں ملے گا اگر وہ بے اولاد ہوں ورنہ اولاد ہونے کی صورت میں ترکہ کا ایک چوتھائی حصہ تمہارا ہے جبکہ وصیت جو انہوں نے کی ہو پوری کردی جائے اور قرض جو انہوں نے چھوڑا ہو ادا کردیا جائے اور وہ تمہارے ترکے میں سے چوتھائی کی حقدار ہوگی اگر تم بے اولاد ہو ورنہ صاحب اولاد ہونے کی صورت میں ان کا حصہ آٹھواں ہوگا بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی ہو وہ پوری کردی جائے اور جو قرض تم نے چھوڑا وہ پورا کردیا جائے اور اگر وہ مرد یا عورت ایسے ہوں کہ ان کا وارث بنایا جاتا ہے ان کی اولاد کو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کل ترکے کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہیں جبکہ وصیت جو کی گئی ہو پوری کردی جائے اور قرض جو میت نے چھوڑا ہو ادا کردیا جائے بشرطیکہ وہ ضرر رسی ہو یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ دانا اور بینا ہے اور نرم خو ہے(۱۲)

یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا اسے اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہے گا اور یہ ہی بڑی کامیابی ہے(۱۳)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کر جائے گا اسے اللہ آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن سزا ہے(۱۴)

سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۱، اور ۱۲ پڑھنے کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ نے ترکہ کا بٹوارا کس طرح کیا ہے اور کیا شرطیں لگادی ہیں ان میں ایک شرط یہ ہے کہ یہ بٹوارا جب ہوگا جب وصیت جو میت نے کی ہو جو ضرر رساں نہ ہو۔اور قرض ادا کرنے کے بعد ہی ہوگا اور ہر جگہ اس کا ذکر ہے تاکید کے ساتھ اگر ان حکموں کو پورا نہ کیا تو پورا نہ کرنے والا دوزخ میں جائے گا اور وہاں ہمیشہ رہے گا اور اطاعت اللہ اور رسول جب ہی پوری ہوتی ہے جب ان شرطوں کو پورا کردیا جائے ورنہ اطاعت نہیں جھوٹے دعوے ہیں۔جو آیت ۱۳،۱۴ میں فرمایا ہے۔

مگر علماء کرام نے وصیت والی آیت سورہ بقرہ ۱۸۰ کو منسوخ کردیا ہے۔اب مجھے یہ بتلا دو

کہ مرنے والے نے وصیت کسی حکم سے کی جبکہ بقول علماء وصیت کا حکم منسوخ ہے اور جس آیت سے منسوخ بتلایا اس میں اور دوسری آیت میں بٹوارا جب ہوگا جب وصیت پوری کردی جائے گی تو لازم ہے کہ آیت ۱۸۰ کے ساتھ سورہ النساء کی آیت ۱۱-۱۲ کو بھی منسوخ قرار دیا جائے کیونکہ ان میں وصیت کا ذکر تاکید کے ساتھ ہے اور اسی طرح اگر قرآن میں اور بھی کوئی آیت اس طرح کی ہو تو اس کو بھی منسوخ کرو۔ اب غور طلب بات تو یہ ہے کہ یہ کیا معاملہ ہے آیا جو آیتیں منسوخ بتلائی جارہی ہیں وہ منسوخ ہیں یا نہیں۔

آیت ناسخ پر غور کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وصیت کا حکم ان آیتوں میں حکماً موجود ہے۔ اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ نے وصیت کرنے کا حکم ضرور دیا جو فرض ہے اور قیامت تک باقی رہے گا اور اس کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ نہ تو آیت نمبر ۱۸۰ منسوخ ہے اور نہ آیت نمبر ۱۱ ناسخ۔ آیت ۱۸۰، میں ایک خاص حکم خاص وقت کے لئے بھی ہے یعنی زید کے چار لڑکے ہیں تین لڑکے ہر طرح سے خود کفیل ہو گئے، شادی ہو گئی۔ ایک لڑکا چھوٹا ہے، نہ اس کی تعلیم مکمل ہوئی نہ شادی اور نہ ہی کسی کاروبار سے لگا۔ ایسی حالت میں اگر زید کی موت کا وقت آجاتا ہے تو زید کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ حساب لگا کر اپنے چھوٹے لڑکے کے لئے وصیت کردے جس سے زید کی موت کے بعد وہ نقصان میں نہ رہے اور اگر زید وصیت نہیں کرتا تو اس کی موت کے بعد اس کا مال آیت ۴/۱۱-۱۲ کی طرح تقسیم ہوگا جس میں چھوٹے کو نقصان ہے اس نقصان سے بچنے کے لئے ہی ۲/۱۸۰ وصیت کے بارے میں منسوخ نہیں ہے۔ ۱۳۹۔ اسی طرح جن آیتوں کو منسوخ کیا گیا ہے وہ بھی اپنی جگہ قائم ہیں جو بھی قرآن میں ناسخ منسوخ کا قائل ہے وہ اللہ پر ایک الزام لگاتا ہے. جب اللہ پر اور رسول پر بھی الزام لگا دیا تو کیا وہ اللہ کے قانون میں پھیر بدل نہیں کرسکتا۔ ضرور کرے گا بھلے ہی اس نے کسی دباؤ میں کیا ہو یا اپنے پہلے استادوں کی نقل کی ہو. یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان سے بھول ہوئی ہو. اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی نے اپنی طرف سے قانون بنا کر ان کی طرف منسوب کردیا ہو اس کے باوجود ہمارے اوپر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ یہ کہ اگر کوئی قانون قرآن اور حضورؐ کے طریقے کے خلاف ملتا ہو تو اس کو ہم قرآن اور رسول کے طریقے میں دیکھیں اور عمل کریں اسی میں خیر ہے. ہمیں یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ اتنے علماء اس پر متفق ہیں تو ضرور یہ درست ہے. درست قرآن کی سند ہے اور نہیں۔ ہاں جہاں پر قرآن میں کوئی اشارہ نہ ملے وہاں حضورؐ کے ارشاد کو دیکھنا ضروری ہے. حضورؐ کا وہ قول بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ میری امت

کبھی باطل پر متفق نہیں ہوسکتی اس پر یہ غور کرنا ہے کہ مسلمانوں میں کتنے قانون ایسے ہیں جس پر سب متفق ہوں۔ میرے خیال میں کسی قانون میں بھی متفق نہیں اگر متفق ہوتے تو یہ فرقے نہ بنتے۔ اختلافات ہی سے تو یہ فرقے بنے۔ اتنے فرقوں کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی یہ کہے کہ امت متفق ہے تو اس کو شیطان کے دھوکے کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ آخر میں قرآن کی تین آیتیں اور لکھی جارہی ہیں اس کے بعد حدیث کا نمبر ہے۔

(۱) سورۂ توبہ آیت ۳۱،

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ.

ترجمہ: بنالیا انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب اپنا اللہ کے علاوہ اور (اسی طرح) مسیح ابن مریم کو بھی رب بنالیا۔

(۲) سورہ الطلاق آیت ۴،

وَالّٰـئِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِسَاءِ كُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰـئِي لَمْ يَحِضْنَ ط

ترجمہ: اور تمہاری عورتوں میں جو حیض سے مایوس ہوچکی ہوں ان کے معاملہ میں اگر تم کو کوئی شک ہو تو ان کی عدّت تین ماہ ہے اور یہی حکم ان کا ہے جن کو ابھی حیض نہ آیا ہو۔

(۳) سورہ الحجر آیت ۸۷،

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ O

ترجمہ: اور ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو بار بار دوہرائی جاتی ہیں اور قرآن عطا کیا۔

نمبر ایک آیت میں اللہ نے بتلایا ہے کہ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اپنا رب بنالیا ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ مسیح ابن مریم کو بھی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا تو جواب یہ ہے کہ رب مگر اس جملے کے ساتھ رب کا لفظ نہیں ہے پھر کیوں اس جملے پر رب کا مطلب لیا جائے گا۔

جواب یہ ہے کہ اللہ نے پہلے جملے میں رب کا لفظ استعمال کیا اور بعد والے میں (واؤ) لگا کر جملہ مکمل کردیا اس کا یہ مطلب ہوا (اور مسیح ابن مریم کو بھی رب بنالیا) اسی طرح اللہ نے آیت نمبر ۴ میں عدّت کا حساب بتلایا کہ جو عورتیں حیض آنے سے مایوس ہوچکی ہیں ان کی، عدت تین ماہ ہے اور آگے (واؤ) یعنی والّٰئِي لگا کر بتلایا کہ اسی طرح تین ماہ ان کی بھی جن کو ابھی حیض نہ آیا ہو یعنی جو

حکم پہلے جملے پر لاگو ہوگا وہی بعد والے جملے پر لاگو ہوگا ٹھیک بھی ہے جو اس کے خلاف کرتا ہے وہ غلط کرتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیت نمبر ۸۷ میں اللہ کیا حکم دیتا ہے۔ اللہ یہ کہتا ہے کہ اے محمدؐ ہم نے آپ کو سات آیتیں یعنی سورہ الحمد دی جو نماز میں بار بار دھرائی جاتی ہے یعنی ہر رکعت میں اور اسی طرح قرآن شریف بھی پڑھا جاتا ہے۔ جتنی بار الحمد پڑھی جاتی ہے اور حقیقت یہ ہی ہے جو اوپر والی آیتوں سے ثابت ہو رہا ہے مگر ہمارے علماء کرام نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو بار بار دھرائی جاتی ہیں۔ اور قرآن عظیم عطا کیا۔ عطا ترجمہ کس لفظ کا کیا۔ اس لفظ ''عطا'' کو لگا کر آیت کا مطلب ہی بدل دیا اور اسی پر عمل شروع کر دیا۔ جبکہ مطلب یہی ہے کہ ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں کہ تم اپنی نماز کی ہر رکعت میں پڑھو اور اتنی بار ہی قرآن جتنا کہ آسانی کے ساتھ پڑھ سکو۔ جس کی تائید سورہ مزمل کی آیت نمبر ۲۰ سے ہو رہی ہے۔ ہاں اگر یہ آیت اس طرح ہوتی یعنی **ولقد اتینک سبعًا والقران العظیم** تو مطلب یہ ہوتا۔ اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں اور قرآن عظیم بھی عطا کیا۔ یا اگر الحمد بھی قرآن ہوتا تو آیت اس طرح ہوتی **ولقد اتینک سبعًا من المثانی وھذالقرآن العظیم**o یعنی ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو بار بار دھرائی جاتی ہیں اور یہ قرآن عظیم ہے ہاں آپ ایک اعتراض کر سکتے ہیں کہ کیا الحمد قرآن نہیں ہے۔ تو اس کا جواب باب نماز میں لکھا جائے گا۔ اس وقت ایک آیت اور ذہن میں ہے اس کو بھی قرآن کے باب میں لکھ دینا ضروری ہے۔

سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰، اور اپنی نماز نہ بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے بلکہ ان دونوں کے درمیان اوسط درجہ کا لہجہ اختیار کرو ۱۱۰

تفسیر مولانا مودودی۔ ابن عباسؓ سے بیان ہے کہ مکہ میں جب نبیؐ یا دوسرے صحابہ نماز پڑھتے وقت بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے تو کفار شور مچاتے تھے اور بسا اوقات گالیوں کی بوچھار شروع کر دیتے تھے اس پر حکم ہوا کہ نہ تو اتنے زور سے پڑھو کہ کفار سن کر ہجوم کریں اور نہ اس قدر آہستہ پڑھو کہ تمہارے اپنے ساتھی بھی نہ سن سکیں۔ یہ حکم صرف انہیں حالات کے لئے تھا۔ مدینہ میں جب حالات بدل گئے تو یہ حکم باقی نہ رہا باطل ہو گیا۔

تفسیر شاہ رفیع الدین محدث دہلوی۔ ترمذی میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کے قرآن پڑھنے کی آواز سن کر فرمایا کہ تم بہت دبی آواز سے قرآن پڑھا کرتے ہو ذرا بلند آواز سے پڑھا کرو اور حضرت عمرؓ سے فرمایا تم بہت بلند آواز سے پڑھا کرتے ہو ذرا ہلکی آواز سے پڑھا کرو۔ اس مرفوع حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ خود آنحضرتؐ نے اس آیت کا شان نزول قرآن

کی قرأت میں خیال فرمایا ہے اور اسی کے موافق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی۔

آیت کے مطلب پر غور کیا جائے اور ان دونوں تفسیروں کو دیکھا جائے اور پھر یہ فیصلہ کرو کہ ہماری نماز کی حالت کیا ہے۔ تفسیر میں آیت کا شانِ نزول بتلایا گیا ہے۔ ایک تفسیر میں تو نماز کی بات کہی گئی ہے کہ نماز درمیانی آواز سے پڑھو اور اور جب وہ حالت ختم ہو جائے تو پھر بلند آواز سے پڑھنے لگو۔ دوسری میں کہا گیا ہے کہ قرآن پڑھنے کے بارے میں کہا گیا ہے۔

دونوں شانِ نزول میں اختلاف ہے اور دونوں حضورؐ کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ کیا بلا ہے؟ دماغ پریشان ہے۔ مگر اس آیت کا شانِ نزول کوئی کچھ بھی بتلائے اس سے کوئی غرض نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اس آیت کے ذریعے مسلمانوں کو نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا ہے۔ کہ اپنی نماز درمیانی آواز سے پڑھو مگر اس وقت ہماری نماز اس آیت کے خلاف ہے جو چپکے چپکے (سرّی) ہے صرف ایک نماز فجر اور دوسری جمعہ کی اس آیت کے مطابق ہے۔ باقی چار نمازیں اس آیت کے خلاف ہیں اور یہ دونوں نمازیں بھی کچھ سری ہیں یعنی رکوع، سجدہ اور جلسہ۔ اس کا مطلب ہوا اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ اب ان قرآنی آیتوں کے بعد ذرا حدیث کو بھی دیکھ لیا جائے کیا کہتی ہے اور ان حدیثوں سے قرآن اور حضورؐ کی عزت کہاں تک بڑھتی ہے۔

حدیث

میں اپنی بات احادیث کی تدوین سے شروع کرتا ہوں احادیث کی تدوین صحیح بخاری جلد اوّل صفحہ ۵۰۔

رسول اللہ کے اقوال اور افعال اور احوال کا نام حدیث ہے۔ جس وقت سے آپ نے خدا کے حکم سے اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے اس وقت سے جو باتیں آپؐ نے ارشاد فرمائیں یا جو کام کیے ان سب کا شمار حدیث میں ہے خدا کا کلام جو آپ پر نازل ہوتا تھا وہ قرآن ہے اور آپ کے ذاتی اقوال اور افعال حدیث ہیں۔ حضرتؐ کا حکم یہ تھا کہ قرآن مجید جس قدر نازل ہو وہ فوراً لکھا جائے اور آپ خود بہ نفس نفیس اس کی کتابت کا اہتمام فرماتے تھے۔ وحی نازل ہوتے ہی کاتب کو بلا کر اپنے سامنے لکھوا دیا کرتے تھے۔ مگر احادیث کے لئے آپ نے کتابت کی ممانعت فرما دی تھی۔ یہ حکم دے دیا تھا کہ سوا قرآن کے اور کوئی چیز میری طرف سے نہ لکھو اسی وجہ سے احادیث کی کتابت نبیؐ کے زمانہ میں

۱؎ عدی بن حاتم نے رسولؐ سے معلوم کیا کہ یہ الزام کیوں ہے کہ ہم نے اپنے علماء کو رب بنالیا ہے تو حضورؐ نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے اللہ کا حلال حرام نہ مانتے ہوئے اپنے علماء کا حلال حرام تسلیم کیا ہے۔عدی بن حاتم نے اس بات کی تصدیق کی کہ ہاں ہم ایسا تو کرتے ہیں تب حضورؐ نے فرمایا بس یہ ہی علماء کو رب بنانا ہے۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس وقت مسلمان بھی اسی مرحلہ میں ہیں قرآن میں اللہ کچھ فرماتا ہے اور مسلمان اپنے علماء اور بزرگوں کے قول کو تسلیم کر رہے ہیں۔ جب کہا جاتا ہے کہ قرآن میں یہ ہے تو جواب ہوتا ہے کہ تم کیا جانو قرآن کو ہمارے اماموں نے جو کہا ہے وہ صحیح ہے ہم ان کو ہی مانیں گے اس لئے ہم نے بھی اپنے علماء کو رب بنالیا۔

نہیں ہوئی سوا ان چند خطوط کے جو آپ نے بادشاہان عالم کے نام بھیجے یا بعض ان ہدایات کے جو کسی صحابی کے کہنے سے ایک مرتبہ آپ نے لکھوا دی تھیں۔

ہروی نے علم کلام کی مذمت میں زہری کی سند سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ عمرؓ الخطاب نے احادیث کی کتابت کا ارادہ کیا رسول اللہ کے اصحاب سے اس بارے میں مشورہ لیا اور اکثر صحابہ نے ان کو اس بات کا مشورہ دے دیا۔ پھر ایک مہینہ تک حضرت عمرؓ اللہ سے اسی بارے میں استخارہ کرتے رہے ان کو اس میں پس و پیش تھا پھر ایک دن اللہ نے ان کو یکسوئی عنایت فرمائی اور انہوں نے لوگوں سے کہا کہ میں نے احادیث کے لکھنے کا تم سے ذکر کیا تھا جو تمہیں معلوم ہے مگر اب مجھے خیال آیا کہ تم سے پہلے اہل کتاب نے کچھ باتیں کتاب اللہ کے ساتھ لکھ لی تھیں پھر وہ انہیں پر جھک پڑے اور خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا اور خدا کی قسم کتاب اللہ کے ساتھ کسی چیز کو مخلط نہ کروں گا۔ پس لوگوں نے کتابت حدیث کو چھوڑ دیا ۱؎ (تنویر الحوالک) صفحہ ۱۵۔

حضورؐ کے فرمان اور حضرت عمرؓ کے کہنے سے یہ پتہ چلا کہ خود حضورؐ نے حدیث لکھنے کو منع کر دیا تھا اور صحابہ کبار کا عمل بھی حضورؐ کے فرمان کے مطابق رہا۔ کیوں نہ رہتا صحابہ ہر معاملہ میں حضورؐ کی اطاعت کرتے تھے مگر بعد والوں نے حدیث کو جمع کیا سیکڑوں سال بعد اس طرح حدیث کو جمع کرکے حضورؐ کے فرمان کی خلاف ورزی ہے تو کیا حضورؐ کے فرمان کی خلاف ورزی کرنے کو ہی اطاعت رسول کہتے ہیں۔ اچھا یہ ہی مان لیا جائے جیسا کہ علماء کرام کہتے ہیں کہ حدیث کا جمع کرنا ضروری ہوگیا تھا اگر حدیث جمع نہ ہوتیں تو پتہ نہیں کتنی موضوع حدیث رائج ہو جاتیں ان موضوع حدیثوں کو ختم کرنے کے لئے احادیث کی تدوین کرنی پڑی اس بات کو مان کر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ قدم اچھا رہا اور حدیث محفوظ ہوگئیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے سامنے جو حدیث ہیں ان کی کیا حیثیت ہے کیا وہ قابل قبول ہیں یا نہیں۔

صحیح بخاری جلد اوّل باب العلم حدیث نمبر ۱۱۴،ص ۱۴۳۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت

لے حضرت ابوبکرؓ نے قریب پانچ سو احادیث جمع کیں تھیں مگر بعد میں ان کو جلا دیا گیا، کیا وہ حضورؐ سے محبت نہ رکھتے تھے۔ یا وہ مسلمان نہ تھے؟ لیکن کون نہیں جانتا کہ حضرت ابوبکر حضورؐ سے کتنی محبت رکھتے تھے کہ ہر وقت اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہتے تھے اور وہ پکے مومن تھے اللہ ان سے راضی ہوگیا اتنے پر بھی انہوں نے احادیث کو جلا دیا۔ اس عمل پر آج تک ان کو کسی مجاہد نے منکر حدیث نہیں کہا لیکن آج اس کے خلاف عمل ہے یعنی اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ فلاں حدیث موضوع ہے اس کو چھوڑ دو تو شور ہوتا ہے کہ یہ منکر حدیث ہے۔ غور کرو۔

ہے کہ جب نبی کا مرض سخت ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس لکھنے کی چیز لاؤ تا کہ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھوا دوں یا لکھ دوں کہ اس کے بعد پھر تم گمراہ نہ ہو گے۔ عمرؓ نے کہا کہ نبیؐ پر مرض غالب ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے وہ ہمیں کافی ہے۔ پھر صحابہ نے اختلاف کیا یہاں تک کہ شور بہت ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور میرے پاس تم کو جھگڑنا نہ چاہئے (یہاں تک بیان کر کے ابن عباسؓ اپنی جگہ سے یہ کہتے ہوئے باہر آگئے کہ بیشک مصیبت ہے اور بڑی مصیبت ہے رسولؐ اور ان کے لکھنے کے درمیان کیا چیز حائل ہوگئی'' حدیث کو پڑھنے کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ کچھ ایسی بات لکھنا چاہتے تھے جس کے لکھنے سے امت راہ راست پر رہتی اور کبھی گمراہ نہ ہوتی کیونکہ حضورؐ کا فرمان وحی کے مطابق ہوتا تھا تو ظاہر ہے وہ لکھنا بھی وحی کے مطابق تھا اور وہ لکھنے نہ دیا۔ اب امت ضرور گمراہ ہو جائے گی کیونکہ وہ چیز امت تک نہیں پہنچی جو اصل تھی اس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ حضورؐ سے حق نبوت ادا نہ ہوا (نعوذ باللہ) جو حضرت عمرؓ نے روک دیا گویا حضورؐ حضرت عمرؓ سے ڈر گئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب حضورؐ نے ناراض ہو کر کہا کہ تم میرے پاس سے چلے جاؤ تو صحابہ کو چلے جانا چاہیے تھا اور وہ ضرور چلے گئے ہوں گے تو اس عرصہ میں حضورؐ وہ بات لکھ دیتے۔ مگر وہ بات کیا تھی آج تک پتہ نہیں چلا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ صحابہ کرام حضورؐ کی بات نہ مانتے تھے کیونکہ وہ باہر نہ گئے آپ کے پاس ہی موجود رہے اور حضورؐ کو اپنی مرضی سے کام نہیں کرنے دیا۔ صحابہ وحی پہچاننے میں بھی رکاوٹ بن گئے مگر ایسا نہیں تھا۔ نہ تو حضورؐ نے کچھ وحی سے چھپایا اور نہ اس وقت کسی کتاب لکھنے کو کہا اور نہ ہی صحابہ اتنے گستاخ تھے کہ حضورؐ کی بات نہ مانتے تھے اور کسی کام میں رکاوٹ بنتے تھے بلکہ ہر کام میں حضورؐ کی اطاعت کرتے تھے کبھی نافرمانی نہ کرتے تھے اس کے علاوہ جو لکھا ملتا ہے وہ اسلام اور حضورؐ اور صحابہ کرام اور خاص طور سے حضرت عمرؓ کے خلاف ایک سازش ہے جس کو آج تک ہم سچ مان کر چل رہے ہیں۔

بخاری صحیح جلد سوم پارہ ۲۹، باب الاحکام صفحہ ۲۲۷ حدیث ۲۰۵۸۔

زیدؓ بن ثابت کہتے ہیں کہ مقتل یمامہ میں حضرت ابوبکرؓ نے میرے پاس آدمی بھیجا اور ان کے پاس حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابوبکرؓ نے کہا میرے پاس عمرؓ آئے اور کہتے ہیں کہ یمامہ کی جنگ میں قرآن کے حافظ بہت شہید ہوئے قرآن کا بہت سا حصہ ضایع ہو جائے گا لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کے جمع کرنے کا حکم دیں (ابوبکر کہتے ہیں) میں نے کہا میں کیسے اس فعل کو کروں جس کو رسول نے نہیں کیا حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم یہ بہت اچھا کام ہے پھر اس بارے میں مجھ سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے جس کام کے واسطے ان کا سینہ کھولا تھا میرے سینہ کو بھی کھول دیا اور میری بھی وہی رائے ہوگئی جو عمرؓ کی تھی۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکرؓ نے فرمایا تم ایک نوجوان شخص ہو اور عقلمند ہو ہم تم کو تہمت نہیں لگاتے ہیں۔ تم حضورؐ کے زمانہ میں (وحی) لکھا کرتے تھے۔ بس اب تم ہی قرآن کو چن چن کر جمع کرو۔ زیدؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم اگر وہ مجھ کو پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا کر پھینکنے کی تکلیف دیتے تو یہ مجھ کو قرآن کے جمع کرنے سے آسان تھا میں نے کہا آپ دونوں صاحب ایسے کام کو کیسے کرتے ہیں جس کو رسولؐ نے نہیں کیا۔ ابوبکرؓ کہنے لگے اللہ کی قسم یہ کام بہت اچھا ہے اور پھر انھوں نے مجھ کو اس قدر سمجھایا کہ میرا سینہ بھی اللہ نے اس بات کے واسطے کھول دیا جس کے واسطے ان کا سینہ کھولا تھا اور میری بھی وہی رائے ہوگئی جو ان کی تھی۔ اور پھر میں نے قرآن کو کھجور کے پتوں اور کاغذ اور جھلی کے ٹکڑوں اور ٹھیکروں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کیا اور آخر سورہ توبہ کی یہ آیت لقد جاء کم رسول من انفسکم (الخ) خزیمہ بن ثابت یا ابوخزیمہ کے پاس پائی اور اس سورۃ میں میں نے اس کو ملا دیا او رقرآن حضرت ابوبکرؓ کی زندگی تک ان کے پاس رہا۔ پھر حضرت عمرؓ کی زندگی تک ان کے پاس رہا پھر ان کے بعد ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ کے پاس رہا۔ محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں جو لفظ تخاف ہے اس کے معنی ٹھیکریوں کے ہیں۔

صحیح بخاری جلد سوم پارہ ۲۸ کتاب الحدود صفحہ ۶۲ حدیث نمبر ۱۷۳۰۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں مہاجرین میں چند لوگوں کو جن میں عبدالرحمٰن بن عوف بھی تھے قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن میں ان کے گھر میں تھا اور وہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے ہوئے تھے اس حج کے دوران میں جو حضرت عمرؓ نے آخری کیا تھا اور یکایک وہ واپس ہو کر میرے پاس آئے اور کہنے لگے اگر تم اس آدمی کو دیکھو (تو تمہیں بڑا تعجب ہو) جو آج امیر المومنین کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین کیا آپ کو فلاں شخص کی ضرورت ہے جو کہتا ہے کہ اگر عمرؓ مر جائیں تو میں فلاں شخص کی بیعت کرلوں گا اور قسم ہے خدا کی حضرت ابوبکر کی بیعت

یکا یک ہوگئی تھی اور پھر پوری ہوئی حضرت عمر (اس بات کو سن کر) بہت غصہ ہوئے اور پھر فرمایا، ان شاءاللہ شام کو کھڑے ہو کر میں سب لوگوں کو ان لوگوں سے جو ان کے امور (متعلقہ خلافت) کو غصب کرنا چاہتے ہیں خوف دلاؤں گا۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نے کہا اے امیر المومنین ایسا نہ کیجئے گا کیونکہ یہ موقع حج کا ہے جاہل اور رذیل ہر قسم کے لوگ یہاں جمع ہیں اور جب آپ کھڑے ہوں گے تو یہ ہی (جاہل) لوگ آپ کے قریب ہوں گے اور میں خوف کرتا ہوں کہ آپ کھڑے ہوں اور کوئی بات فرمائیں اور اڑانے والے اس کو اڑا کر اس کی حفاظت نہ کریں اور جہاں اسے رکھنا چاہیے وہاں نہ رکھیں پس آپ انتظار کریں کہ مدینہ پہنچ جائیں کیونکہ مدینہ دارالہجرت والسنّت ہے وہاں آپ سمجھدار اور شریف لوگوں کو چن کر جو کچھ فرمانا ہو اچھی طرح سے فرمائیں تاکہ اہل العلم آپ کی گفتگو کو یاد کر کے اس کے ٹھکانے سے اسے رکھیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا قسم ہے خدا کی میں مدینہ میں کھڑے ہو کر سب سے پہلے یہی بیان کروں گا۔ ابن عباس کہتے ہیں پھر ذالحجہ کے آخر میں ہم مدینہ آئے اور جب جمعہ کا دن ہوا تو میں آفتاب کے ڈھلتے ہی جلدی کر کے چلا یہاں تک سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو میں نے منبر کے پاس بیٹھے ہوئے پایا۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا کہ ان کا گھٹنا میرے گھٹنے سے ملا ہوا تھا پھر تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ میں نے جوان کو آتے دیکھا تو سعید بن زید سے کہا کہ آج حضرت عمرؓ ایسی بات کہیں گے جو کبھی نہ کہی ہوگی۔ سعید نے میری بات سے انکار کیا اور کہا کہ مجھے امید نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ ایسی بات کہیں گے جو نہ کبھی فرمائی ہو۔ اور حضرت عمرؓ منبر پر آ کر بیٹھے اور جب لوگ خاموش ہو گئے تو آپ کھڑے ہوئے اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کر کے فرمایا۔ امابعد! میں ایسی بات کہتا ہوں جس کا کہنا میرے مقدر میں تھا میں نہیں جانتا ہوں کہ شاید یہ کہنا میری موت کے آگے آ گئے ہو جس نے اس کو سمجھا اور یاد کیا اس کو چاہیے کہ جہاں تک وہ پہنچے اس بات کو بھی پہنچا دے اور جس کو یاد نہ رہے تو میں کسی کو یہ اجازت نہیں دیتا ہوں کہ وہ میرے اوپر جھوٹ بولے اللہ نے حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا اور کتاب آپؐ پر نازل فرمائی تھی اسی نازل شدہ کتاب میں آیت رجم بھی ہے، جس کو ہم نے پڑھا اور سمجھا اور یاد کیا ہے رسولؐ خدا نے (زانی محصن کو) سنگسار کیا ہے اور آپ کے بعد ہم نے اس کو سنگسار کیا ہے مجھ کو یہ خوف ہے کہ زمانہ دراز گزرنے کے بعد کہنے والا یہ کہنے لگے کہ ہم کتاب اللہ میں یہ آیت رجم نہیں پاتے اور پھر وہ خدا کے فریضہ کو ترک کر کے گمراہ ہو جائیں جس کو خدا نے نازل کیا ہے اور کتاب اللہ میں موجود ہے جس نے زنا کیا ہو اگر

لے آج بھی ہم نے علم حاصل کرنے اور اس کے مطابق کہنے پر پابندی لگا رکھی ہے اور اس قید سے یہ فائدہ اٹھایا جاتا ہے کہ اگر کوئی آدمی قرآن کی صحیح بات کہتا ہے تو اس کی ذات معلوم کی جاتی ہے ۔اگر وہ کسی ایسی ذات سے ہے جس کو زمانہ نے کمتر کر رکھا ہے تو فوراً یہ الفاظ چسپاں کر دیئے جاتے ہیں کہ اس کے پاس ظرف نہیں ہے اس لئے یہ علم کی لطافت کو کیا جانے ۔علم حاصل کرنا اور تبلیغ کرنا صرف شرفاء کا حق ہے ۔کم ذات کے آدمی علم حاصل کر کے علم کو بگاڑ دیتے ہیں ۔اس بات کو سن کر صحیح بات کہنے والا خاموش ہو جاتا ہے بلکہ خاموش کر دیا جاتا ہے ۔اس لئے کہ صحیح بات کہنے سے کم ظرف اور رذیل بننا پڑتا ہے ۔اور ہاں میں ہاں ملانے سے شریف اور اونچا رہتا ہے ۔اس لئے گاڑی غلط راستہ پر خوب چل رہی ہے ۔

اس کی شادی ہوگئی ہے چاہے مرد ہو یا عورت ہو جب گواہ قائم ہو جائیں یا حمل ہو یا اقرار ہو تو رجم فرض ہے اور کتاب اللہ میں ہی سے ہم پڑھتے تھے ۔

حدیث کے شروع میں بات بیعت کی ہے اور حضرت عمر اس کو سن کر ناراض ہوئے تھے اور خطبہ دینے کو کہا تھا بعد میں طے ہوا کہ مدینہ میں چل کر یہ کام ہوگا کیونکہ یہاں جاہل رذیل آدمی ہیں مگر مدینہ میں آیت رجم کے بارے میں فرمایا اس طرح حدیث کے شروع اور آخر میں فرق ہے ۔باتیں اور بھی ہیں مگر سب کو چھوڑتے ہوئے صرف دو باتیں کہتا چلوں ۔پہلی یہ کہ کیا حج جاہل اور رذیل آدمیوں پر ہی فرض ہے جس کی وجہ سے حج کرنے صرف ایسے ہی آدمی آتے ہیں ۔عالم اور شریف نہیں آتے جیسا کہ حدیث میں درج ہے ۔یہ بات قابل غور ہے قارئین اس پر غور کریں ۔میں دوسری بات پر آرہا ہوں ۔

اللہ نے مکہ میں حج کے موقعے پر پوری دنیا کے مسلمانوں کو اکٹھا ہونے کو کہا ہے جس میں کافی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے اور پیسہ بھی کافی خرچ ہوتا ہے ۔اور اللہ اپنے کلام پاک میں کہتا ہے کہ میں آدمی کو اس کی طاقت سے زیادہ پریشانی میں نہیں ڈالتا تو اللہ کا یہ حکم حج کرنے کا اور وہ مکہ میں کسی خاص وجہ سے ہے کیونکہ اللہ کا کوئی کام مصلحت سے خالی نہیں ہوتا ۔اس لئے حج میں بھی اللہ کی مصلحت ہے وہ یہ کہ اس موقع پر عالم اسلام کا ایک اجتماع ہوتا ہے اور پورے عالم اسلام کے مسئلوں پر غور ہوتا ہے ان کا حل تلاش کیا جاتا ہے اور امیر حکومت کو جو بھی پیغام عالم اسلام کو دینا ہوتا ہے وہ وہاں ہی دیتا ہے کیونکہ وہاں پر دنیائے اسلام کے ہر کونے سے آدمی آتے ہیں اس لئے وہ احکام پوری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں اور یہ بھی اللہ کی ایک مصلحت ہے ۔ہاں اتنی بات اور ذہن میں رہنی چاہیے کہ حج ایک اہم دینی فریضہ بھی ہے جس کو ہر مالدار آدمی کو ادا کرنا فرض ہے ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے یہ ضروری تھا کہ حضرت عمرؓ کو جو بھی اس وقت اہم بات فرمانی تھی وہ حج کے موقعہ پر ہی فرماتے جس سے وہ بات ساری اسلامی دنیا میں پہنچ جاتی جیسے حضورؐ ،حضرت ابو بکر خطبہ دیتے تھے اور اس وقت بھی امیر حج ایک

خطبہ دیتا ہے ہر سال مگر حضرت عمرؓ نے حج پر خطبہ نہ دیتے ہوئے مدینہ میں آکر دیا اور خطبہ بھی دوسری بات پر ان سب باتوں پر غور کرنے سے صرف یہی بات نظر آئی ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور قرآن اور حضورؐ اور صحابہ کرام پر ایک الزام ہے آپ بھی غور کریں اور صحیح فیصلہ کریں۔

صحیح بخاری جلد دوم پارہ ۲۰ باب فضائل قرآن ۹۹۵ نمبر ۲۱۱۱

حضرت قتادہؓ نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے دریافت کیا کہ حضرت کے زمانہ میں قرآن کس نے جمع کیا تھا انہوں نے کہا کہ چار آدمیوں نے اور چاروں قوم انصار میں سے ہیں۔ ابّی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، ابوزید فضل نے حفص کی جو یحیٰی کے راوی ہیں اس حدیث میں متابعت کی اس طریق سے کہ انہوں نے حسین بن واقد سے اور انھوں نے ثمامہ سے اور انھوں نے انس سے یہ روایت سنی۔

صحیح بخاری جلد دوم پارہ ۱۸ کتاب التفسیر سورہ بقرہ صفحہ ۲۶۹ حدیث ۱۶۴۴

ابن زبیرؓ نے کہا کہ جب عثمان بن عفان قرآن کو جمع کر رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ (اے عثمان یہ آیت (**الذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیة لازواجھم متاعًا الی الحول غیراخرا ج فان خرجن فلا جناح علیکم فی مافعلن فی النفسھن من معروف**)جب دوسری آیت **اربعة اشھر وّعشراً**) سے منسوخ ہوگئی تو تم اسے قرآن میں کیوں لکھتے ہو اور اس مصحف میں کیوں رہنے دیتے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ اے بھائی کے بیٹے (جو کچھ نازل ہوا ہے میں تو اسے ویسا ہی لکھوں گا)اس میں سے کچھ بھی اس کی اپنی جگہ سے نہیں بدلوں گا۔ لے

اور یہ کہ اگر وہ اس ایک سال کے عرصہ میں اپنے متوفی شوہر کے گھر سے نہ نکلنا چاہے تو کوئی اسے نکالے نہیں الّا یہ کہ وہ خود ہی نکل جائے اس طرح وہ عورت چار ماہ دس دن تو خاوند کے گھر ٹھہرے گی اور اگر اس کے بعد وہ اور رہنا چاہے تو ایک سال تک وہاں اور رہ سکتی ہے اسے کوئی نہیں نکال سکتا۔ نان نفقہ بھی ایک سال تک کا اس کو ملے گا۔ ان دونوں آیتوں پر اس طرح عمل ہوگا کوئی وجہ نہیں کہ ایک آیت ناسخ ہو اور دوسری منسوخ۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کیا اس عورت کو ایک سال بعد زبردستی نکال دیا جائے گا ہرگز نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مرنے والے شوہر کے گھر عمر بھر بھی رہ سکتی ہے اور دوسرا نکاح بھی کر سکتی ہے اور اس کا نان نفقہ اس کے حصہ سے چلے گا جو شوہر کے ترکہ سے اس کو ملا ہے۔

اب ان تین روایتوں کو دیکھ کر یہ غور کرنا ہے کہ قرآن کب جمع ہوا اور کس نے کیا اور یہ بھی

کیا قرآن اس وقت ہمارے پاس مکمل ہے یا ادھورا۔ پہلی روایت میں یہ ہے کہ قرآن حضرت عمرؓ کے کہنے سے حضرت ابوبکرؓ نے جمع کرایا اور وہ قرآن حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس رہا۔

لے یہ ان دونوں کی محض اجتہادی غلطی تھی ورنہ ان دونوں آیتوں میں سے نہ کوئی ناسخ ہے نہ منسوخ پہلی آیت جو ہے اس میں یہ حکم ہے کہ عورت چار ماہ دس دن عدت کرے اور شوہر کے ہی گھر میں رہے اور اس عرصہ میں کسی سے نکاح نہ کرے اس کے بعد دوسری آیت میں اس کی مزید آسانی کے لئے خاوند کو حکم دیا کہ مرتے وقت اپنی بیوی کے لئے اتنے زرو مال کی وصیت کر جائے جو پورے ایک سال تک کافی ہو۔

دوسری میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ آیت رجم نازل ہوئی تھی مگر اب قرآن میں نہیں ہے۔ سوال اٹھتا ہے جب عمرؓ کو یہ پتہ چل گیا کہ جو آیت نازل ہوئی تھی وہ قرآن میں نہیں لکھی اور وہ قرآن حضرت عمرؓ کے پاس تھا تو کیوں نہ وہ آیت حضرت عمرؓ نے قرآن میں لکھ کر قرآن کو پورا کیا جب کہ یہ ضروری تھا کہ قرآن میں جو کمی رہ گئی ہے اور قرآن موجود ہے اس کو لکھ دیتے مگر وہ نہ لکھا ان باتوں سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ قرآن ادھورا ہے (نعوذ) اور حضرت عمر نے غلطی کی کہ قرآن کو پورا نہ کیا ہر پڑھنے والا یہی اندازہ لگائے گا کہ قرآن پورا نہیں ہے اور ہر روایت میں اختلاف ہے ایک میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جمع کیا۔ دوسری میں ہے کہ قرآن حضرت محمدؐ کے زمانہ میں ہی لکھا اور جمع کیا جا چکا تھا۔ اس اختلاف سے امام بخاری پر بھی الزام عائد ہوتا ہے کہ جن کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ انھوں نے ہر روایت کو بڑی چھان بین کر کے قبول کیا ہے۔ پھر یہ اس طرح کا اختلاف کیوں یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کی نیت کیا تھی اور کیا کیا مگر ہم ان سب چیزوں کو پڑھ کر دو ہی فیصلے کر سکتے ہیں۔ پہلا یہ کہ قرآن میں کمی رہ گئی اور حضرت عمرؓ نے قرآن پورا نہیں کیا۔ دوسرا یہ اور یہی ٹھیک ہے کہ قرآن مکمل ہے اور آیت رجم نہ نازل ہوئی تھی اور نہ اس کا حکم ہے نہ کسی نے مسلمانوں پر اس کا عمل کیا اور یہ کہ قرآن حضرت ابوبکر نے جمع کیا نہ حضرت عثمان نے بلکہ حضورؐ اپنے سامنے ہی قرآن کو لکھوا کر اس کی کاپیاں سب جگہ پہنچا کر جہاں بھی ان کے عامل موجود تھے اس دنیا سے رخصت ہوئے اور قرآن میں نہ کوئی آیت منسوخ ہے نہ ناسخ۔ اس بعد والے موقف کے علاوہ جو لکھا ملتا ہے وہ سب غلط ہے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک زبردست سازش ہے۔ جس کا انجام آج ہم سب دیکھ رہے ہیں وہ یہ کہ مسلمان ہر جگہ مغلوب اور ذلیل ہے۔ ایک بار پھر سن لو کہ آیت رجم نہ نازل ہوئی تھی اور نہ حضورؐ نے اس پر عمل کیا اور نہ ہی حضرت عمرؓ نے ایسا کوئی خطبہ دیا۔

قرآن مکمل ہے اور حضورؐ کے سامنے ہی قرآن لکھا جا چکا تھا اور اللہ کے قول کے مطابق پہلی آیت و نشانی کو ہم بھلا دیتے ہیں یا منسوخ کر دیتے ہیں اور اس کی جگہ دوسری اچھی نشانی اور آیت

دیتے ہیں۔اس سے مراد دنیوی حکومت اور عزت ہے جو اوپر والی آیت سے ظاہر ہے۔یعنی یہ سب کچھ اللہ کی رحمت ہے وہ بس اپنے نیک بندے کو چنتا ہے تو اس کو پہلوں والی حکومت دیتا ہے یا اس سے اچھی دیتا ہے اور پہلوں کو مٹا دیتا ہے کچھ کو دنیا یا درکھتی ہے اور بہت کو بھلا دیتی ہے۔یہ وہ ہوتے ہیں جن کو اللہ نے انعام سے نوازا تھا مگر نافرمان ہو جاتے ہیں جن کو اللہ مٹا دیتا ہے اور دوسرے فرمانبرداروں کو چن کر عزت حکومت دیتا ہے یہ ہے ناسخ اور منسوخ۔

اس آیت کے بارے میں بحث دارالعلوم دیوبند میں بھی چلی تھی کہ آیت رجم قرآن میں کیوں نہیں تو اس کی تاویل یہ کی اس وقت اگر اس آیت کو قرآن میں لکھ دیا جاتا تو کچے ایمان والے ڈر جاتے اور اسلام چھوڑ دیتے۔بڑی اچھی تاویل کی ہے مان لینی چاہیے اور عالم کو داد دینی چاہیے کہ کتنی الجھی ہوئی گتھی سلجھادی۔مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت کو لکھنے سے تو کچے آدمی اسلام چھوڑ دیتے مگر اس پر عمل تو دیکھتے ہوں گے اور عمل بہت ہی خطرناک ہے اس عمل کو دیکھ کر بھی آدمی ڈرا ہوگا اور کچے ایمان والے جب بھی بھاگ گئے ہوں گے۔مگر کسی بھی تاریخ میں یہ لکھا نہیں ملا کہ اس عمل کو دیکھ کر کچے مسلمانوں نے اسلام چھوڑ دیا ذرا اس کی تاویل بھی کرو اور تاریخ میں بھی لکھ دو اتنے مسلمانوں نے اسلام چھوڑ دیا تھا۔کیونکہ آپ یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ اس آیت پر عمل ہوتا رہا ہے۔
اب یہ غور کرنا ہے کہ جو باتیں ہمارے یہاں چل رہی ہیں کہ قرآن بھی بعد کو جمع ہوا اور حدیث بھی اس میں ایک لمبی چوڑی سازش ہے۔وہ یہ کہ جو چیز لکھی ہوئی نہ ہے اس میں بھول ہو سکتی ہے اور بھول ہونا ضروری بھی ہے کہ میں نے کچھ یاد کیا تھا اور کچھ یاد رہ گیا۔دوسرے نے کچھ یاد کیا وہ کچھ بھول گیا کچھ یاد رہ گیا۔جیسے ہم ہر رمضان کے مہینہ میں دیکھتے ہیں کہ جب حافظ قرآن سناتا ہے تو اس کے سننے کے لئے دوسرا حافظ ضرور ہوتا ہے اور وہ آگے والے حافظ کے غلط پڑھنے کو صحیح کرتا ہے۔بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ دونوں حافظوں میں اختلاف ہوتا ہے وہ یہ کہ آگے والا کہتا ہے کہ تم نے غلط بتلایا میں صحیح پڑھ رہا تھا تو دوسرا کہتا ہے کہ میں نے صحیح بتلایا تم غلط پڑھ رہے تھے۔یہ اختلاف بڑھتا ہے اور فیصلہ قرآن پر ہوتا ہے کیونکہ قرآن میں وہ آیت لکھی ہے اگر قرآن لکھا نہ ہوتا تو کوئی فیصلہ ہونے کی صورت نہ تھی اور اختلاف بڑھتا رہتا۔یہاں تک کہ قرآن کی شکل ہی بدل جاتی جیسے آج ہمارے سامنے احادیث کا معاملہ ہے کہ جتنے اختلاف ہوئے وہ سب احادیث سے ہوئے کیونکہ یہ ہمارے سامنے مختلف لکھی ملتی ہیں اور جس کا دل جو چاہتا ہے اپنے مطلب کی حدیث سے اجتہاد کرتا ہے اسی لئے شرارتی آدمی نے یہ بات چالو کی کہ قرآن بعد کو جمع ہوا جب یہ بات اس کی مان لی تو وقت آنے پر اس

کے حیلے جو وقت کے انتظار میں ہیں یہ مشہور کر کے دنیا والوں میں یہ شک پیدا کریں گے کہ بھائی زبانی بات یاد رہنے میں شک ہوتا ہے آدمی بات بھول بھی جاتا ہے اس لئے قرآن بھی کافی دنوں تک زبانی یاد رہا تو ضرور قرآن میں پھیر بدل ہوگئی جو تم کہتے ہو کہ قرآن بالکل صحیح ہے وہ غلط ہے اور آیت رجم بھی تھی اور آیت منسوخ بھی ہیں اور بھولنے کی تصدیق اللہ بھی کرتا ہے اور بھولنا ضروری بھی ہے۔ مگر اللہ کیا کہتا ہے۔ ذرا اس کے لئے قرآن کی آیت پر غور کرو۔

سورہ البقرہ آیت ۲۸۲۔۲۸۳۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب کسی مقرر مدت کے لئے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیت بخشی ہو اسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہیے وہ لکھے اور املا وہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے (یعنی قرض لینے والا) اور اسے اللہ اپنے رب سے ڈرنا چاہیے کہ جو معاملہ طے ہوا ہو اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے لیکن اگر قرض لینے والا خود نادان یا ضعیف ہو یا املا نہ کرا سکتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ املا کرا دے پھر اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرا لو اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تا کہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔ یہ گواہ ایسے لوگوں میں سے ہونے چاہئیں جن کی گواہی تمہارے درمیان معتبر ہو۔ گواہوں کو جب گواہ بننے کے لئے کہا جائے تو انہیں انکار نہ کرنا چاہیے۔ معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا میعاد کی تعین کے ساتھ اس کی دستاویز لکھوانے میں تساہل نہ کرو اللہ کے نزدیک یہ طریقہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور انصاف پر ہے اس سے شہادت قائم ہونے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے اور تمہارے شکوک وشبہات میں مبتلا ہونے کا امکان کم رہ جاتا ہے ہاں جو تجارتی لین دین دست بدست تم لوگ آپس میں کرتے ہو اس کو نہ لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں مگر تجارتی معاملہ کرتے وقت گواہ کر لیا کرو، کاتب اور گواہ کو ستایا نہ جائے ایسا کرو گے تو گناہ کا ارتکاب کرو گے اللہ کے غضب سے بچو وہ تم کو صحیح طریق عمل کی تعلیم دیتا ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے۔ اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور دستاویز لکھنے کے لئے کوئی کاتب نہ ملے تو رہن بالقبض پر معاملہ کرو۔

ان آیات کو پڑھنے کے بعد اگر غور کیا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ ساری دنیا میں جو لین دین کا نظام سرکاری یا نجی چل رہا ہے وہ ان آیتوں پر چل رہا ہے۔ یعنی لکھنا اور گواہوں کا ہونا جو ضروری ہے اللہ نے اس کی وجہ بتلائی ہے کہ اس طرح لکھنے سے شکوک ختم ہو جاتے ہیں اور ساری پریشانی ختم ہوتی ہے اور اتنا زور دیا کہ اگر سفر میں لکھنے والا نہ ہے تو کوئی چیز کے بدلے قرض لے لو۔ اور گواہوں

کے بارے میں بتلایا کہ ایک سے زیادہ گواہ اس لئے ہوں اگر ایک بھول جائے تو دوسرا یاد دلا دے۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ زبانی بات میں شک ہوتا ہے اور اللہ بتلا رہا ہے تو ضرور یہ سچ ہے۔ زبانی بات ضرور شک والی ہے۔

دنیا کے لین دین جس کے مارے جانے سے زیادہ نقصان نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا بھی ہے تو آدمی برداشت کرسکتا ہے اللہ نے اس کے لیے اتنی تاکید کی مگر اس کے خلاف ہمارے یہاں یہ ملتا ہے کہ اللہ کی آخری کتاب یعنی قرآن کریم جو قیامت تک رہے گا اور اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اس کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ کافی دنوں تک بغیر لکھا رہا بعد کو لکھا گیا جس میں آپ نے یہ پڑھ لیا کہ آیت رجم لکھنے کو رہ گئی تو کتنا عظیم نقصان ہے اور اس نقصان کو لے کر جھوٹے آدمی ضرور یہ شک پیدا کرسکتے ہیں اور کر رہے ہیں کہ قرآن میں کچھ لکھنے کو رہ گیا جس کو حضرت عمرؓ نے بھی قبول کیا۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی سامنے آئی ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۲۔۲۸۳ کو حضورؐ نے بھی نہ سمجھا (نعوذ) کہ اس میں لکھنے کا حکم ہے اور آپ نے قرآن کو نہ لکھوایا۔ یہ باتیں بہت ہی افسوس ناک ہیں کہ ہم اتنی کھلی باتوں کو بھی نہ جان سکے کہ یہ ایک سازش ہے۔ کاتب وحی کس لئے تھے؟

حضورؐ کو قرآن اللہ نے خوب سمجھایا اور اس کو سمجھ کر ہی عمل کیا اور ان آیتوں کو بھی سمجھا ان آیتوں اور اللہ کے حکم کے تحت حضورؐ نے قرآن لکھوا دیا جیسا کہ حدیث سے بھی روشنی مل جاتی ہے کہ آپ وحی نازل ہوتے ہی لکھوا دیا کرتے تھے اور یہ بھی ملتا ہے کہ حضورؐ کی زندگی میں چار صحابہؓ نے قرآن کو جمع کرلیا تھا اور جمع کرنا اللہ کے حکم کے مطابق ضروری تھا ان باتوں پر غور کرکے ہر عقلمند مسلمان کا یہ فرض ہوجاتا ہے کہ قرآن اور حضورؐ اور صحابہ کے خلاف جو بھی غلط لکھا ملتا ہے اس کو فوراً ہی اپنی کتابوں اور اپنے ذہنوں سے نکال کر الگ کردیں اور صحیح اسلام پر عمل پیرا ہو جائیں اسی میں خیر ہے۔

اب یہ دیکھا جائے حدیث حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں کیا کہتی ہے اور قرآن کیا کہتا ہے ان دونوں کو پڑھ کر یہ پتہ لگایا جائے کیا ہے۔

صحیح بخاری اُردو جلد دوم پارہ ۳ کتاب پیدائش انبیاء صفحہ ۲۶ حدیث نمبر ۵۸۴

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا کہ ابراہیمؑ کبھی جھوٹ نہیں بولے سوا تین مرتبہ [1] کے دو مرتبہ تو خدا کے واسطے ان کا یہ کہنا کہ **انی سقیم** (یعنی میں بیماریوں اور ان کا یہ کہنا **بل فعله**

[1] یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قرآن مجید حضرت ابراہیم کو صدیقاً نبیاً قرار دیتا ہے اور صدیق وہ ہے جو ہمیشہ سچ بولتا ہے

خواہ کتنی بھی مشکلات کا سامنا ہو امام رازیؒ نے لکھا ہے یہ آسان ہے کہ ایک راوی کو جھوٹا سمجھا جائے بہ نسبت اس کے کہ ایک نبی کو جھوٹا سمجھا جائے۔

پچھلے صفحہ کا باقی:۔ امام ابوحنیفہؒ بھی اس حدیث کو غلط کہتے ہیں اور ساتھ میں ۷۳ فرقے والی حدیث کو بھی غلط کہتے ہیں کہ یہ موضوع ہے۔

اور اسی صفحہ کے نوٹ میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ شخص شوہر والی عورت پر اگر عاشق ہو جاتا تھا تو عورت کے شوہر کو قتل کر دیتا تھا اس لئے حضرت ابراہیمؑ ڈر گئے اور جھوٹ بول دیا جس کو توریہ کہتے ہیں۔ مگر یہ حدیث جہاں سے راوی نے لی ہے یعنی بائبل سے، وہاں پر یہ لکھا ہے کہ وہ آدمی شوہر والی عورت کو نہیں لیتا تھا۔ ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں

کبیر هم هذا الخ (یعنی میں نے یہ کام نہیں کیا بلکہ ان سب میں جو یہ بڑا ہے اس نے یہ کیا ہے) یہ تو خدا کے لئے تھا اور آپ نے فرمایا کہ ایک دن اس حال میں کہ وہ اور سارہ جا رہے تھے کہ ایک ظالم بادشاہ پر ان کا گزر ہوا کسی نے ان سے کہا کہ یہاں ایک شخص (آیا) ہے اس کے ہمراہ ایک عورت ہے جو خوبصورت لوگوں میں سے ہے پس اس ظالم نے ان کے پاس آدمی بھیجا اور سارہ کی بابت ان سے پوچھا کہ یہ کون ہے ابراہیم نے کہہ دیا کہ یہ میری بہن ہے پھر وہ سارہ کے پاس گئے اور کہا اے سارہ روئے زمین پر کوئی مومن میرے اور تمہارے سوا نہیں ہے اور اس ظالم نے مجھ سے پوچھا تھا تو میں نے کہہ دیا کہ میری بہن ہے پس تم مجھے جھوٹا نہ کرنا۔ پھر اس ظالم نے سارہ کو بلوا بھیجا جب سارہ اس کے پاس گئی اور وہ ان کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا تو وہ مرگی میں مبتلا ہو گیا اس نے (سارہ سے) کہا کہ تم اللہ سے میرے لئے دعا کرو اور (اب) میں تم کو کوئی ضرر نہ پہنچاؤں گا۔ چنانچہ انھوں نے اللہ سے دعا کی وہ اچھا ہو گیا۔ پھر دوبارہ اس نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پھر اسی طرح مبتلا ہو گیا یا اس سے بھی زیادہ۔ پھر اس نے کہا کہ تم میرے لیے اللہ سے دعا کرو اور اب میں تمہیں ضرور نہ پہنچاؤں گا چنانچہ انہوں نے دعا کی اور وہ اچھا ہو گیا۔ پس اس نے اپنے کسی دربان کو بلایا اور کہا کہ میرے پاس انسان کو نہیں لایا تو میرے پاس شیطان کو لے آیا ہے پھر اس سارہ کی خدمت کے لئے ہاجرہ کو دیا پھر سارہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئیں اور وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے اپنے ہاتھ ~~سے اشارہ کیا کہ کیا ہوا سارہ نے کہا کہ اللہ نے کافر کا فریب اس کے سینہ پر رد کر دیا اور اس نے ہاجرہ کو~~ خدمت کے لئے دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ (یہ حدیث بیان کر کے) کہتے تھے کہ اے آسمانی پانی کے بیٹو یہی تمہاری ماں ہے۔

اس حدیث پر بات کرنے سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں اللہ اپنے کلام میں کیا فرماتا ہے اور حضرت ابراہیمؑ نے کیا فرمایا اور عمل کیا۔

سورہ الصّٰفّٰت ۸۸تا ۹۳ ۔''پھر اس نے تاروں پر ایک نگاہ ڈالی اور کہا میری طبیعت خراب ۱۱۱

تفسیر ۱۱۱ مولانا مودودی۔ہمیں کسی ذریعے سے یہ معلوم نہیں ہوا ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیمؑ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ تھی اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت ابراہیم نے یہ خلاف واقعہ بہانہ بنایا تھا۔

تفسیر ۸ مولانا مودودیؒ الفاظ خود ظاہر کر رہے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ وہ لوگ جواب میں خود ہی اس کا اقرار کرلیں کہ ان کے یہ معبود بالکل بے بس ہیں اور ان سے کسی فعل کی توقع تک نہیں کی جا سکتی ایسے موقع پر ایک شخص استدلال کی خاطر جو خلاف واقعہ بات کہتا ہے اس کو جھوٹ قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ نہ وہ خود جھوٹ کی نیت سے ایسی بات کہتا اور نہ اس کے مخاطب ہی جھوٹ سمجھتے ہیں کہنے والا اسے حجت قائم کرنے کے لئے کہتا ہے اور سننے والا بھی اسے اسی معنی میں لیتا ہے۔

ہے چنانچہ وہ لوگ اسے چھوڑ کر چلے گئے ان کے پیچھے وہ چپکے سے ان کے معبودوں کے مندر میں گھس گیا اور بولا آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں کیا ہو گیا آپ لوگ بولتے بھی نہیں اس کے بعد وہ ان پر پل پڑا اور سیدھے ہاتھ سے خوب ضربیں لگائیں۔(ان میں سے کسی کو سالم نہ چھوڑا صرف ان کے بڑے کو چھوڑ دیا اور کلہاڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا۔)''

سورۂ انبیاء ۲۱ آیت ۵۰ تا ۶۷۔

اس سے پہلے بھی ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی ہوش مندی بخشی تھی اور اس کو ہم خوب جانتے تھے یاد کرو وہ موقع جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ یہ مورتیں کیسی ہیں جن کے تم لوگ گرویدہ ہو رہے ہو،انہوں نے جواب دیا ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے اس نے کہا تم بھی گمراہ ہو اور تمہارے باپ دادا بھی صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے انہوں نے کہا کیا تو ہمارے سامنے اپنے اصلی خیالات پیش کر رہا ہے یا مذاق کرتا ہے اس نے جواب دیا نہیں بلکہ فی الواقع تمہارا رب وہی ہے جو زمین اور آسمان کا رب اور ان کا پیدا کرنے والا ہے اس پر میں تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں اور خدا کی قسم میں تمہاری غیر موجودگی میں ضرور تمہارے بتوں کی خبر لوں گا (گت بناؤں گا جب تم چلے جاؤ گے) چنانچہ اس نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور صرف ان کے بڑے کو چھوڑ دیا تا کہ شاید وہ ان کی طرف رجوع کریں (انہوں نے آ کر بتوں کا یہ حال دیکھا تو) کہنے لگے ہمارے خداؤں کا یہ حال کس نے کر دیا بڑا ہی ظالم تھا وہ (بعض لوگ) بولے ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سنا تھا جن کا نام ابراہیم ہے۔انہوں نے کہا پکڑ لاؤ اسے سب کے سامنے کہ لوگ دیکھ لیں (اس کی خبر کیسی لی جاتی ہے ابراہیمؑ کے آنے پر) انہوں نے پوچھا کیوں ابراہیم تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔اس نے جواب دیا یہ سب کچھ ان کے اس سردار نے کی ہو گی ان ہی سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں ۸ یہ سن کر وہ اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور کہنے لگے واقعی

تم خود ہی ظالم ہو مگر پھر ان کی مت پلٹ گئی اور بولے تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں ابراہیم نے کہا پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان بتوں کی پوجا کر رہے ہو کیا تم کچھ بھی عقل نہیں رکھتے۔

ان آیتوں کے مطلب اور تفسیر پڑھنے سے یہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جھوٹ نہیں بولا کیونکہ انھوں نے ان لوگوں سے بتلا دیا تھا کہ میں ان تمہارے بتوں کی خبر لوں گا اور ایسا ہی کر دیا۔ جب ان لوگوں نے ان سے معلوم کیا تو اس بنا پر ہی معلوم کیا تھا کہ ابراہیم کے علاوہ اور کوئی یہ کام نہیں کر سکتا اور حضرت ابراہیم نے ان کو خبردار کر کے ہی یہ کام کیا تھا اور جواب میں یہ کہا تھا کہ اس بڑے نے کیا ہوگا۔ کہا جاتا ہے تو کوئی بات یقینی نہیں ہوتی اور نہ ہی انکار ہوتا ہے اگر اس وقت حضرت ابراہیم ایک دم یہ اقرار کر لیتے کہ ہاں یہ کام میں نے کیا تو وہ لوگ کبھی اقرار نہ کرتے کہ اے ابراہیم یہ بت بولتے نہیں اور نہ ہی کچھ کر سکتے ہیں بھلا یہ کیسے بتلا سکتے ہیں یہ کام کس نے کیا۔ ابراہیمؑ کے اس طرح کہنے سے ان لوگوں پر بتوں کی بے بسی ظاہر ہو گئی اور تبلیغ بھی اچھی طرح ہو گئی۔

دوسرا جھوٹ بیمار ہونے کا ہے اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ نے ابراہیمؑ کے اس کہنے کی کہیں قرآن میں تردید نہیں کی کہ اس وقت ابراہیمؑ بیمار نہیں تھے وہ جھوٹ بول گئے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بیمار ہوں اور حقیقت میں دیکھا جائے تو حضرت ابراہیم کو تکلیف ہی تھی وہ یہ کہ کسی بھی بھلے آدمی کے سامنے اللہ کے احکام کی خلاف ورزی ہو رہی ہو تو اس اچھے آدمی کو بد آدمیوں کے برے کام سے ضرور تکلیف ہوگی اور وہ کہہ بھی دے گا کہ بھائی میں تمہارے اس کام سے دکھی ہوں پریشان ہوں مجھے تکلیف ہے تم میرے پاس سے ہٹ جاؤ یا میں ہٹ جاتا ہوں۔ اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کہتا ہے کہ جب میرے خلاف کوئی بات ہو تو تم وہاں سے ہٹ جاؤ۔ اسی طرح اچھا آدمی بد آدمیوں کے ساتھ نہیں رہ سکتا تو کیا ابراہیمؑ جو اللہ کے سچے پیغمبر ہیں ان کے اس کام سے خوش ہوتے اور ان کے ساتھ چلے جاتے ہرگز نہیں انہوں نے صاف کہہ دیا کہ بھائی میں دکھی ہوں مجھے تکلیف ہے تمہارے اس فعل سے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات پر غور کیا جائے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تاروں کی طرف دیکھ کر کہا تھا کہ میں بیمار ہوں، ہو سکتا ہے کہ کوئی تکلیف ایسی ہو جو وقت کے ساتھ آتی ہے۔ جیسے ملیریا بخار اور وہ وقت آ گیا ہو کیونکہ پہلے گھڑیاں تو تھی نہیں صرف تاروں اور سورج سے ہی وقت کا اندازہ کیا جاتا تھا اس طرح دیکھنے سے بھی جھوٹ ثابت نہیں ہوتا اگر عقل ہو تب۔

اب حدیث پر غور کیا جائے اس میں تین جھوٹ لکھے ہیں جن میں سے دو کی تردید ان قرآنی آیتوں سے ہو گئی جب دو باتیں غلط ثابت ہو گئیں تو ضرور تیسری بات بھی غلط ہے کیونکہ اللہ حضرت

ابراہیمؑ کو سچا بتلاتا ہے مگر اتنے پر بھی غضب یہ ہے کہ جھوٹ بولا تھا ذرا خدا کا خوف نہیں اب تیسرے جھوٹ کو دیکھا جائے وہ کہاں سے ثابت کیا ہے کیا حضورؐ کو اس کی خبر اللہ نے وحی سے دی تھی۔ اگر وحی کے ذریعہ اللہ دیتا تو ضرور قرآن میں آجاتا مگر قرآن میں ہے نہیں تو اب یہ پتہ لگایا جائے کہ یہ واقعہ کیسے اور کہاں سے آیا اس واقعے کو میں لکھ رہا ہوں کہ یہ کہاں ہے۔

بائبل پرانا عہدنامہ کتاب پیدائش باب ۲۰ تا ۱۰ صفحہ ۱۰۔۲۰

اور ابرہام وہاں سے جنوب کے ملک کی طرف چلا اور فارس اور شور کے درمیان ٹھہرا اور جرار میں قیام کیا اور ابرہام نے اپنی بیوی سارہ کے حق میں کہا کہ وہ میری بہن ہے اور جرار کے بادشاہ ابی ملک نے سارہ کو بلوایا لیکن رات کو خدا ابی ملک کے پاس خواب میں آیا اور اسے کہا کہ دیکھ تو اس عورت کے سبب سے جسے تو نے لیا ہے ہلاک ہوگا کیونکہ وہ شوہر والی ہے پر ابھی ملک نے اس سے صحبت نہیں کی تھی سو اس نے کہا اے خداوند کیا تو صادق قوم کو بھی مارے گا کیا اس نے خود مجھ سے کہا نہیں کہ یہ میری بہن ہے اور وہ آپ بھی یہی کہتی تھی کہ وہ میرا بھائی ہے میں نے تو اپنے سچے دل اور پاکیزہ ہاتھوں سے کیا اور خدا نے خواب میں کہا ہاں میں جانتا ہوں کہ تو نے اپنے سچے دل سے یہ کیا ہے اور میں نے بھی تجھے روکا کہ تو گناہ نہ کرے اس لئے میں نے تجھے اس کو چھونے نہ دیا اب تو اس مرد کی بیوی واپس کردے کیونکہ وہ نبی ہے اور وہ تیرے لئے دعا کرے گا اور تو جیتا رہے گا پر اگر تو اسے واپس نہ کرے تو جان لے کہ تو بھی اور جتنے تیرے ہیں سب ضرور ہلاک ہوں گے۔ تب ابی ملک نے صبح سویرے اٹھ کر اپنے سب نوکروں کو بلایا اور ان کو یہ سب باتیں کہہ سنائیں وہ بہت ڈر گئے اور ابی ملک نے ابرہام کو بلا کر اس سے کہا کہ تو نے ہم سے یہ کیا کیا اور مجھ سے تیرا کیا قصور ہوا کہ مجھ پر اور میری بادشاہی پر ایک گناہ عظیم لایا تو نے مجھ سے وہ کام کیے جن کا کرنا مناسب نہ تھا ابی ملک نے ابرہام سے یہ بھی کہا کہ تو نے کیا سمجھ کر یہ بات کی ابرہام نے کہا کہ میرا خیال تھا کہ خدا کا خوف تو اس جگہ ہرگز نہ ہوگا اور وہ مجھے میری بیوی کے سبب مار ڈالیں گے اور فی الحقیقت وہ میری بہن بھی ہے کیونکہ وہ میرے باپ کی بیٹی ہے اگرچہ میری ماں کی بیٹی نہیں پھر وہ میری بیوی ہوئی اور جب خدا نے میرے باپ کے گھر سے مجھے آوارہ کیا تو کیا تو میں نے اس سے کہا کہ مجھ پر یہ تیری مہربانی ہوگی کہ جہاں کہیں ہم جائیں تو میرے حق میں یہی کہنا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ تب ابی ملک نے بھیڑ بکریاں اور گائے بیل اور غلام اور لونڈیاں ابرہام کو دیں اور اس کی بیوی سارہ کو بھی اسے واپس کردیا۔

حدیث میں آیا ہے کہ اس آدمی کو مرگی کا دورہ ہوا اور اس نے سارہ سے کہا کہ اللہ سے دعا

کروں کہ میں ٹھیک ہونے پر تم کو کچھ نہ کہوں گا تو کیا مرگی والا آدمی بولتا ہے اس کا تو منہ بھی نہیں کھلتا اور وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔

دوسری بات بائبل کے مضمون سے یہ ثابت ہو رہی ہے کہ وہ بادشاہ شوہر والی عورت کو نہیں لیتا تھا بغیر شوہر والی کو لیتا تھا پھر حضرت ابراہیم کو اپنی بہن بتلانے کی کیا ضرورت تھی۔ ان سب باتوں کو اور پہلے دو جھوٹ کو دیکھ کر ہر عقل والا آدمی یہ ہی فیصلہ کرے گا کہ حضرت ابراہیم نے کوئی جھوٹ نہیں بولا یہ حدیث ہی موضوع ہے۔ اتنے پر بھی ہم ایک رٹ لگائے جاتے ہیں کہ جھوٹ بولا تھا جبکہ پہلی کتابوں میں کافی پھیر بدل ہو گئی ان میں غلط باتیں آ گئیں اور اللہ نے ان کو منسوخ کر دیا ہم نے پھر ایسی بات کیوں لیں۔ اگر ان کو سچ مان لیا جائے تو پھر اس کے یہ معنی ہوئے کہ ہم نے حضورؐ پر ایک بہتان لگا دیا کہ حضورؐ نے ایسی حدیث بیان کی ہرگز نہیں۔ نہ حضورؐ نے یہ حدیث بیان کی اور نہ حضرت براہیمؑ جھوٹ بولے مگر یہ ہے کیا اس کے بارے میں اپنی پہلی کتاب ''کیا حسین خواب ہے یہ مگر تعبیر'' میں باب حقیقت میں لکھ چکا ہوں۔

ہاں حضرت ابراہیمؑ کے جھوٹ کے بارے میں ایک بات اور مزے دار ہے وہ یہ کہ حدیث میں لفظ جھوٹ کا ہے اور جھوٹ ہی پڑھا جاتا ہے مگر حضرت ابراہیمؑ کی عزت بڑھانے کے لئے شیعہ حضرات نے اس کا نام تقیہ رکھا ہے اور سنی حضرات نے اس کا نام توریہ رکھا ہے اور بڑے خوش ہو کر کہتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں ہے۔ یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ بھائیوں کو عقل آ گئی اور حضرت ابراہیم کو جھوٹ سے بری کر دیا۔ مگر یہ تقیہ ہے کیا؟ تقیہ کے معنی ہیں اصل کو چھپا دینا یعنی میرا نام تو سکندر احمد ہے اور بتلا دوں رفیق احمد بڑی اچھی بات ہے۔

اب توریہ کے معنی دیکھو اس کے معنی بتلائے ہیں ذومعنی یعنی ایسا لفظ کہنا جس سے دو مطلب نکل سکیں دوسرے آدمی کو دھوکے میں رکھنا جیسے مغربی قوموں نے اپریل فول بنا رکھا ہے اس دن دھوکا دینا جائز ہے مگر اتنے پر بھی وہ اس کو دھوکا کہتے ہیں سچ نہیں۔ مگر ہم تو دھوکا دے رہے ہیں اور جائز کہہ رہے ہیں۔ دیکھ لو ہم پیغمبر کو جھوٹ سے کیسی اچھی طرح بری کر رہے ہیں مگر عقلمند تو اس کو بھی دھوکا اور جھوٹ ہی کہے گا۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

تفسیر

اب ذرا حدیث کے بعد تفسیر پر بھی ایک نظر ڈالی جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے

ہمارے مفسرین حضرات کیا کہہ رہے ہیں جس تفسیر کے لئے ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ بغیر تفسیر کے قرآن سمجھنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ مفسرین حضرات حضرت داؤدؑ کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان سے غلطی ہوگئی وہ کیا قرآن کیا کہتا ہے اور تفسیر کیا۔

سورہ ص آیت ۲۰ تا ۲۵

اور ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کردی تھی اس کو حکومت عطا کی تھی اور فیصلہ کن بات کہنے کی صلاحیت بخشی تھی پھر تمہیں کچھ خبر نہیں ہے ان مقدمے والوں کی جو دیوار چڑھ کر ان کے بالا خانہ میں گھس آئے تھے۔ جب داؤدؑ کے پاس پہنچے تو وہ انہیں دیکھ کر گھبرا گئے انہوں نے کہا ڈریئے نہیں ہم دو فریق مقدمہ ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔

ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کردیجیے بے انصافی نہ کیجیے اور ہمیں راہِ راست بتا دیجیے یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے اس نے مجھ سے کہا کہ ایک دنبی بھی میرے حوالہ کردے اور اس نے گفتگو میں مجھے دبالیا۔ داؤدؑ نے جواب دیا اس شخص نے اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری دنبی ملانے کا مطالبہ کر کے یقیناً تجھ پر ظلم کیا اور واقعہ یہ ہے کہ مل جل کے ساتھ رہنے والے لوگ ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں بس وہی لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں اور ایسے کم ہی ہیں (یہ بات کہتے کہتے) داؤدؑ سمجھ گئے کہ یہ تو ہم نے دراصل اس کی آزمائش کی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدہ میں گر گیا اور رجوع کرلیا تب ہم نے اس کا وہ قصور معاف کردیا۔

تفسیر مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی ؒ صفحہ ۶۳۴

یہ جھگڑنے والے فرشتے تھے پردے میں ان کو سنا گئے انہیں کا ماجرا ان کے گھر میں ننانویں عورتیں تھیں ایک ہمسائے کی عورت پر نظر پڑ گئی چاہا کہ اس کو بھی گھر میں رکھیں اس کا خاوند موجود تھا ان کے لشکر میں اس کو تعین کیا تابوت سکینہ سے آگے جہاں بڑے بڑے لوگ لڑائی میں بڑھتے تھے وہ شہید ہوا۔

پیچھے اس کی عورت سے نکاح کیا اس میں کسی کا خون نہیں کیا بے ناموسی نہیں کی مگر کسی کی چیز لے لی تدبیر سے پیغمبروں کی بڑائی کو اتنا بھی داغ عیب تھا اس پر جانچ ہوں۔ یہ ہی تفسیر مولانا فتح محمد خاں محدث دہلویؒ نے درج کی ہے۔

تفسیر مولانا مودودیؒ صفحہ ۱۱۴۷

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت داؤدؑ سے قصور تو ضرور ہوا تھا اور وہ کوئی ایسا قصور تھا جو دنبیوں

والے مقدمہ سے کسی طرح کی مماثلت رکھتا تھا اس لیے اس کا فیصلہ سناتے ہوئے معاًان کو یہ خیال آیا

لے شاہ صاحب کی تفسیر کو آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے بنی اسرائیل سے نقل کیا ہے ان کا یہ منشا نہیں ہے ٹھیک ہے میں اس کو مان لوں مگر انھوں نے اس واقعہ کو نقل کر کے حقیقت کو بیان کیوں نہیں کیا۔ حقیقت بیان کر کے تب تردید کرتے کہ بنی اسرائیل میں جو لکھا ملتا ہے وہ غلط ہے حقیقت یہ ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کو یہ واقعہ لانا ہی نہ چاہیے تھا اور ان آیات کی تفسیر کرتے جو آیتیں کہہ رہی ہیں مگر مولانا مودودی نے اپنی تفسیر سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ضرور حضرت داؤد سے یہ قصور ہوا تھا گو انھوں نے صاف الفاظ میں تسلیم نہ کیا مگر مماثلت کا لفظ لکھ کر صاف اشارہ کر دیا کہ یہ واقع درست ہے۔ اس الزام کی تردید سخت الفاظ میں حضرت علیؓ نے کی ہے اس لئے بھی اس کو نقل نہ کرنا چاہیے تھا اور آیات کا منشا بتلانا چاہیے تھا۔

کہ یہ میری آزمائش ہو رہی ہے لیکن اس قصور کی نوعیت ایسی شدید نہ تھی کہ اسے معاف نہ کیا جاتا یا اگر معاف کیا جاتا تو وہ اپنے مرتبے بلند سے گرا دیے جاتے اللہ تعالیٰ خود یہاں تصریح فرما رہا ہے کہ جب انہوں نے سجدہ میں گر کر توبہ کی تو نہ صرف یہ کہ انہیں معاف کر دیا گیا بلکہ دنیا اور آخرت میں ان کو جو بلند مقام حاصل تھا اس میں بھی کوئی فرق نہ آیا۔

اس کے بعد یہ دیکھا جائے کہ واقعہ عورت والا کہاں سے لیا گیا ہے۔

بائبل پرانا عہدنامہ کتاب سموئیل صفحہ ۳۰۳۔۳۰۴

اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا اور کسی نے کہا کیا وہ العام کی بیٹی بت سبع نہیں جو حتی اوریاہ کی بیوی ہے اور داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بلا لیا وہ اس کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی اور وہ عورت حاملہ ہو گئی سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں......صبح کو داؤد نے جو آپ کے لئے ایک خط لکھا اور اسے اوریاہ کے ہاتھ بھیجا اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اوریاہ کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے ہٹ جانا تا کہ وہ مارا جائے اور وہ جاں بحق ہوا.....جب اوریاہ کی بیوی نے سنا کہ اس کا شوہر اوریاہ مر گیا تو وہ اپنے شوہر کے لئے ماتم کرنے لگی اور جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤد نے اسے بلا کر اس کو اپنے محل میں رکھ لیا اور وہ اس کی بیوی ہو گئی اور اس سے لڑکا پیدا ہوا پر اس کام سے جسے داؤد نے کیا تھا خداوند ناراض ہوا اور خداوند نے ناتن کو داؤد کے پاس بھیجا اس نے اس کے پاس آ کر اس سے کہا کسی شہر میں دو شخص تھے ایک امیر دوسرا غریب اس امیر کے پاس بہت سے ریوڑ اور گلے تھے پر اس غریب کے پاس بھیڑ کی ایک پٹھیا کے سوا کچھ نہ تھا جسے اس نے خرید کر پالا تھا اور وہ اس کے اور اس کے بال بچوں کے ساتھ بڑھی تھی وہ اس کے نوالے میں سے کھاتی اور

اس کے پیالہ میں سے پیتی اوراس کی گود میں سوتی تھی اوراس کے لئے بطور بیٹی کے تھی اوراس امیر کے ہاں کوئی مسافر آیا سواس نے اس مسافر کے لئے جواس کے یہاں آیا تھا پکانے کواپنے ریوڑ اور گلے میں سے کچھ نہ لیا بلکہ اس غریب کی بھیڑ لے لی اوراس شخص کے لئے جواس کے یہاں آیا تھا پکائی تب داؤد کا غضب اس شخص پر بشدت بھڑکا اوراس نے ناتن سے کہا کہ خداوند کی حیات کی قسم کہ وہ شخص جس نے یہ کام کیا واجب القتل ہے سواس شخص کو اس بھیڑ کا چوگنا بھرنا پڑے گا کیونکہ اس نے ایسا کام کیا اوراسے ترس نہ آیا تب ناتن نے داؤد سے کہا کہ وہ شخص تو ہی ہے۔

یہ عبارت بائبل کی ہے اور تفسیر آپ نے عالموں کی پڑھ لی ان دونوں میں تھوڑا فرق لفظوں کا ہے مطلب دونوں کا قریب قریب ایک ہی نکلتا ہے یعنی حضرت داؤدؑ نے ایک پڑوسی کی عورت زبردستی گھر میں رکھ لی اوراس کے آدمی کو جنگ میں مروادیا اس بات پر حضرت داؤد کی جانچ ہوئی تھی حضرت داؤد سمجھ گئے اورانہوں نے معافی مانگی اللہ نے معاف کردیا۔ اس واقعہ میں اگر دیکھا جائے جو حقیقت ہے تو بات کچھ اور ہے جو عالموں کو نظر نہ آئی ان کو جو بات نظر آئی وہ بائبل کی عبارت ہے جو اس میں لکھا ہے سچ مان لیا۔ جبکہ بائبل والوں نے بائبل کو ہی بدل دیا اور حضرت داؤدؑ کو انھوں نے پیغمبر تسلیم نہیں کیا۔ انھوں نے حضرت داؤدؑ کو ایک ظالم اور جابر بادشاہ تسلیم کیا ہے تو ان کا جو دل چاہے گا وہ لکھیں گے اتنے پر بھی ہمیں ان سے کوئی مطلب نہیں وہ جو چاہیں کرتے پھریں ہم کو قرآن پر غور کرنا ہے جو وہ بتلائے اس کو صحیح مان کر چلنا ہے اس میں خیر ہے۔ مگر ہمارے یہاں سازش کے تحت جو علم رائج کردیا گیا ہے اوراس کو اصل دین بنادیا ہے اس کو لے کر ہم چلتے ہیں جس نے ہماری حالت خراب کردی ہے۔

قرآن کی آیات پر غور کرنے کے بعد جو مطلب نکلتا ہے وہ یہ ہے مگر اس کو ہر آدمی غلط کہتا ہے کوئی اس کو غلط کہے یا صحیح میں اس کو لکھ رہا ہوں اور حقیقت یہی ہے سورہ ص کی آیتوں کو غور سے پڑھنے کے بعد ہر عقل مند انسان کو یہ ظاہر ہوجائے گا کہ کیا مقصد ہے ان آیتوں کو نازل کرنے کا اور داؤدؑ سے کیا غلطی ہوئی تھی جو ان عالموں کو نظر نہ آئی۔ ہر ایک اپنا تیر اندھیرے میں چلا رہا ہے اللہ نے ان آیتوں کو نازل کرکے امت محمدی کو مقدمے فیصل کرنا سکھلایا ہے کیونکہ اللہ کی کتاب قرآن قیامت تک کے لئے ہے اور ایک دائمی مضبوط اٹل شریعت ہے اس میں اللہ نے انسان کے لئے ہر ضروری بات کی تفصیل بتلادی ہے۔ تو مقدمے کا فیصلہ کرنا بھی ضرور اس میں ہے جو ان آیات اور دوسری آیات میں بتلایا ہے جب کوئی مقدمہ آئے تو اس کو غور سے سنو اور دونوں فریقوں کو سنو۔ ایک فریق کی

بات سن کر ہی فیصلہ نہ دو اور اگر گواہوں کی ضرورت پڑے تو وہ بھی طلب کرو اور اگر ان باتوں سے کام نہ چلے تو خفیہ تحقیق کرو جب انصاف کے ساتھ فیصلہ دو۔ مگر حضرت داؤد نے ایک فریق کی بات سن کر ہی فیصلہ دے دیا تھا جس کو آپ نے فوراً ہی جان لیا کہ غلطی ہوگئی اس غلطی پر حضرت داؤدؑ نے اللہ سے معافی چاہی اللہ نے معاف کر دیا اور ہمارے لئے ایک سبق ہوگیا کہ فیصلہ کیسے کرنا ہے اللہ کی کتاب میں ہر ضروری بات ہے مگر ہم عمل نہیں کرتے اپنے عالموں کے بتلائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں بھلے ہی قرآن کچھ کہتا ہو حضورؐ نے کچھ بتلایا ہو اس کی ہمیں پرواہ نہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے ایک تفسیر کا ایک رخ اور دیکھ لو جو شیعہ حضرات کا ہے۔

سورہ یونس، آیت ۸۷۔ اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لئے گھر بنا ڈالو اور اپنے اپنے گھروں کو ہی مسجدیں قرار دے لو اور پابندی سے نماز پڑھو اور مومنین کو خوشخبری دے دو۔

تفسیر ابن عسا کر نے حضرت ابو رافع سے روایت کی کہ ایک دن رسول خدا نے خطبے میں فرمایا کہ خدا نے حضرت موسیٰ اور ہارون کو حکم دیا تھا کہ اپنے اور اپنی قوم کے لئے اپنے اپنے گھروں کو مسجدیں بنا لو۔ اور اے موسیٰ تمہاری مسجدیں ہارون اور ان کی اولاد کے سوا نہ کوئی جنب ہو کر شب باش ہو اور نہ عورتوں سے مقاربت کرے اسی طرح میری مسجد میں تمام امت میں سے علی اور اس کی اولاد کے سوا کسی کو اس کی اجازت نہیں کہ اس میں جنب ہو کر شب باش ہو یا اس میں عورتوں کے پاس جائے۔ تفسیر مولانا فرمان علی صفحہ ۳۰۱ پر۔

اسی طرح سورہ رحمٰن کی آیت ۱۹ تا ۲۱ کا ترجمہ دیکھیے جو شیعہ حضرات نے کیا ہے اور میرے پاس ایک پرچہ جو شیعہ ہے، نے بھیجا ہے۔

عزیز گرامی مرتبت السلام علیکم، میں نے سورہ رحمان دیکھی لیکن ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

تم اپنے پروردگار کی کون کونسی چیز کو جھٹلاؤ گے کہ اس نے دو دریا بہادیئے جو باہم ملتے ہیں ان کے درمیان ایک پردہ ہے جس سے ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کر سکتا دریاؤں سے مراد حضرت علی اور حضرت فاطمہ ہیں۔ موتی اور مونگا سے مراد حضرت حسن اور حسین ہے۔ مزید تفسیر جب دیکھوں گا تو پیش نظر کر دوں گا اس کے بارے میں میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ شیعہ حضرات نے پوری قرآن کو اپنی مرضی سے حضرت علی اور ان کی اولاد کے لئے ہی خاص کر دیا ہے اور ہر ہر لفظ کی تفسیر اس طرح ہی کرتے ہیں گویا قرآن عمل کی چیز نہیں ہے بلکہ ان حضرات کی شان میں ہے اور اس عقیدے ہی کی

دعوت دیتے ہیں جب کہ ان کا ترجمہ یہ ہے۔

ترجمہ دو سمندروں کو اس نے چھوڑ دیا کہ باہم مل جائیں پھر بھی ان کے درمیان ایک پردہ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے پس اے جن وانس تم اپنے رب کی قدرت کے کن کن کرشموں کو جھٹلاؤ گے۔ ان سمندروں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

اس کے بعد پھر حدیث لکھی جارہی ہے۔

صحیح بخاری اردو جلد سوم پارہ ۲۲ کتاب الطلاق صفحہ ۱۱۵، حدیث نمبر ۲۳۷، پارہ ۱۵۸

باب جو شخص (کسی سبب سے طلاق دے تو جائز ہے) اور کیا مرد کو طلاق دیتے وقت عورت کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔

۲۳۷، اوزاعیؒ فرماتے ہیں میں نے زہری سے پوچھا کہ نبیؐ کی کونسی بیوی نے آپ سے پناہ مانگی تھی۔ زہری نے کہا مجھے مروا نے خبر دی کہ حضرت عائشہؓ نقل کرتی ہیں کہ دختر جون جب رسولؐ کے یہاں آئی اور آپ اس کے قریب گئے تو وہ کہنے لگی میں تجھ سے اللہ کی امان چاہتی ہوں آپ نے اس سے فرمایا کہ تو نے بہت بڑے کی امان مانگی (جا) اپنے رشتہ داروں میں مل جا۔ اس حدیث کو بخاری نے دوسری سند سے متصل روایت کیا ہے۔

۲۳۸، ابوسعیدؓ فرماتے ہیں ہم نبیؐ کے ہمراہ نکل کر ایک باغ کے قریب پہنچے جسے شوط کہتے تھے جب ہم اس کی دیواروں کے درمیان پہنچے اور وہاں بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا تم یہیں بیٹھے رہو۔ پھر آپ اندر تشریف لے گئے وہاں جونیہ ایک بستان سرائے میں لائی گئی جس کا امیمہ دختر نعمان بن شراحیل نام تھا اور اس کے ہمراہ اس کی دایہ اس کی دودھ پلانے والی تھی جب کہ رسولؐ اس کے پاس گئے اس سے کہا اپنا نفس تو مجھے دیدے اس نے جواب دیا کہ کہیں ملکہ بھی بازاری لوگوں کو اپنا نفس ہبہ کرسکتی ہے۔ ابواسید کہتے ہیں آنحضرتؐ نے سوچا کہ اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر اسے تسکین دیں۔ وہ بولی میں تجھ سے خدا کی امان مانگتی ہوں۔ آپ نے جواب دیا تو نے بڑے پناہ دینے والے سے امان مانگی پھر ہمارے پاس چلے آئے اور فرمایا اے ابواسید اسے دو کپڑے رازقی پہنا کر اس کے کنبہ والوں کے پاس پہنچا دے سہیل بن سعد ابواسید کہتے ہیں نبیؐ نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا جبکہ آنحضرت کے پاس لائی گئی آپ نے اس کی طرف ہاتھ دراز کیا اس نے مکروہ جانا آپ نے اسید کو ارشاد فرمایا کہ اس کا سامان واپس کردے اور دو سفید کپڑے پہنا دے۔

ع یہ لفظ بالکنایہ طلاق ہے اگر کوئی کہے ابھی نکاح تو ہوا نہ تھا آپ نے طلاق کیسے دی اس کا جواب یہ

ہے آنحضرتؐ مختار تھے کہ کسی عورت سے نکاح کرلیں کیونکہ آپ امت کے ولی ہیں یا اس کے ولی کی اجازت سے نکاح کرلیا اور یہ جو آپ نے عورت سے کہا کہ تو مجھے اپنا نفس دیدے تو اس کی خاطر داری کے طور پر تھا۔ جب اس نے آپ سے نکاح مکروہ جانا آپ نے اسے چھوڑ دیا یہی باب کا ترجمہ ہے۔

ان حدیثوں کے بارے میں جب میں نے ایک عالم سے دریافت کیا تو انھوں نے بتلایا کہ یہ بات ہوئی ایک لڑکی سے حضورؐ کا نکاح ہوا جب وہ آپ کے گھر آئی تو حضورؐ کی دوسری بیویوں نے جلن کی وجہ سے اس عورت کو یہ سکھلایا کہ جب حضورؐ آپ کے پاس آئیں تو اس طرح پناہ مانگ لینا یہ لفظ حضورؐ کو بہت پسند ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس عورت کو حضورؐ کے مرتبہ کا پتہ نہیں تھا کہ آپ نبی ہیں یہ سن کر میں نے سوال کیا کہ جب حضورؐ نے نکاح کیا ہوگا تو اس لڑکی سے ضرور اجازت مانگی ہوگی اور مہر بھی مقرر کیئے ہوں گے دوسرے یہ کہ وہ لڑکی مسلمان ہوگی اور عربی زبان کو جانتی ہوگی جو لفظ اس عورت کو سوتنوں نے سکھلائے تھے ان کا وہ مطلب بھی جانتی ہوگی اس لئے وہ ان لفظوں کو ادا نہیں کرسکتی تھی۔

دوسرے یہ کہ حضورؐ کو دشمن بھی جانتے تھے کہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر ایک مسلمان لڑکی کے لئے یہ کیسے مان لیا جائے کہ وہ حضورؐ کو نہیں جانتی تھی۔ تیسرے حدیث کے لفظ ایسے ہیں کہ ان کو کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا انسان صحیح تسلیم نہیں کرسکتا اور ایمان کا یہ تقاضہ ہے کہ ان کو ایک دم مسترد کردینا چاہیے کیونکہ یہ حضورؐ پر بہتان عظیم ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی ان حدیثوں کو ایک دم غلط بتلا دیں گے ایمان کا یہی تقاضہ ہے کیونکہ حضورؐ نے جتنے نکاح کیے وہ سب مجبوری یا مصلحتاً کیے آپ نے کل پانچ نکاح کیے اور کسی کو طلاق نہیں دی اور حضرت عائشہ کو چھوڑ کر سب بیوہ یا مطلقہ تھیں اور اگر آپ چاہتے تو عرب کے بڑے سے بڑے آدمی کے یہاں اپنا شادی کا پیغام دیتے اور ہر آدمی اپنے لئے عزت سمجھ کر آپ کا پیغام قبول کرتا خوشی کے ساتھ اور ہر عورت بھی اپنے لئے یہ ایک فخر تسلیم کرتی کہ میرا نکاح اللہ کے آخری نبی سے ہو رہا ہے اور نکاح ہونے کے بعد بھی اگر حضورؐ کسی وجہ سے طلاق دینا چاہتے تو وہ عورت ہر قیمت پر آپ کے نکاح میں رہنا پسند کرتی جیسے آپ کی ایک بیوی نے کیا تھا مگر یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ہم ان غلط حدیثوں کو صحیح تسلیم کئے جاتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے بات صرف یہ ہے کہ ہم کو صحیح تعلیم سے ہٹا کر غلط تعلیم پر لگا دیا اس حدیث کے بنانے کا صرف ایک مقصد ہے وہ یہ کہ مطلقہ کے نان نفقہ میں صرف دو جوڑے کپڑے دینا پڑے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر بادشاہ اپنی عوام کا ولی ہوتا ہے اس لئے وہ جس عورت سے چاہے نکاح کرے اور جب چاہے طلاق

دیدے اور سب پریشانیوں سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم کرے اور ہم کو عقل سلیم عطا کرے ہم صحیح اسلام کی تعلیم پر عمل کریں۔

اب تک جو قرآنی آیات تفسیر شان نزول اور حدیث لکھی گئی ہیں ان کے لکھنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم یہ بات جان لیں کہ قرآنی آیات کیا کہتی ہیں اور ہمارے سامنے ان کا ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ کیسے ہوا ترجمہ کرنے والے کون تھے۔ ترجمہ کرنے والے عالم تھے اور ان کا علم بہت اونچا تھا اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور نیک بھی تھے مگر آیات کا ترجمہ غلط کیوں ہوا۔ طرائق کا ترجمہ آسمان کیا جبکہ آسمان کو عربی میں سماءفلک کہتے ہیں ضمیر غائب (ہ) کا ترجمہ ضمیر حاضر یعنی (ک) میں کیا جبکہ (ہ) کا مطلب وہ ہے اور ک کا مطلب تو ،تم ،آپ ہے ان سب باتوں کو عالم حضرات جانتے ہیں اور ہر زبان کی گرامر زبان کی جان ہوتی ہے بغیر گرامر کے کوئی بھی زبان نہیں سمجھی جاسکتی اور ہر زبان کا ترجمہ گرامر سے ہی کیا جاتا ہے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ (He) کا مطلب تم ہے یا (You) کا مطلب وہ ہے۔ بلکہ ہر آدمی یہ ہی کہے گا کہ (He) کا مطلب وہ ہے اور (You) کا مطلب آپ ہے۔ مگر ہمارے یہاں یہ کچھ نہیں جو پہلے عالم لکھ گئے بس وہی درست مانا جاتا ہے اور اگر کوئی اس پر اعتراض کرتا ہے تو اس پر یہ الزام آتا ہے کہ یہ حضورؐ کو نہیں مانتا۔ حدیث کا منکر ہے۔ ان عالموں کے ساتھ ہم جیسے بھی لگ جاتے ہیں اور اس کا جینا حرام کر دیتے ہیں۔ اس پریشانی کو دیکھ کر وہ بھی خاموش ہو جاتا ہے۔ اور گاڑی جس راستے پر چل رہی ہے بڑی تیزی کے ساتھ چلتی رہتی ہے اور مسلمانوں کی حالت دن بدن خراب ہوتی جارہی ہے۔

یہ ترجمہ اس طرح کیوں ہوئے اس کی وجہ صرف ایک ہے وہ یہ کہ کچھ عالموں نے سازش کے تحت قرآن کا ترجمہ اور تفسیر فارسی میں کیا اور غلط کیا مگر وہ عالم بظاہر بڑے متقی مسلمان بنے ہوئے تھے اور ان کے شاگرد بھی بہت تھے جن کو عرف عام میں مرید کہتے ہیں۔ ہر بزرگ نے یہ سلسلہ چلا دیا۔ اس طرح ہر بزرگ نے اپنے پاس مریدوں اور شاگردوں کی بھیڑ اکٹھی کر لی الگ الگ دوکانیں ہو گئیں اور الگ الگ کارخانوں میں سامان بنا اور الگ ہی فروخت ہونے لگا جو جس کارخانہ سے تعلق رکھتا تھا اس کا مال ہی خریدنے لگا اس طرح ان میں جھگڑا ہوسکتا تھا مگر اس کا علاج یہ کیا کہ سب نے فیصلہ کر لیا کہ ایک دوسرے کو برحق بتلاؤ نہ تو مجھے اندھا کہہ نہ میں تجھے کانا کہوں ویسے جھگڑے ہوئے بھی مگر وہ اس وقت جب سب اپنے عقیدے پر پختہ ہو گئے اس سے کوئی فرق نہ پڑا سب چور چور موسیرے بھائی ہیں مگر اس طرح پیری مریدی کا کام اسلام میں ایک رستا ہوا لاعلاج

ناسور ثابت ہوا جس کو کینسر کہتے ہیں آپ یہاں اعتراض کر سکتے ہیں کہ بیعت تو حضورؐ اور خلفاء راشدین نے بھی لی۔ بات آپ کی درست ہے مگر مجھے یہ بتلادو کہ حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کس شرط پر تھی اور خلفاء راشدین کے ہاتھ پر کس شرط پر اور کیا ایک وقت میں خلیفہ کے علاوہ اور کوئی پیر بھی تھا جس کے ہاتھ پر مسلمانوں نے الگ الگ بیعت کی اور الگ الگ عقیدوں پر، نہ ہی الگ بیعت کرنے کی اجازت اسلام نے دی الگ الگ بیعت سے قوم کا شیرازہ بکھر جاتا ہے جیسا کہ آج ہورہا ہے۔ ہر پیر نے اپنی الگ شریعت بنا رکھی ہے اور ان پیروں کو بغیر کمائے آمدنی خوب ہورہی ہے جس آمدنی کو اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے۔

سورہ التوبہ ۳۴، اے لوگو جو ایمان لائے ہو ان اہل کتاب کے اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کا مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

سورہ آل عمران ۳ آیت ۷۹ کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ وہ تو یہ ہی کہے گا کہ تم سچے ربانی بنو جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے پڑھاتے ہو۔

اس طرح اس بزرگی میں یہ کام ہوا جب شاگرد یعنی مرید زیادہ ہوگئے اور جو بھی ترجمہ اور تفسیر ان بزرگوں نے کیا وہ صحیح تسلیم کیا گیا اور اگر کسی نے صحیح ترجمہ و تفسیر کیا بھی تو اس کو ختم کردیا گیا اور اس بات پر زور دیا گیا کہ قرآن کو بغیر حدیث اور بغیر ہماری معرفت کے تم نہیں سمجھ سکتے۔ ایک عام آدمی بھلا کہاں قرآن سے براہِ راست روشنی حاصل کرسکتا ہے ان علماء نے ان کو جیسے بتلادیا وہ بیچارہ اس پر عمل کرنے لگا اور ان عالموں نے جن کی پہنچ حاکم وقت تک تھی۔ اپنے بنائے قانون کو اصل بتلا کر حاکم سے کہا کہ یہ قانون ہی چلیں گے آپ اعلان کرادو اللہ آپ سے خوش ہوگا۔ بس پھر کیا تھا حاکم نے ڈنڈا دکھا دیا اور ایک دم وہ غلط قانون نافذ ہوگیا اور اب زمانہ دراز گزرنے کے بعد بس وہی اصل ہوگئے۔ زبردستی کی مثال میں باب اجتہاد میں لکھ آیا ہوں۔ یہاں پر بات قرآن کے ترجمے کی ہے ترجمہ اور تفسیر غلط فارسی میں ہوا بعد کو ہمارے مخیرؒ حضرت نے اس کو ہر زبان حتیٰ کہ عربی میں بھی فارسی سے کیا براہِ راست عربی سے نہ کیا اور فارسی کا ترجمہ اور تفسیر ہر زبان میں کر کے رائج کیا جو آج بھی ہمارے سامنے ہے کچھ میں نے بھی لکھ دیا ہے آپ خود ہی غور کریں۔ یہاں پر ایک سوال ہوسکتا ہے کہ اور زبانوں کی بات تو مان لی جاسکتی ہے کہ عجمیوں میں تو اس طرح ہوا عربی میں تفسیر ایسی کیوں ہوئی تو جواب اس کا یہ ہے کہ بعد کو ہمارے علماء نے ایک سازش کے تحت دین اسلام کو ایک دوسرے

راستے پر ہی چلا دیا اور اس کو حاکم وقت کے ڈنڈے سے عوام سے منوا دیا وہ کیسے وہ ایسے کہ تاریخ اٹھا کر دیکھیے جو بھی خاندان خلفاء راشدین کے بعد برسر اقتدار آیا ان کے چاروں طرف عجمی آدمی ہی دکھلائی دیتے ہیں۔ عربی بیچارے تو الگ ہو کر رہ گئے تھے اور ہر خلیفہ ان سے خطرہ محسوس کرتا تھا اور جو کچھ عربی تھے وہ لڑائی میں کام آتے تھے۔ علم کے میدان میں زیادہ تر عجمی آئے اور انہوں نے ان بادشاہوں سے جو ان کے مرہون منت تھے اپنا قانون نافذ کرا دیا اصل بتلا کر ان بادشاہوں کو ڈر تھا کہ اگر ان کی بات نا مانی تو یہ سازش کر کے دوسرے کو بادشاہ بنا دیں گے اور ہمارے خاندان کو قتل کر دیں گے یہ ہی ہوتا رہا اور جب ہم غلط مذہب کے عادی ہو گئے اصل چیز کو ماننے کو تیار نہیں۔

رہا سوال میرا تو میں کسی سے زبردستی نہیں منوا سکتا اور نہ میرے پاس طاقت ہے صرف ایک جذبہ ہے اس سے یہ لکھ رہا ہوں آگے اللہ مالک ہے وہ جو چاہے کرے وہ کسی طاقت کا محتاج نہیں ہے جس سے چاہے کام لے جس کو چاہے کامیاب کرے جس کو چاہے نا کام کرے۔

ان سب باتوں کو پڑھ کر اور دیکھ کر ہر عقلمند انسان کو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ ہمارے قانون ضرور قرآن کے خلاف ہو سکتے ہیں۔ جو آدمی قرآن کے مطلب اتنے غلط کر سکتا ہے اتنی غلط حدیث بنا کر لکھ سکتا ہے تو ضرور وہ شراتی ہے میں ایک دم کسی پر الزام نہیں لگا رہا کہ ایسا ہے بلکہ دلیل سے ثابت کر رہا ہوں اور آپ حضرات کو بھی غور کی دعوت دے رہا ہوں۔ آپ ان سب حالات پر غور کر کے فیصلہ کرو ہو سکتا ہے کہ میں ہی غلطی پر ہوں اور میری عقل میں وہ بات نہ آئی ہو جو صحیح ہو تو مجھے بھی راہ راست پر لانے کی کوشش کرو اللہ آپ کو اجر دے گا۔

قانونِ الٰہی یا انسانی

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ تصنیف کا کام بڑے علم والے انسان کا ہے وہ بھی اس کا جو ہر نشیب و فراز قرآن و سنت رسول پر گہری نظر رکھنے والا ہو ہر کسی کا کام نہیں جو کم علمی میں اس کو کرے گا وہ ٹھیک راستہ پر بھی رہ سکتا ہے اور راستہ بھول بھی سکتا ہے اللہ غلطی سے محفوظ رکھے اور ہر شر سے بچاتا ہوا منزل مقصود تک پہنچا دے۔ تقبل۔

میں نے اپنی کم مائیگی کے باوجود کچھ وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے قلم اٹھانے کی جسارت کی دینی کتابوں کے مطالعہ سے یہ شوق پیدا ہوا کہ قرآن مجید کو ترجمہ کے ساتھ پڑھو۔ پڑھا اس کے بعد عربی زبان پڑھنے کی کوشش کی اور پڑھی لیکن پورا عبور حاصل نہ ہوا ہاں اتنا ضرور ہو گیا کہ قرآن

میں کچھ غور کرنے کی اللہ نے سوجھ بوجھ دیدی اس کے بعد آگے چلا تو حدیث کا نمبر آیا اور حدیث کا مطالعہ کیا۔ حدیث کا مطالعہ کرنے کے بعد دماغ چکرانے لگا اور پریشانی زیادہ بڑھی۔ اس پریشانی کو لے کر علماء حضرات کی طرف رُخ کیا وہاں جب معلومات کرنی شروع کی تو انھوں نے مجھے مطمئن نہیں کیا اور یہی مشورہ دیا کہ جو کچھ لکھا ہے اس پر عمل کرو زیادہ چھان بین میں نہ پڑو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور یہ بھی کہا کہ قرآن کو ترجمہ سے نہ پڑھو بلکہ تفسیر اور فقہ پڑھو۔ یہ سن کر واپس آنا اور غور کرنا میرا کام ہو گیا مگر پریشانی دور نہ ہوئی اور زیادہ تحقیق میں لگا جتنا تحقیق میں لگا پریشانی بڑھتی گئی اور اللہ سے دعا کی اے اللہ مجھے اطمینان دے پریشانی کیوں بڑھی وجہ؟ ہمارا عمل کچھ ہے اور قرآن کچھ کہتا ہے جب اس بات کو کہا کہ مولانا صاحب اس مسئلہ میں قرآن میں تو یہ لکھا ہے اور قانون یہ ہے تو جواب ملا کہ تم اس مسئلہ کو قرآن پڑھ کر نہیں سمجھ سکتے بلکہ ہماری معرفت سے سمجھو اور ہم تم کو وہی جواب دیں گے جو حضورؐ نے بیان کیا ہے اور جس کو فقیہہ حضرات بنا گئے ہیں۔ میں نے پھر کہا کہ حضورؐ کا عمل سارا قرآن پر تھا اور جو فرمایا وہ قرآن کی روشنی میں فرمایا پھر اتنا فرق کیوں؟ جواب صرف وہی کہ ہمارا کام تحقیق کرنا نہیں ہے عمل کرنا ہے۔ سب سے آخر میں سوال کیا کہ نماز ایک اہم فریضہ ہے اور قرآن یہ کہتا ہے کہ قرآن میں ہر ضروری بات کی تفصیل ہے کیا نماز کی تفصیل قرآن میں ہے یا نہیں تو بتلایا کہ نماز کا ذکر قرآن میں اجمالاً (اشارۃً) ہے تفصیل حدیث میں ہے۔ صرف اس مسئلہ نے مجھے زیادہ پریشان کیا، سوال پیدا ہوا کیا نماز ضروری عبادت نہیں ہے جس کی تفصیل قرآن میں نہ ہو۔ اگر ضروری نہیں ہے تو کوئی پریشانی نہیں اور اگر ضروری ہے تو قرآن میں ضرور ہونا چاہئے اور حقیقت میں نماز ایک ضروری عبادت ہے حضورؐ نے نماز اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بتلائی ہے۔ اس دماغی پریشانی کو دور کرنے کے لئے قرآن کا مطالعہ پھر کیا اور مجھے نماز کی قریب قریب ساری تفصیل قرآن میں مل گئی۔ گو ایک جگہ نہیں مختلف جگہ۔ دل کو بڑا سکون ہوا اور بڑا اطمینان ہوا۔ نماز کے ساتھ ایک بات اور ملی جس نے بالکل ہی سکون دیا۔ وہ بھی لکھوں گا اس سکون کو لے کر پھر علماء حضرات کے پاس گیا اور بتلایا کہ قرآن میں نماز کا ذکر یہاں تک ملتا ہے مگر ہم عمل اس کے خلاف کرتے ہیں۔ پھر وہی جواب کہ تم غلط کہتے ہو اس جواب سے مجھے اپنے لئے کوئی افسوس نہ ہوا۔ افسوس یہ ہوا کہ قرآن کی ان صاف آیتوں کو بھی ہم اپنی اندھی تقلید میں جھٹلا رہے ہیں اس پر کوئی غور نہیں کرتا تا ہم ہر عالم یہ کہتا ہے کہ پہلے ہر بات قرآن سے لی جائے گی اگر اشارۃً بھی ملتی ہے اس کے بعد حدیث مگر نماز والے مسئلہ میں تو ہدایت صاف

ہیں پھر بھی ہم ان پر عمل نہیں کرتے خدا جانے کیوں۔ اس کے بعد میں نے زبانی بات کرنی بند کر دی

اب تحریری کام شروع ہو گیا جو تحریریں میں نے بھیجی ہیں وہ لکھ رہا ہوں ان کے جوابات بھی جو آئے ہیں آپ غور سے پڑھ کر فیصلہ کریں اگر میری پریشانی غلط ہو تو براہِ کرم مطمئن کریں۔

پہلی تحریر میں نے مولانا وحیدالدین خاں ''الرسالہ'' ماہنامہ دہلی کے پاس روانہ کی اس امید پر کہ آپ مفکر قرآن ہیں کچھ جواب اچھا آئے گا جو ذیل میں درج ہے۔ مگر تحریر لکھنے سے پہلے وہ آیتیں ضرور لکھ دوں جس نے مجھے سکون دیا۔

ل جبکہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ مسلمان کا کام تبلیغ کے ساتھ ساتھ تحقیق بھی ہے۔

سورہ انعام ۶ آیت ۷۱ تا ۸۲

اے نبی ان سے پوچھو کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان اور جبکہ اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا چکا ہے تو کیا اب ہم الٹے پاؤں پھر جائیں کیا ہم اپنا حال اس شخص کا سا کر لیں جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہوا اور وہ حیران و سرگرداں پھر رہا ہو دراں حالیکہ اس کے ساتھی اس کو پکار رہے ہوں کہ ادھر آ یہ سیدھی راہ موجود ہے کہو حقیقت میں صحیح رہنمائی تو صرف اللہ کی رہنمائی ہے اور اس کی طرف سے ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ مالک کائنات کے آگے سر اطاعت خم کر دو نماز قائم کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو اسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور جس دن وہ کہے گا کہ حشر ہو جا اسی دن ہو جائے گا اس کا ارشاد عین حق ہے اور جس روز صور پھونکا جائے گا اس روز بادشاہی اسی کی ہوگی وہ غیب اور شہادت ہر چیز کا عالم ہے اور دانا اور باخبر ہے۔ ابراہیمؑ کا واقعہ یاد کرو جب کہ اس نے اپنے باپ آذر سے کہا تھا کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے میں تو تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔ ابراہیمؑ کو ہم اسی طرح زمین و آسمان کا نظام سلطنت دکھاتے تھے اور اس لئے دکھاتے تھے کہ وہ یقین کرنے والوں سے ہو جائے۔ چنانچہ جب رات اس پر طاری ہوئی تو اس آذر نے ایک تارا دیکھا کہا یہ میرا رب ہے مگر جب وہ ڈوب گیا تو ابراہیمؑ بولا ڈوب جانے والوں کا میں گرویدہ نہیں ہوں۔ پھر جب چاند چمکتا ہوا نظر آیا تو آذر نے کہا یہ ہے میرا رب مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو ابراہیمؑ نے کہا میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی ہوتی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا ہوتا۔ پھر جب سورج کو روشن ہوتے دیکھا تو آذر نے کہا یہ ہے میرا رب یہ سب سے بڑا ہے مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو ابراہیمؑ پکار اٹھا اے برادرانِ قوم میں ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں

اس کی قوم اس سے جھگڑ نے لگی تو اس نے قوم سے کہا کیا تم لوگ ان کے معاملہ میں مجھ سے جھگڑ تے ہو حالانکہ مجھے اس نے راہِ راست دکھادی اور میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے نہیں ڈرتا ہاں اگر میرا رب کچھ چاہے تو وہ ضرور ہوسکتا ہے میرے رب کا علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے پھر کیا تم ہوش میں نہ آوٴگے اور آخر میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں جبکہ تم اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو خدائی میں شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے جن کے لئے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی ہے ہم دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ بے خوفی واطمینان کا مستحق ہے؟ بتاوٴ اگر تم کچھ علم رکھتے ہو۔ حقیقت میں تو امن انہی کے لئے ہے اور راہِ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

میں حنفی مسلک کو ماننے والا تھا جب قانون مختلف دیکھے یعنی قرآن کے خلاف تو سوچا کسی دوسرے مسلک کو دیکھا جائے جو قرآن کے مطابق ہو مگر وہاں بھی ایسا ہی ملا ہر ایک اپنی دلیل میں حدیث کو پیش کرتا ہے دماغ میں آیا کہ حدیث اتنی مختلف کیوں ہیں کیا حضورؐ نے ایسا ہی فرمایا ہے جس میں شک پیدا ہوتا ہے۔ دماغ اس بات میں الجھا ہوا تھا کہ میں ان آیتوں پر پہنچا اور بار بار پڑھا غور کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں ہر مسلک سے کٹ گیا اور ایک قرآن اور رسولؐ کا ہو گیا جیسے حضرت ابراہیمؑ نے سب کو دیکھا اور سب سے بیزار ہو کر ایک اللہ کے ہو گئے اسی طرح میں بھی ہر مسلک سے کٹ کر ایک اللہ ایک قرآن ایک اسلام ایک رسول کا ماننے والا ہو گیا اور اب مجھے بڑا سکون ہے اور دماغ میں یہ بات آ گئی کہ ہر مسلک ایک دوسرے سے مختلف ہے اختلاف جب ہوتا ہے جب شک ہو اور شک والی چیز کبھی حق تک نہیں پہنچاتی صرف ایک قرآن ہی لَا رَیْبَ کتاب ہے اور سنت رسول اللہ نے اس کے لئے ہی سند دی ہے اس لئے اس پر ہی عمل کیا جائے حضورؐ نے بھی اس کا ہی حکم دیا ہے ادھر وہ شعر علامہ اقبال کا کہ ایک خدا کے ماننے سے ہزار خداوٴں کی اطاعت سے انسان بچ جاتا ہے اور شرک سے پاک ہو جاتا ہے یہ ارادہ مضبوط کر کے میں نے اپنا طریقہ چنا ہے اور اطمینان ہے اور ہر آدمی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ غور کرے کیا اتنے مختلف راستے ٹھیک ہو سکتے ہیں؟ کیا اللہ اور رسولؐ خوش ہو سکتے ہیں؟ اللہ اختلاف کو منع کرتا ہے حضورؐ نے بھی اختلاف کو منع کیا ہے اور ہمارے ہر مسلک میں اختلاف ہے ایک غور کا مقام ہے اس بات کے ساتھ ساتھ عالمِ اسلام پر بھی ایک نظر ڈالی جائے کہ اس اختلاف

نے اس وقت عالم اسلام کی حالت کیا بنا رکھی ہے ایک دوسرے کا قتل کر رہا ہے یہ غور کرنا آپ کے لئے چھوڑ دیا کیا آپ کو یہ بات خطرناک لگتی ہے یا نہیں۔شیعہ سنّی کا دشمن ہے پٹھان مہاجر کا دشمن بہر حال چاروں طرف یہی ہے۔بریلوی دیوبندی کا حنفی شافعی کا دشمن وغیرہ وغیرہ۔

اس اطمینان والی بات لکھنے کے بعد اب میں اپنی اصل بات پر آتا ہوں یعنی وہ تحریر جو لکھی گئیں اور ان کے جوابات آئے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ط

ستارے ڈوبتے جاتے ہیں یوں تقدیر مسلم کے ☆ کہ تہہ کر کے انھوں نے بھی کتاب آسماں رکھ دی

جناب مولانا صاحب السلام علیکم

حمد و ثنا رب العزت درود و سلام حضرت شاہ زمنؐ کے عرض خدمت ہے کہ خادم کو کچھ اشکال ہیں جن کا جواب نہیں مل رہا کیونکہ آج کل علماء حضرات نے عام آدمی کو کیوں کا حق نہیں دیا بس جو عالم فرمادے وہی اللہ کا حکم مانا جاتا ہے میں اپنے حق کیوں کو غصب نہیں کرنے دوں گا۔علماء کے ایسے رویہ کو دیکھ کر علماء حضرات کی طرف جانے کی ہمت نہیں ہوتی مگر کافی جان کاری کے بعد کچھ حضرات نے آپ کا پتہ دیا کہ آپ مفکر قرآن ہیں اور خود مختار بادشاہوں جیسا بھی مزاج نہیں یہ سن کر ہمت ہوئی کہ آپ سے ہی اپنی پریشانی کا علاج مانگوں میں اپنی بات بخاری شریف کے باب تدوین حدیث سے شروع کر رہا ہوں جس میں لکھا ہے حضورؐ کے اقوال حدیث ہیں اور جو اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی وہ قرآن ہے۔حضورؐ نے اپنے اقوال کو لکھنے کے لئے منع فرمایا تھا کہ میرے کسی قول کو نہ لکھا جائے اور جو وحی نازل ہوتی تھی حضورؐ خود کاتب کو بلوا کر اپنے سامنے لکھوا دیتے تھے بڑے اہتمام کے ساتھ۔اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ نے حدیث کی کتابت کا خیال کیا بعد کو انہوں نے اس خیال کو ترک کر دیا اور فرمایا کہ پہلی امتوں نے بھی کتاب اللہ کے علاوہ کچھ قول لکھ لیے تھے اور بعد کو انھوں نے کتاب کو چھوڑ دیا اور ان اقوال پر ٹوٹ پڑے اس لئے خدا کی قسم میں کتاب اللہ کے ساتھ کسی چیز کو مخلط نہ کروں گا پس لوگوں نے کتابت حدیث کو چھوڑ دیا حضورؐ کے منع کرنے اور حضرت عمرؓ کے منع کرنے پر۔پھر کیوں حدیث لکھی گئیں جن حدیثوں نے قرآن شریف کو ہی منسوخ کر دیا ہاں اگر صحیح قول رسولؐ ہی لکھے جاتے تو کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ حضورؐ نے جو کیا یا فرمایا وہ قرآن کے مطابق ہی تھا مگر آج حدیث مختلف ملتی ہیں۔جیسے اللہ تو حضورؐ کی معراج کے بارے میں کہتا ہے کہ میں اپنے

بندے کو کعبہ سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا اور وہاں اپنی نشانیاں دکھلائیں۔ جو سورۃ نجم میں ذکر کیا ہے جو ٹھیک ہے مگر حدیث کی روشنی میں اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ حضورؐ کعبہ سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس جو ملک شام میں ہے) لے جایا گیا تو کیا یہ غلط نہیں ہے۔ مگر آسمان پر لے جانا بھی لکھتے ہیں مگر ترجمہ تو بیت المقدس کر دیا جو حدیث سے کیا ہے۔ آگے سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰ میں ہے کہ آپ اپنی نماز نہ تو زیادہ آواز سے پڑھو اور نہ چپکے چپکے بلکہ درمیان کا راستہ اختیار کرو مگر آج ہم حدیث کی روشنی میں نماز چپکے چپکے پڑھتے ہیں اور جن نمازوں میں آواز سے پڑھتے ہیں ان میں بھی بعد کو چپکے چپکے ہی پڑھتے ہیں ایسا کیوں۔ اسی طرح سورہ بقرہ ۳ **و لمطلقٰت متاعٌ بالمعروف حقًا علی المتقین** کو دلیل بنا کر امام شافعیؒ نے نان نفقہ کو واجب قرار دیا ہے اور احناف نے اس آیت کا مطلب ہی بدل دیا اور نان نفقہ کو منع کر دیا کیا یہ ٹھیک ہے۔ اسی طرح سے حضرت فاروقؓ والا قول صحیح ہو رہا ہے اگر قرآن کے ساتھ کچھ قول لکھے گئے تو پہلی امتوں کی طرح کتاب کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اگر کوئی سوال کرتا ہے کہ بھائی قرآن تو یوں کہتا ہے تو جواب ملتا ہے کہ قرآن بہت مشکل مضمون ہے اس کو سمجھنا بڑا مشکل کام ہے اس کو حدیث اور اماموں کے قول سے ہی سمجھا جاسکتا ہے تو گویا اللہ نے یہ قرآن آسان نازل نہیں کیا بڑا مشکل اور الجھن والا نازل کیا ہے۔ جس عالم کا جو دل چاہے مطلب لے مگر اللہ تو قرآن کو بہت آسان بتلاتا ہے اور ہر ضروری بات کی تفصیل کرنے والا ہے کیا اللہ کا قول غلط ہے (نعوذ) کیا قرآن آسان اور تفصیل والا نہیں ہے یقیناً آسان ہے مگر آج ہماری حالت یہ ہے کہ قرآن پر ہمارا کوئی بھی عمل نہیں۔ نماز بھی قرآن کے خلاف ہر چیز قرآن کے خلاف جس کے نتیجے ہمارے سامنے ہیں آج ہم ذلیل و خوار ہیں۔ کیا حضورؐ نے اسلام دین پر پورا عمل کر کے نہ دکھلایا ضرور دکھلایا پھر ۱۲۵ سال یا ۲۰۰ سال بعد فقہ حنفی مالکی شافعی حنبلی جعفری وغیرہ کیوں وجود میں آگئے۔ حضورؐ کیا تھے وہ شیعہ تھے سنی تھے حنفی تھے مالکی تھے شافعی تھے یا بریلوی دیوبندی تھے۔ نہیں وہ تو مسلمان مومن اور اللہ کے آخری نبی تھے۔ پھر یہ فرقے وجود میں کیوں آگئے کیا دین ادھورا تھا جس کو یہ بعد کے امام اور علماء پورا کر رہے ہیں اور قیامت تک پورا کرتے رہیں گے جو ہمارے اختلاف سے ظاہر ہے کیا قرآن میں کہیں اختلاف کی گنجائش ہے یا حضورؐ کے عمل میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ مجھے ایسا نہیں ملا کہ کوئی اختلاف نہ ہو اور اختلاف کو اللہ اور اللہ کا رسول منع کرتے ہیں۔

سورہ انعام ۱۵۹، میں اللہ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف کر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے آپ کا ان سے کوئی مطلب نہیں میں ان کو خود دیکھ لوں گا تو کیا اس اختلاف کی

سزا ہم کونہیں مل رہی ہے ہم نے اختلاف کیوں کیا جب کہ اللہ منع کرتا ہے ایسی گستاخی کی معافی چاہتے ہوئے خط اس بات پر ختم کرتا ہوں کہ مجھے قرآن کی روشنی میں اور حضورؐ کے طریقہ سے جواب دیں اور اگر جواب نہ دیا تو میں یہ سمجھوں گا کہ میں نے جو راستہ قرآن اور حضورؐ کے طریقے کی روشنی میں اختیار کیا ہے وہ صحیح ہے اور اس پر عمل کرتے ہوئے اپنے مالک حقیقی کے حضور میں چلا جاؤں گا جواب آپ بیرنگ خط کے ذریعہ دیں کیونکہ ویسے خط میں خرچہ ہوگا اگر خط سے میں نے یہ جانا کہ آپ نے میری بکواس کا برا نہ مانا تو شاید کبھی آپ کی خدمت میں حاضری دوں اور اپنا دل کھول کر رکھ دوں۔ خدا حافظ والسلام! احقر سکندر احمد

اس کے بعد ایک لمبا مضمون لکھا گیا اور مظاہر العلوم سہارنپور جلال آباد میرٹھ بجنور مرادآباد ندوہ دہلی جامعہ ملیہ مولانا وحیدالدین اور نیا گاؤں رام نگر ضلع نینی تال کو روانہ کیا وہاں سے صرف چار جگہ سے جواب آیا باقی جگہ سے کوئی جواب نہیں بلکہ میرا پچاس پیسے کا لفافہ بھی غائب ہو گیا مضمون درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مہربانی کر کے پورا مضمون پڑھ کر ہی فیصلہ دیں دیکھ کر ہی ناراض نہ ہوں۔

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں۔

سورہ انعام ۹ آیت ۷۸، ۷۹۔ بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

سورہ بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۴۱، ۴۲۔ اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے تا کہ اچھی طرح سمجھ لیں۔

سورہ الفرقان ۲۵، آیت ۲۷ تا ۳۰۔ ظالم انسان اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا کاش میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا ہائے میری کم بختی۔ کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا اس کے بہکانے میں آ کر میں نے وہ نصیحت نہ مانی جو میرے پاس آئی تھی۔ شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی بے وفا نکلا۔ اور رسول کہیں گے کہ اے میرے رب میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو نشانہ تضحیک بنا لیا تھا یعنی چھوڑ دیا تھا۔

سورہ الزخرف ۴۳ آیت ۳۶، ۳۷۔ اور جو شخص اللہ کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ ان کو راہِ حق سے روکتا رہتا ہے اور گمان یہ کرتے ہیں کہ وہ راہ پانے والے ہیں۔

سورہ طٰہٰ ۲۰ آیت ۹۹، ۱۰۰۔ اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا جو لوگ اس سے روگردانی کریں گے وہ قیامت کے روز بڑا بھاری بوجھ لادے ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ان قرآنی آیتوں کی روشنی میں ہم کو یہ غور کرنا چاہیے کیا ہم قرآن پر عمل کر رہے ہیں یا قرآن کے خلاف صرف ایک نماز کے مسئلہ میں دیکھنا ہے کیا ہماری نماز قرآن کے مطابق ہے یا قرآن کے خلاف اور اس مسئلہ میں ہی آپ سے معلومات کرنا چاہتا ہوں۔

سورہ التوبہ ۹ آیت ۳۰۔ انھوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء و مشائخ کو اپنا رب بنا رکھا ہے اور مسیح بن مریم بھی کیا (رب)

سورہ طلاق ۶۵ آیت ۴، تمہاری بیویوں میں جو عورتیں حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تم کو شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور اسی طرح ان کی بھی جن کو ابھی حیض نہ آیا ہو کیا (یعنی عدت تین ماہ)

سورۃ الحجر ۱۵ آیت ۸۷۔ اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم (دیا) والقرآن العظیم کا ترجمہ یہ کیوں نہ کیا کہ یہ بھی پڑھا جاتا ہے جتنی بار سات آیتیں پڑھی جاتی ہیں جیسا اوپر کی آیتوں کا ترجمہ ہے اور حکم ایسا ہی ہے اور یہاں ایسا ہی ہونا چاہیے تھا (دیا) لگا کر مطلب بدل دیا۔

سورہ بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۱۱۰۔ اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے اور نہ بالکل چپکے چپکے بلکہ دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجیے۔

سورہ النمل آیت ۸۹۔ اور ہم نے آپ پر یہ قرآن اتارا ہے کہ تمام باتوں کا بیان کرنے والا اور مسلمانوں کے واسطے رحمت ہدایت اور خوشخبری سنانے والا ہے۔

تو کیا نماز ضروری بات نہیں ہے جس کی تفصیل اللہ نے اپنے کلام پاک میں بیان نہ کی۔ یقیناً نماز ضروری ہے اہم فریضہ ہے بغیر نماز پڑھے آدمی کا اسلام مکمل نہیں۔ حضورؐ نے نماز کے بارے میں بہت تاکید کی ہے اور چھوڑنے پر بہت ناراض ہوئے ہیں۔ اس لئے نماز کی تفصیل بھی ضرور قرآن میں ہے مگر ہم کو دکھلائی نہیں دیتی جو بڑے افسوس کی بات ہے۔ اب ہم کو نماز کے مسئلہ میں یہ دیکھنا ہے کہ ہماری نماز قرآن کے مطابق ہے یا نہیں۔ کیا ہم نماز میں آیت ۱۵/۸۷ کے مطابق چاروں رکعتوں میں قرآن پڑھتے ہیں۔ کیا ہم ۱۷/۱۱۰ کے مطابق نماز آواز سے پڑھتے ہیں؟ اگر پڑھتے بھی

ہیں تو بعد کی دو رکعت یا ایک رکعت چپکے چپکے پڑھتے ہیں ایسا کیوں؟ جبکہ آیت ۹/۳۰،۶۵/۴ کے مطابق ہی آیت ۱۵/۸۷ کا حکم ہونا چاہیے تھا جیسا کہ حیض بند پر عدت تین ماہ اور نہ آنے پر بھی عدت تین ماہ یا ۹/۳۱ جیسے انھوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء و مشائخ کو خدا بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی پہلے جملہ کے ساتھ اللہ نے عمل یا حکم بتلا دیا اور بعد والے جملہ میں صرف (واؤ) لگا کر جملہ مکمل کر دیا اور وہ حکم نہ بیان کیا جو اس جملہ پر لاگو ہوتا ہے کیونکہ وہ حکم جملے کے پہلے حصہ کے ساتھ بیان کیا اور بعد والے جملہ پر بھی وہی حکم لاگو ہوتا ہے تو ایسا ہی ہم نے آیت ۱۵/۸۷ میں کیوں نہ کیا جو سات آیتیں مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن بھی، مطلب صاف ہے کہ الحمد کے ساتھ قرآن بھی پڑھا جاتا ہے جتنا آسانی سے پڑھا جا سکے جیسا اللہ نے سورہ المزمل ۷۳ آیت ۲۰ (۷۳/۲۰) میں فرمایا ہے مگر ہم نے ایسا نہ کیا؟ اور نماز آواز سے آیت ۱۷/۱۱۰ کے مطابق نہ پڑھی۔ کیا ایسا کرنا قرآن چھوڑ دینے کے مترادف نہ ہوا۔ میں نے اپنی نماز ان آیات کے مطابق کر لی ہے۔ اب آپ مجھے مہربانی کر کے ان آیتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے جواب دیں کیا میرا طریقہ ٹھیک ہے یا غلط۔ اور غلط ہے تو کیوں کیا قرآن کی آیتیں صاف نہیں ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ یہ آیتیں منسوخ بھی نہیں ہیں پھر ان کا حکم کیوں منسوخ کر رکھا ہے کیا اس عمل پر ہم سے اللہ ناراض نہیں ہے۔

میں نے کافی عالموں سے معلوم کیا تو جواب ملا کہ پہلے سے ہوتا چلا آ رہا ہے ہم بھی ایسا ہی کر رہے ہیں اور اسلام مذہب عقل کا نہیں ہے نقل کا ہے اور الحمد بھی تو قرآن ہے۔ میں نے کہا جب الحمد قرآن ہے تو پھر ہم پہلی دو رکعتوں میں اس کے ساتھ قرآن کیوں ملاتے ہیں۔ صرف الحمد سے ہی پڑھ لیا کریں چاروں رکعتوں کو، اور سنت اور وتر میں ہم سب میں قرآن پڑھتے ہیں اللہ کا حکم بھی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم قرآن کے مطابق نہ کریں کیوں ہم باپ دادا کے راستے پر چلیں بھلے ہی وہ غلطی پر ہوں جواب میں اسلام کو پھر نقل کا مذہب بتلایا جاتا ہے مگر اللہ کہتا ہے کہ اسلام کو عقل والے قبول کرتے ہیں جاہل نہیں۔ اللہ باپ دادا کی پیروی کرنے والوں کو جاہل کہتا ہے یہ ہے میری پریشانی میں کچھ قانون قرآن کے خلاف دیکھتا ہوں ہاں حدیث کے مطابق ضرور ہیں۔ مگر نماز کے بارے میں تو حدیث بھی کہتی ہے کہ اگر بعد کی دو رکعتوں میں قرآن نہ پڑھے تو نماز ہو جائے گی اور اگر پڑھ لیا جائے تو بہتر ہے۔ تو پھر گورنر کوفہ والی روایت سے بھی چاروں رکعتوں میں قرآن پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے جو حضرت عمرؓ سے شکایت کی تھی تو جواب دیا کہ میں پہلی دو رکعتوں میں طول دیتا ہوں اور بعد کی دو رکعتوں میں اختصار کرتا ہوں جو حضورؐ سے مطابق ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نماز

پڑھ رہے تھے حضورؐ نے کہا کہ تم نے غلط نماز پڑھی نماز ایسے پڑھ کہ وضو کر کے کھڑا ہو تکبیر کہہ اور الحمد پڑھ کر قرآن پڑھ اور رکوع سجدہ کر ٹھیک اور کھڑا ہو اور اسی طرح اپنی نماز پوری کرو۔ اس کا مطلب ہوا کہ ہر رکعت میں ایسا ہی کرنا ہے اگر خالی بھری کا سوال ہوتا تو حضورؐ ضرور بتلاتے کہ پہلی دو رکعتوں میں الحمد کے ساتھ قرآن پڑھنا اور بعد والی میں صرف الحمد۔ ان روایتوں سے بھی قرآن کی بات کی تصدیق ہو رہی ہے۔ اتنے پر بھی حدیث تو صرف ایک غیر معصوم راوی کی شہادت ہے اور قرآن ایک لاریب کتاب ہے پھر ہم اپنے معاملات قرآن کے مطابق کیوں نہ کریں جبکہ حضورؐ نے ہر بات میں قرآن کی پیروی کی ہے اپنے نفس کی نہیں جیسا کہ سورہ النجم ۵۳ آیت ۳،۴ سے ثابت ہے اور نہ ہی آپ خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں آپ کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ اور اللہ کہتا ہے کہ اے مسلمانو! اگر تمہارے درمیان کسی امر میں اختلاف ہو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف واپس کرو یعنی پہلے اس کو کتاب اللہ میں تلاش کرو پھر رسول کے طریقے میں۔ ہم ان صاف آیتوں کو بھی ذہن میں نہیں رکھتے۔ اللہ کیا کہتا ہے اور حضورؐ نے پیروی وحی کی کی ہے اپنے نفس کی نہیں۔ جب کہا جاتا ہے کہ قرآن میں تو اس مسئلے میں یہ لکھا ہے تو کہتے ہیں کہ بھائی حدیث اور تفسیر دیکھو۔ قرآن کو اس سے سمجھو جبکہ حدیث اور تفسیر اور قرآن میں بہت اختلاف ہے اور اسی وجہ سے ہمارے اندر اتنے فرقے بنے ہیں کیا حضورؐ نے قرآن کے خلاف کہا ہے ہرگز نہیں۔ یہ حضورؐ پر سراسر الزام ہے جس کی سزا ہم کو مل رہی ہے ہم ذلیل و خوار ہیں۔ ہر جگہ ایک عام آدمی بھی جانتا ہے کہ ہر حکومت کا ایک قانون ہوتا ہے حکومت کا ہر آدمی اور حاکم اس قانون کا پابند ہوتا ہے اور اس کے مطابق ہی حکم صادر کرتا ہے اپنے نفس کے مطابق نہیں۔ اور اگر کوئی اس قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے تو حکومت کی طرف سے اس کو سزا دی جاتی ہے اور حاکم کو عہدے سے ہٹا کر سزا دی جاتی ہے پھر یہ ہم کیسے مان لیتے ہیں کہ حضورؐ نے قرآن کی تفسیر قرآن کے خلاف کی ہوگی۔ جب کوئی قرآن پر زور دیتا ہے تو اس پر الزام عائد ہوتا ہے کہ یہ اہل قرآن ہے حدیث کا منکر ہے۔ تو میری عقل میں نہیں آتا کہ قرآن خدا کی طرف سے حق ہے اس کے ماننے والے کو تو گمراہ کہا جاتا ہے اور حدیث جو اختلافی کتاب ہے جس کے ذریعہ ہی مسلمانوں میں فرقے بنے اس کو ماننے والے کو اصل مسلمان کہا جاتا ہے۔ میں یہاں بھی اپنا عقیدہ صاف کردوں کہ میرا تعلق اہل قرآن فرقے سے نہیں ہے کیونکہ وہ تین وقت کی نماز پڑھتے تھے اور میں پانچ وقت کی بلاناغہ۔ اور جو صحیح احادیث ہیں ان کو میں حضورؐ کا قول مانتے ہوئے تسلیم کرتا ہوں انکار نہیں۔ جو احادیث غلط ہیں ان کو غلط ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ کے قول کے مطابق میں پہلے

مسئلہ کو قرآن میں تلاش کرتا ہوں اور بعد کو حضورؐ کے طریقے میں۔ کیونکہ حضورؐ نے بھی قرآن کی پیروی کی ہے اپنے نفس کی نہیں تو ضرور ہم کو راہِ راست مل جائے گی۔ اللہ کے حکم کے مطابق اور اگر ہم اس طریقہ پر عمل پیرا رہے کہ مسئلہ کا حل پہلے ہم قیاس میں تلاش کریں پھر اجماع امت پھر حدیث تب کہیں کتاب اللہ مگر قرآن تک جانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ کیونکہ ہمارے سب مسئلوں کا حل تو قیاس میں اور اجماع امت میں ہی مل جاتا ہے حضورؐ کے طریقہ تک بھی نوبت نہیں آتی قرآن تو دور کی بات رہی پہلے ہی سب کا حل موجود ہے جبکہ قیاس کے بارے میں اللہ کہتا ہے۔

سورہ یونس ۱۰ آیت ۳۶ (۳۶/۱۰) حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ محض قیاس وگمان کے پیچھے چلے جارہے ہیں حالانکہ گمان حق کی ضرورت کو کچھ بھی پورا نہیں کرتا۔

بہر حال لکھنے کو تو ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے مگر میں اپنی بات ختم کرتے ہوئے درخواست کرتا ہوں کہ اس نماز والے مسئلہ میں قرآن اور حضورؐ کے طریقے سے میری بات کا جواب دو جس سے میری بھی مغفرت ہو اور مسلمانوں کی بھی کیونکہ اجماع امت کہتا ہے کہ قرآن میں نماز کا ذکر اجمالاً مذکور ہے تفصیل حدیث میں اور میں کہتا ہوں کہ نماز کا ذکر قرآن میں تفصیل سے صرف تھوڑا حصہ حدیث میں۔ اب قرآن میں نماز کا ذکر کس حد تک ملتا ہے وہ یہ جیسے غسل وضو کعبہ کو منھ کرنا اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے ہونا اور ہوش میں کھڑا ہونا نماز آواز سے پڑھنا اور ہر رکعت میں الحمد کے ساتھ جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکو قرآن پڑھنا۔ نماز کے لئے کپڑے پہننا اذان نماز جماعت سے پڑھنے کا طریقہ اللہ کی پاکی بیان کرنا تشہد اور سلام دعائے مغفرت وغیرہ وغیرہ کچھ ثبوت حدیث سے بھی ہے جیسے آخیر میں سلام کا ثبوت حدیث سے ملتا ہے مگر ان کا ذکر بھی قرآن میں اجمالاً مذکور ہے اور یہ نماز میں پڑھنا افضل ہے۔

میں نے اس خط کو لکھنے میں محنت ضرور کی ہے اس لئے خدارا میری بات کا جواب ضرور ملنا چاہیے اور دلیل کے ساتھ اچھا یا برا جیسا بھی ہو گستاخی کی معافی چاہتا ہوں۔ اور اگر جواب نہ ملا تو حشر میں اللہ ضرور معلوم کرے گا کہ میرے ایک بندے نے ایک بات کا جواب مانگا تھا تو آپ نے کیوں نہ دیا۔ خدا حافظ۔

والسلام جواب کا منتظر سکندر احمد

اس تحریر کا جو جواب آیا وہ مندرجہ ذیل ہے یہ جواب مرادآباد کا ہے۔

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً آنجناب کا گرامی نامہ ارسال کردہ جسے اعتراض نامہ کہا جائے ملا۔ پورا مضمون

اول تا آخر پڑھا اور سمجھا۔ محترمی ہر چیز کو سمجھنے کی کچھ بنیادیں اور اصول ہوتے ہیں اس کی روشنی میں فیصلہ کیا جاتا ہے کوئی آدمی ڈاکٹر سے یا وکیل سے کہنے لگے کہ تم نے علاج اس طرح کیوں کیا یا وکیل سے کہنے لگے کہ فلاں دفعہ بیان کیوں نہیں کی۔ اگر وہ اس فن سے زیادہ ناواقف تھے تو اس کی بات قابل قبول نہ ہوگی اس کی حقیقت و مصلحت کو ڈاکٹر یا وکیل ہی جانتا ہے یہی حال دین کا ہے اس لئے جو علماء حضرات نے جواب دیا وہ صحیح دیا۔ آپ نے **ولقد اتینـک سبعًا من المثانی والقران العظیم** کے ترجمہ پر اشکال کیا خدا جانے آپ عربی زبان سے واقف ہیں یا قطعی طور پر نابلد۔ عربی داں حضرات جانتے ہیں کہ مگر پڑھنے کا ترجمہ لفظ مثانی کا ہے۔ **والقران العظیم** کے ساتھ ایسی کوئی قید نہیں اس لئے وہ ترجمہ اس کے ساتھ نہ کیا۔ اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ میں نے تمہیں مرادآبادی برتن لا دیئے اور گرم شال دی اب کوئی سننے والا یوں کہے کہ شال بھی مرادآبادی ہونی چاہیے چونکہ برتن کے ساتھ مرادآباد کی قید لگی ہوئی ہے لہٰذا دونوں مرادآبادی ہوں اس کی حماقت نہیں تو اور کیا ہے یہی صورت حال اس ترجمہ میں ہے جو آپ کو پیش آئی۔

آپ لکھتے ہیں کہ قرآن میں **نَزَّلْنَا علیک الکتاب تِبْیَانًا لکل شیٔ** میں اللہ نے ہر چیز کا تذکرہ کیا۔ کیا نماز ضروری نہیں کہ اللہ نے اس کا ذکر نہ فرمایا۔ اولاً تو یہ آیت کا اشکال براہ راست باری تعالیٰ پر ہے کہ اس نے ایسا کیوں نہ کیا (نعوذ باللہ من ذالک) گویا آپ کو باری تعالیٰ کے اس بیان پر اشکال ہے کہ خدا نے ایسا کیوں نہ بیان کیا۔ آپ باری تعالیٰ کو بھی مشورہ دے رہے ہیں برا نہ مانیے آپ اپنے خط میں یوں تو تمام علماء اور امت مسلمہ کو مطعون کر رہے ہیں کہ سب قیاس پر چلتے ہیں پھر اجماع امت پھر حدیث تب کہیں جاکر قرآن کا نمبر آتا ہے ذرا خیال تو فرمایئے کہ آپ نے ہی قرآن کی کون سی عظمت کی آپ تو قرآن کے بیان پر ہی معترض ہیں کہ اللہ کو یوں بیان کرنا چاہیے تھا یہاں کیوں نماز کا ذکر نہیں کیا۔

محترمی! حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کا بیان ہر جگہ نہیں ہوتا۔ نماز اہم عبادت ہے ایک جگہ نہیں قرآن کریم میں متعدد جگہ نماز کا ذکر ہے۔ **اقیموا الصلوۃ** بڑی تاکید فرمائی ہے، کیا ضروری ہے کہ ہر جگہ اس کا ذکر ہی ہو۔ آپ قانون گو ہیں آپ سے کوئی دریافت کرے کہ آپ کہاں رہتے ہیں کیا کرتے ہیں یقیناً آپ یہی جواب دیں گے کہ رن کھنڈی میں رہتا ہوں قانون گو ہیں۔ آپ کا جواب سن کر کوئی کم بخت کم سمجھ ناعاقبت اندیش یوں کہنے لگے کہ کیا آپ اپنے باپ کے اصلی بیٹے نہیں ہیں؟ یقیناً آپ فرمائیں گے کہ بیشک اپنے باپ کا اصلی اور حقیقی بیٹا ہوں تو وہ کہنے لگے کہ جب آپ حقیقی

بیٹے ہیں تو آپ نے ایسی ضروری چیز کو جس پر آدمی کے حلال اور حرامی ہونے کا تعلق ہے آپ کے

۱ اگر اس جملہ کو اس طرح لکھا جائے تمھیں مرادبادی برتن دیئے اور شال تو میرے خیال سے ہر آدمی یہی مطلب لے گا کہ برتن کے ساتھ شال بھی دی تو کوئی احمق بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شال بھی مرادبادی ہوتو اس طرح اس آیت کا مطلب ہے جس کو آپ مفتی ہوتے ہوئے بھی نہیں سمجھتے جو اندھی تقلید ہے۔

۲ میں نے اپنی تحریر میں یہ لکھا ہے کہ کیا نماز ضروری عبادت نہیں ہے جس کی تفصیل اللہ نے اپنے کلام میں نہ دی ہو نماز ضروری ہے اس لئے اللہ نے نماز کی تفصیل بھی قرآن میں ضروردی ہے۔ مگر افسوس ہم کو دکھلائی نہیں دیتی۔

قارئین کرام فیصلہ کریں کہ میرا اعتراض اللہ پر ہے یا علماء کرام پر اور مفتی صاحب کا جواب کیا حقیقت پر ہے یا وہ ہی گمراہ کن جیسی عادت ہے جبکہ میری تحریر پر ہی جواب لکھ رہے ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے غلط مطلب نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

باپ کی میراث کا تعلق ہے آپنے کیوں بیان نہیں کیا آپ کو پہلے ہی کہنا چاہیے تھا کہ میں چاند پور سیاؤ کا اپنے باپ کا نام لے کر فلاں آدمی کا حقیقی بیٹا ہوں جائز وارث ہوں تو آپ نے ایسی ضروری بات کو کیوں چھوڑ دیا اسے تو سب سے پہلے ذکر کرنا چاہیے تھا یہ سائل کی کج فہمی ہی ہوسکتی ہے۔ یقیناً بیان نسب اہم اور ضروری چیز ہے لیکن ہر جگہ اس کا ذکر نہیں ہوا کرتا۔ یہی حال قرآن کی اس آیت کا بھی ہے جس پر آپ کو اشکال پیش آیا۔

دین کا مدار اصول دین چار ہیں قرآن، حدیث، اجماع امت، قیاس۔ اس ترتیب کے مطابق اس کا عمل بھی ہے۔ آپ کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے بیشک علماء نے صحیح جواب دیا ہے کہ دین نقلی ہے اہل عقل کو تدبر کی دعوت دی گئی ہے لیکن خیال رہے کہ صرف عقل کا نام دین نہیں دین کی حکمت سمجھ میں آجائے تو فبہا ورنہ اگر سمجھ میں نہ آئے تب بھی عمل کرنا ضروری ہے۔ آپ نے پڑھا ہوگا کہ شرعاً موزوں پر مسح کیا جاتا ہے جائز ہے۔ مسح موزے کے اوپر کے حصہ پر ہوتا ہے حالانکہ عقلی تقاضا یہ ہے کہ چلتے وقت پیروں پر گندگی لگتی ہے آلودہ ۱ نیچے ہی کا حصہ ہوتا ہے مگر مسح اوپر ہی ہوگا۔ حضرت علی کا فرمان ہے اگر دین میں رائے کو دخل ہوتا تو میں یہ حکم دیتا کہ مسح موزے کے نیچے کے حصے پر کیا جائے مگر حکم شرعی اسی طرح ہے۔ عقل کا تقاضہ تو یہ ہے جیسے فجر کی دو رکعت عشاء کی چار رکعت مغرب کی نماز بھی چار رکعت جوڑا ہی ہونا چاہیے تھا مگر اس کی اجازت نہیں۔ عقلی تقاضا تو یہ تھا کہ اگر میاں بیوی دس سال سے قطعی طور پر الگ ہوں دس سال بعد طلاق واقع ہو تو عدت نہیں ہونی چاہیے تھی۔ مگر حکم شرعی یہ ہے کہ عدت واجب ۲ ہے۔ کوئی آدمی جنگل میں ہو بیوی بھی ساتھ میں ہے پانی بھی غسل کے لئے نہیں صرف بقدر وضو پانی ہے عقلی تقاضا تو یہ تھا کہ یہ بیوی سے صحبت نہ کرے کیونکہ پانی نہیں۔

تیمم بلا وجہ مجبوری ہے جب یہ جانتا تھا کہ پانی نہیں پھر کیوں صحبت کی تیمم جائز نہیں مگر حکم شرعی یہ ہے کہ اگر صحبت کرلی تو پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم جائز ہے۔

محترم! یہ چند باتیں تقریب الیٰ الفہم کے لئے پیش کیں ہیں شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں مری بات۔ قرآن کی حیثیت سب کے نزدیک مسلمہ ہے آپ نے فرمایا کہ جو قرآن پر زور دیتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اہل قرآن ہے۔ منکر حدیث ہے قرآن اصولی اور قانونی کتاب ہے اصول ہمیشہ مختصر اور جامع ہوتے ہیں ان کی تفصیل وتشریح کی ضرورت پیش آئی ہے قرآن کے مضامین اصول

۱؎ کیا گندگی آلود موزوں پر مسح جائز ہے کیا نماز ہو جائے گی اگر کوئی مجبوری نہ ہو؟

۲؎ کیا آپ کھدت کی مصلحت معلوم نہیں عدت کیوں ہے؟

وضوابط کی تشریح حدیث پاک میں ہے قرآن میں محض اقیموا الصلوٰۃ ہے اس کی رکعات کی تعداد کا تذکرہ نہیں ظہر عصر مغرب عشاء فجر کی تعداد رکعت کے بارے میں یقیناً سب کو خواہ اہل قرآن ہوں یا دیگر حدیث پاک ہی دیکھنی ہوگی۔ قرآن میں اتوا الذکوٰۃ کا تذکرہ ہے کہ زکوٰۃ دو کھیتی کے بارے میں ہے کھیتی کی کٹائی کے وقت اس کا حق ادا کرو، خیرات کرو۔ اب زکوٰۃ کتنی دیں چالیسواں حصہ ہے یا کم وبیش زمین سے عشر ادا کرنا ہے کتنا اور کس طرح کن شرطوں کے ساتھ اس کے لئے حدیث کی جانب ہی مراجعت کرنی ہوگی اہل قرآن اور دیگر طبقات کو حدیث ہی کا محتاج ہونا پڑے گا۔ پھر آپ کہیں گے حدیث کو قرآن سے بڑھا دیا۔ قرآن کو اس کا مقام نہ دیا یہ قرآن کی حق تلفی تعظیم کے خلاف ورزی نہیں بلکہ اس کی تشریح مقصود ہوتی ہے اس سے استثناء نہیں۔

جو مسائل قرأت وغیرہ ہیں اپنی جگہ پر صحیح ودرست ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ میں اہل قرآن نہیں پنج وقتہ نماز ادا کرتا ہوں بڑی خوشی کی بات ہے۔ آپ کو اشکالات ہیں جو محض مطالعہ عقلی میدان میں آجانے کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ آپ رن کھنڈی میں رہتے ہیں اپنے محکمہ سے متعلق یقیناً آپ دیوبند تحصیل میں جاتے ہوں گے وہاں دارالعلوم جا کر کسی عالم یا مفتی سے زبانی اطمینان حاصل فرمالیں زیادہ فائدہ ہوگا۔ اتنے اشکالات تحریر میں حل ہونے دشوار ہوتے ہیں ویسے حتی الامکان آپ کے شبہات کا ازالہ کیا گیا اور آپ کے سوالات کو حل کرنے کی سعی کی۔ امید ہے اب باری تعالیٰ ہم سے حشر میں یہ سوال نہ فرمائیں گے کہ تم نے جواب کیوں نہ دیا۔ اللہ ہم سب کو صحیح ہدایت فرما کر اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عبدالوہاب رحمانی
مفتی مدرسہ شاہی مرادآباد
۱۴۰۷/۱/۱۶

مفتی صاحب کے مناظرانہ جواب پر میں تبصرہ نہیں کرتا صرف اتنا کہتا ہوں کہ جو الزام مفتی صاحب کا میرے اوپر لگا ہے ان کے مرتکب خود ہی ہیں اس بات کا فیصلہ خود قارئین حضرات کریں کیونکہ آپ کے سامنے دونوں تحریریں ہیں۔

جواب میرٹھ کے مفتی صاحب کا۔

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً۔قرآن پاک میں اللہ پاک نے کلیات کو بیان فرمایا ہے اوران کی تبیین۔ نبی اکرمؐ کے حوالہ کی گئی ہے۔انا انزلنا علیک الذکر تبیین للناس مانزالھم۔اسی وجہ سے قرآن پاک میں بے شمار آیات ہیں۔نبی اکرمؐ کی اطاعت واتباع کا حکم فرمایا ہے اور نبی اکرمؐ کی اطاعت کو اللہ پاک کی اطاعت قرار دیا اوراسی کو سبب ہدایت ارشاد فرمایا ہے۔اور نبیؐ کی مخالفت پر عذاب کی دھمکی قرآن پاک میں موجود ہے اور نبی اکرمؐ کی اطاعت کو ایمان کے لئے شرط قرار دیا ہے اس لیے حدیث کی مدد کے بغیر قرآن پاک پر عمل براہِ راست دشوار ہے بلکہ ناممکن ہے اور حدیث پاک کا انکار درحقیقت قرآن پاک کا ہی انکار ہے۔حدیث پاک کی مدد کے بغیر نماز کی دو رکعت ادا کرنا بھی ممکن نہیں چونکہ مطلق صلواۃ کا حکم قرآن پاک میں ہے مگر اس کا طریقہ رکعات کی تعداد ارکان میں ترتیب اوقات میں تحدید وغیرہ سب حدیث پاک میں ہیں جن کا حدیث پاک کے بغیر تعین کرنا ممکن ہی نہیں۔کون آیت منسوخ ہے کون ناسخ حدیث پاک کے بغیر یہ سمجھنا بھی دشوار ہے۔حدیث پاک کی مدد کے بغیر قرآن پاک کے معانی کا سمجھنا بھی دشوار بلکہ نہ ممکن ہے۔چونکہ لغت عرب میں ایک لفظ جس معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے ضروری نہیں قرآن پاک میں اس کے وہی معنی مراد ہوں۔لفظ صلوٰۃ جس کے معنی لغت عرب میں جو ہیں وہ قرآن پاک میں مراد نہیں بلکہ مخصوص طریقہ عبادت مراد ہے۔ نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک لفظ قرآن پاک میں ایک جگہ ایک معنی میں مستعمل ہوا ہے تو دوسری جگہ بھی قرآن پاک ہی میں اس کے وہی معنی ہوں گے جیسے لفظ صلوٰۃ اقیموا الصلوٰۃ اس کے معنی کچھ ہیں اور آیت ان اللّٰہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا علیہ۔۔دوسرے معنی مراد ہیں۔

اسی طرح زکوٰۃ،صوم، حج وغیرہ کے جو معانی لغت عرب میں ہیں بعینہٖ وہی معنی قرآن میں ان الفاظ کے نہیں۔پس محض لغت عرب کی مدد سے حدیث پاک کی مدد کے بغیر قرآن پاک کے معنی کا سمجھنا ممکن ہی نہیں۔چہ جائیکہ عمل کرنا اس مختصر عبارت میں غور فرمائیں پھر بھی اگر اشکالات دور نہ ہوں تو ان کو لکھوان شاءاللہ تفصیلی جواب لکھ دیا جائے گا۔

مفتی محمد فاروق جامع مسجد شہر میرٹھ

یہ تحریر غالباً مارچ ۸۶ میں لکھی گئی تھی۔

الجواب: ۔۱؎ ان باتوں کا جواب لکھنے کے لئے تحریر کافی نہیں ہوگی اس کے لئے جس عالم پر اعتقاد واعتماد ہواور وہ معتبر ومستند ہو تحقیق ہو اس سے زبانی گفتگو کر کے سمجھ لو۔ فقط

۶ (۱۴۰۶/۱۱) یہ جواب جلال آباد سے آیا ہے۔

مفتی نصیر احمد

الجواب: ۔۲؎ مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ آپ کی تحریر پہنچی کچھ پڑھی جاتی ہے کچھ نہیں اس سے ایسا اندازہ ہوگیا کہ آپ نے اپنی کچھ تحقیقات لکھی ہیں ان کی تائید ہم سے کرانا چاہتے ہیں۔ دارالافتاء سے فقہی مسائل معلوم کرنا چاہیے علمی تحقیقات کا جواب ہر عالم دے سکتا ہے اس کے لئے فتویٰ کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم لوگ مقلد ہیں امام ابوحنیفہ کے اس لئے جو مسائل حنفیہ کی کتب فقہ میں ہیں ان کے پابند ہیں مقلد براہ راست قرآن وحدیث سے مسائل مستنبط کرنے کا اہل نہیں ہوتا یہ حضرات مجتہدین کا کام ہے۔ والسلام

یحییٰ

مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

۱۵/۷/۱۴۰۶ھ

یہ ایک جواب جو پہلے لکھا ہے ۲۶ ستمبر ۱۹۸۶ء کو مرادآباد سے آیا کافی عرصہ کے بعد ہوسکتا ہے کہ ان کو جواب دینے میں کوئی پریشانی ہوئی ہو اور جواب بھی علمی نہیں بلکہ مناظرانہ ہے۔ جیسی علماء حضرات کی عادت ہے تحریر میں یہ لکھا ہے کہ میں نے اپنا طریقہ نماز یہ بنالیا ہے کیا یہ طریقہ نماز ٹھیک ہے یا غلط بس اتنی سی بات ہے مگر علماء حضرات کچھ اور ہی لکھتے ہیں۔

بیچارے مجبور ہیں جو ان کو پڑھا دیا بس وہی ان کے لئے سب کچھ ہے۔ قرآن وحدیث سے کچھ مطلب نہیں جیسا کہ اقرار کرتے ہیں وجہ صرف یہ ہے کہ عقلمند بچہ تو کالج میں پڑھتا ہے اور جو

دوسرے مختلف اقسام ۱؎ ہوتے ہیں۔

اس کو دینی اداروں میں پڑھاتے ہیں وہاں پر جو رٹا دیا جاتا ہے بس وہ ان کے یاد ہوتا ہے غور کرنے کی اس کو صلاحیت نہیں ہوتی وہ تو اس طرح گیا اور جو عقلمند تھا دین کی خدمت کرتا وہ دنیاوی اسکول میں پڑھا اس کو وہاں غلط ماحول ملا اس ماحول میں پڑھ کر وہ دین اسلام سے بے خبر ہوگیا۔ اس سے دین کی باتیں بتلائی جاتی ہیں تو وہ مانتا نہیں کہتا ہے کہ میری عقل میں نہیں آتی وجہ یہ ہے کہ اگر اس

کے سامنے صحیح دین جو قرآن میں ہے پیش کیا جائے تو وہ ضرور قبول کر لے گا اگر صحیح قرآن کو غیر مسلم

لے اور جو دینی اداروں میں داخل ہوتے ہیں ان میں مختلف اقسام ہوتی ہیں پہلی تو یہ کچھ آدمی قریب قریب سب کا یہی عقیدہ ہے اور ہونا چاہیے کہ علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت کا فرض ہے اور اللہ اور رسول کا حکم ہے اس لئے یہ ثواب کے درجہ میں ہے اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے بہت سے آدمی اپنے بچوں کو دینی اداروں میں داخل کرتے ہیں۔ کچھ کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ دینی اداروں کے عالموں کی حالت دیکھتے ہیں تو ان کو بڑی اچھی لگتی ہے یعنی وہ بڑی خوشحالی کی زندگی گزارتے ہیں اور ان کی عزت ایک حاکم سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے ان اداروں کا سربراہ ایک خود مختار بادشاہ ہوتا ہے اس حالت کو دیکھ کر کچھ آدمی اپنے بچے کو ان اداروں میں داخل کرتے ہیں کہ یہ عالم بن کر ایک مدرسہ قائم کرے گا اور خوب روپیہ چاروں طرف سے آئے گا۔
ان میں دونوں ذہن ہوتے ہیں عقل والے کم اور کم عقل زیادہ کیونکہ ذہین بچے کو تو زیادہ تر کالجوں میں داخل (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کے سامنے پیش کیا جائے تو امید ہے وہ بھی انکار نہ کرے گا۔ مگر پیش تو اس کے سامنے انسانی مذہب کیا جاتا ہے جو عقل میں نہیں آتا اور وہ کہہ دیتا ہے کہ میں جہاں ہوں وہاں ٹھیک ہوں یہ باتیں مری عقل میں نہیں آتیں کچھ ٹھیک بات مولانا مودودی نے پیش کی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو طبقہ دنیاوی تعلیم لیے ہوئے تھا وہ کافی حد تک متاثر ہوا اور غلط راستے پر جانے سے رک گیا مگر یہاں بھی غور کرنا پڑے گا کہ مودودی کی تعلیم کو قرآن کی روشنی میں لے کر چلنا ہی فائدہ مند رہے گا کیونکہ کچھ دنوں میں وہ طبقہ بھی قرآن پر ضرور غور کرے گا اور پھر ایک بغاوت پیدا ہوگی اس سے بہتر یہ ہے کہ بغاوت سے پہلے ہی جو دماغ ادھر لگ گیا ہے ان کو صحیح راستے پر گامزن کریں ہوسکتا ہے دوسرے حضرات بھی میری تحریر پر غور کر رہے ہوں اور جواب دیں جیسا ان حضرات نے دیا ہے۔ اگر کتاب چھپنے سے پہلے ان کا جواب آیا تو ضرور حوالہ دوں گا۔ ہاں بریلی کے ایک عالم نے ضرور قرآن سے تفصیل کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا ہے جو میں کہتا ہوں۔ اور قریب قریب ہر آیت حوالے کے ساتھ لکھی جو درج ہے ہاں اس سے پہلے مولانا وحیدالدین صاحب کا جواب لکھ دوں، جو مختصر ہے مگر اس جواب نے مجھے کافی سکون دیا مگر جواب دونوں تحریروں سے ہٹ کر ہیں میں نے ایک خط یاددہانی کے لئے ڈالا تھا اس کا جواب دیا ہے۔

برادرم! سلام مسنون۔ آپ کا خط مورخہ ۲۸/مارچ ملا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی مدد فرمائے اور آپ کی مشکلوں کو آسان فرمادے۔ موجودہ دنیا امتحان کی دنیا ہے یہاں بہر حال مشکلیں اور مصیبتیں پیش آتی ہیں خواہ آدمی امیر ہو یا غریب عالم ہو یا جاہل چھوٹا ہو یا بڑا اس کا حل صرف ایک ہے اور وہ ہے صبر کرتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرنا اور اپنے ممکن وسائل کو استعمال کر کے اپنا مستقبل بنانے کی کوشش کرنا یہی موجودہ دنیا میں واحد حل ہے آپ کے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی۔

دعا گو وحیدالدین

ہاں نماز کے بارے میں دارالعلوم دیوبند کا جواب پہلے لکھا جاچکا ہے اور قریب قریب یہی

جواب دارالعلوم (وقف) جامع مسجد دیوبند سے ملا۔ اب جواب بریلی کا لکھا جاتا ہے۔

(پچھلے صفحہ کا باقی) کردیا جاتا ہے جب یہ طالب علم فارغ ہوکر نکلتے ہیں تو ان کے مختلف نظریے ہوجاتے ہیں کچھ مناظرین بنتے ہیں کچھ مدرسہ قائم کرتے ہیں کچھ اپنا پیٹ بھرنے کے دوسرے کام سنبھالتا ہے جس کو ہر مسلمان جانتا ہے مگر ان کے علم کا حال یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ ان کے استادوں نے پڑھا دیا بس وہی سب کچھ ہے ان کو بالکل پابند کردیا جاتا ہے کہ جو پڑھا ہے وہی اصل دین ہے اس کے خلاف کفر ہے اور ان میں غور کرنے کی صلاحیت فوجیوں کی طرح بالکل ختم کردی جاتی ہے اور خود بھی ختم کرلیتے ہیں کیونکہ جب یہ فارغ ہوکر نکلتے ہیں تو ان کے سامنے اپنے اور اپنے گھر والوں کی زندگی گذارنے کا سوال ہوتا ہے کہ کیسے گذر کریں کیونکہ ان کے پاس صرف ایک سند کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

اور مسلمانوں میں اس سند کی قیمت صرف ڈیڑھ سو یا دو سو روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں اور گھر گھر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیافرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں۔

قرآن شریف میں نماز پڑھنے کا حکم بار بار آیا ہے جو ایک اہم فریضہ ہے کیا نماز پڑھنے کا طریقہ بھی قرآن کے اندر تفصیل سے موجود ہے اگر ہے تو کن آیتوں میں اور کتنا جواب قرآن سے درکار ہے تفصیل کے ساتھ اور حدیث سے کتنا۔

احقر سکندر احمد

الجواب:۔ قرآن عظیم فرقان حمید میں نماز پڑھنے کا حکم بہت جگہ تاکید کے ساتھ آیا ہے بلکہ ۷۲ بہتر جگہ آیا ہے ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتاب موقوتا تحقیق نماز مسلمانوں پر مقرر کردہ وقت پر فرض ہے (نساء) کبھی کبھی نہیں بلکہ سب نمازوں کو پابندی سے پڑھو وحافظوا علی الصلوٰۃ (سورہ بقرہ) یعنی نمازوں کی نگہداشت کرو نماز خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے کیونکہ جو بندے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور ان کو اللہ سے ملنے کا یقین ہے (والیہ راجعون) بقرہ، نماز کی پابندی کیوں کرنی چاہیے باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے سورہ طٰہٰ پ ۱۶ میں، بیشک اپنے گھروالوں

(پچھلے صفحہ کا باقی) کی روٹی اب اس بیچارے کو بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ ادھر جب یہ قرآن پر نظر ڈالتا ہے تو کچھ اور ملتا ہے اور کوشش کرنے کی سوچتا ہے کہ قرآن کے مطابق بات کہی جائے مگر قرآن کے مطابق بات کہنے پر اس سے وہ عہدہ بھی لے لیا جاتا ہے اور وہ پھر در در کی ٹھوکریں کھانے لگتا ہے اس لئے بہتر یہ ہوتا ہے کہ وہ بیچارہ اس چکر کو ہی چلاتا رہے اور چلا رہا ہے اور مسلمانوں میں خلاف قانون عمل جاری ہوگئے ہیں اس میں دونوں کا بھلا ہوتا ہے یعنی مسلمان بھی نفس کی پیروی کرتا رہے اور اس عالم کو بھی اچھی آمدنی ہوتی رہے۔

گاڑی خوب چل رہی ہے اور یہ عالم اس آمدنی سے اپنے استادوں کی خدمت بھی کرتا ہے۔ یعنی سالانہ جلسہ کرتا ہے جن میں ان عالموں کو اجرت دے کر تقریر کرائی جاتی ہے اور خوب اپنا پروپیگنڈ کرایا جاتا ہے۔ اتنے پر بھی وقت وقت پر بہت اللہ کے نیک بندوں نے صحیح اسلام دین کی دعوت دی مگر ان کا حشر اچھا نہ ہوا۔ کیونکہ صحیح اسلام کی دعوت سے رائج الوقت

مذہب کی جڑ کٹ جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس رائج الوقت مذہب کے ماننے والوں کی بھی جڑ کٹ جاتی ہے اس خوف سے یہ سب کے سب لڑنے والے اپنی لڑائی کو ختم کر کے اور ایک مشترکہ فوج بنا کر اس اللہ کے نیک بندے کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں ادہر ان کے ساتھ سارے مسلمان لگ جاتے ہیں کیونکہ ان کے پاس کافی مرید ہوتے ہیں اور مرید کو پیر کی بات ماننی ضروری ہے ایک بار کو خدا کی بات مسترد کر دیتا ہے مگر پیر کی بات کو مسترد کر دینا کفر تصور کرتا ہے اس لئے ان کو سارے مسلمانوں کی مدد حاصل رہتی ہے۔ اور اس اللہ کے نیک بندے کے ساتھ کوئی انسان نہیں ہوتا اور اگر ہوتے بھی ہیں تو بہت کم اس وجہ سے یہ اتحادی اس کو مغلوب کر لیتے ہیں اور یہ فتح کا جھنڈا لہراتے ہوئے واپس آ کر اس خوشی میں بڑے جشن مناتے ہیں اور فارغ ہو کر پھر اپنی قدیم عادات کے مطابق قدیم لڑائی کو پھر شروع کر دیتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو خوب بیوقوف بناتے ہیں۔

کو بھی نماز کی تاکید رکھو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔ قرآن عظیم نماز پڑھنے کا فائدہ بتلاتا ہے۔ ان الصلوٰۃ تنھٰی (عنکبوت) بے شک نماز بہت سی بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی ہے اور یوں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد بہت بڑی چیز ہے نماز کے وقت کپڑے پہننے اور کھانے پینے سے فارغ ہو کر پڑھنے کا حکم آیا ہے اعراف یا ایھا الذین اٰمنو اخذ وازینتکم عند۔ اور کپڑے پاک بھی ہوں۔ وثیابک طھر (مدثر) تم اپنے کپڑوں کو پاک و صاف رکھو کیونکہ باری تعالیٰ تو صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ واللّٰہ یحب المطھرین (توبہ) جب نماز پڑھنے چلو تو اپنے چہروں کا غسل کرو ہاتھوں کا غسل کرو سر کا مسح کرو دونوں پیروں کا غسل کرو، ناپاک ہو تو غسل کرو۔ اور کتنی آسانی فرماتا ہے کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا استنجے سے واپس آئے ہو یا تم عورت کے ساتھ ہم بستر ہوئے ہو اور تم کو پانی نہ مل رہا ہو تو ایسی حالت میں تم پاک مٹی سے تیمم کرو اللہ تعالیٰ کو یہ گوارہ نہیں ہے کہ تمہیں وہ دقت میں ڈالے۔ یا ایھا الذین اٰمنو الی الصلوٰۃ..... لعلکم تشکرون (مائدہ رکوع ۶) پھر نیت باندھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ قوموا للّٰہ قانتین (بقرہ) خدا کے سامنے ادب سے سیدھے کھڑے ہو اور اپنا منھ کا رخ مسجد حرام خانہ کعبہ کی طرف کرو۔ فول وجھک شطر المسجد الحرام (بقرہ) اس کے بعد شیطان مردود سے پناہ مانگ۔ فاستعذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم (نحل ۱۴) پڑھو پھر بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم پڑھو اس کے بعد نماز میں قرآن سے جتنا ہو سکے آسانی سے پڑھ لیا کرو (سورہ المزمل) اور ایسا قرآن کو نہ پڑھو کہ سوائے یعلمون تعلمون کے کوئی لفظ سمجھ میں نہ آئے۔ بلکہ قرآن عظیم کو صاف صاف مخرج کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو، ورتل القران ترتیلا (مزمل) ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا یوں حکم دیا گیا ہے کہ قرآن میں جا بجا فصل رکھا گیا ہے اور اسی لئے تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے وقراٰنً فرقنا..... ونزلنا تنزیلا (بنی اسرائیل) قرآن میں جا بجا فصل رکھا گیا ہے اور نماز کے اندر قرآن

عظیم نہ بہت زور سے پڑھو اور نہ بہت آہستہ پڑھو بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال کا انداز اختیار کرو۔ ولا تجھر ...... ذالک سبیلا (بنی اسرائیل) پھر جھک جاؤ وارکعوا (بقرہ) اور جھک کر تم اپنے رب عظیم کی تسبیح کرو فسبح باسم ربک العظیم (واقعہ) اور پھر سجدہ کرو عاجزانہ طور پر (بنی اسرائیل) اور سینہ ٹیڑھا نہ ہو بلکہ سینہ سیدھا رکھو (اعراف) اور سجدہ کے وقت سینہ سیدھا رکھو اور سجدہ میں بھی اللہ کی پاکی بیان کرو سبح السم ربک الاعلیٰ تم اپنے رب اعلیٰ کی پاکی بیان کرو پھر دوسرا سجدہ کرو (واسجد واقترب) سجدہ کرو اور اپنے رب کے قریب ہو جاؤ (علق) پھر اس طرح اللہ کو یاد کرو جیسے تمہیں بتایا گیا ہے تم اسے پکارو وہ تمہاری نماز اور دعا قبول کرے گا (ادعونی استجب الکم) (مومنون) مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔

بقلم فقیر واجد علی خاں قادری رضوی خلیفہ مفتی اعظم ہند بریلی (گوگئی)

اس جواب کے بعد پھر میں نے اصرار کیا اس کا بھی جواب دیا۔

جناب سکندر صاحب السلام علیکم

الجواب:۔ حضور اکرم نور مجسم سرور کائناتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایسی نماز پڑھو جیسی مجھے پڑھتے دیکھتے ہو درمیانی آواز سے پڑھو جس سے مقتدی بہ آسانی سن لیں آیت کا ترجمہ کہ اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو (بنی اسرائیل) اتنی آہستہ بھی نہ پڑھو کہ ہونٹ ہلیں اور کان نہ سنیں جب اپنے کان اپنا پڑھا نہ سن سکیں تو نماز نہ ہوگی کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو اس کا سننا فرض ہے۔ رائج الوقت کے مطابق نماز پڑھنے والے جن کو قرآن وحدیث کا علم نہیں معلوم ہے وہ رواج کے مطابق نماز پڑھتے ہیں۔

فقیر واجد علی خاں رضوی خلیفہ مفتی اعظم ہند موضع گوگئی بریلی (یوپی)

ان جوابوں سے ہر آدمی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ قرآن میں نماز کا ذکر اجمالاً ہے تفصیل کتب حدیث میں ہے۔ صرف ایک عالم جو بریلی کے ہیں انھوں نے قرآن سے تفصیل ثابت کی ہے جو قریب قریب ٹھیک ہے اور حقیقت یہی ہے قرآن میں نماز کا ذکر بھی ہے اور پڑھنے کا طریقہ اور حکم بھی۔ مگر ہم اپنے کچھ مفادات کے خاطر اس کو ان الفاظ میں کہتے ہیں کہ ایک آدمی ہر بات قرآن سے ثابت کرنے کو کہتا ہے بھلا قرآن میں سب باتیں تفصیل کے ساتھ کہاں ہیں تفصیل تو تفسیر اور حدیث میں ہے اس قول کو سچا ثابت کرنے کے لئے ہر عالم بڑے زوردار الفاظ میں یہی کہتا ہے کہ اگر تم ٹھیک کہتے ہو کہ قرآن میں ہر بات تفصیل کے ساتھ ہے تو کیا نماز کا طریقہ اور زکوٰۃ کی تعداد بتلا دو اور دلیل

بھی دیتے ہیں یہ بات سن کر ہر آدمی خاموش ہو جاتا ہے کہ بھائی عالم صاحب بھی ٹھیک کہتے ہیں نماز کا طریقہ حدیث سے ہی ثابت ہے اور جب نماز ضروری عبادت حدیث سے ثابت ہے تو ہر بات بھی حدیث سے ثابت ہے قرآن سے کام نہیں چل سکتا اور اس طرح سے عالموں نے اپنی من مانی کر رکھی ہے جو جی میں آیا قانون بنا دیا اللہ کے قانون کو چھوڑ دیا اب یہ دیکھنا ہے کہ نماز اور زکوٰۃ اور دوسرے قانون کے بارے میں قرآن کیا کہتا ہے قانون اللہ کے چلنے چاہئیں یا انسان کے ہر آدمی خود ہی غور کر کے فیصلہ کرے کہ علماء حضرات کا کہنا درست ہے یا قرآن کی بات۔ آیات قرآن لکھنے سے پہلے کچھ قول اماموں کے بھی دیکھ لئے جائیں کہ قول کیا ہیں اور قول کے بعد عمل۔

کتاب آثار امام۔ العالم والمتعلم حضرت ابو مقاتل کا امام ابوحنیفہؒ سے مذاکرہ صفحہ ۲۵۔
ابوحنیفہؒ ہمیں یہ بات قطعاً معلوم ہے کہ نبی کریمؐ نے کسی آیت کی تفسیر دو طرح نہیں فرمائی۔
صفحہ ۵۵۔ ابوحنیفہؒ تو ہر اس شخص کی تردید جو آنحضرتؐ سے خلاف قرآن روایت کر رہا ہو ضروری ہے اور اس تردید سے آنحضرتؐ کی تکذیب نہیں بلکہ تصدیق ہوتی ہے بلکہ یہ تو اس شخص کی تردید ہے جو آپ سے غلط بے سروپا بات بیان کر رہا ہے تہمت اس پر آتی ہے نہ کہ آنحضرتؐ پر حضورؐ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے خواہ ہم نے سنا یا نہیں سنا وہ بہ سروچشم قبول ہے اس پر ایمان لاتے ہیں اور ساتھ ہی اس کی بھی تصدیق کرتے ہیں کہ آپ نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا جس کی باری تعالیٰ نے ممانعت کی ہو اور آنحضرتؐ نے بھی ایسی کوئی بات نہیں فرمائی جو کتاب اللہ کے خلاف جاتی ہو بلکہ تمام امور میں باری تعالیٰ سے موافق ہیں کوئی ایجاد نہیں کی اور باری تعالیٰ کے خلاف کوئی بات گڑھی نہیں آپ اپنی طرف سے باتیں بنانے والے نہ تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے سورۃ النجم آیت ۳،۴۔ وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے یہ تو ایک وحی ہے۔

صفحہ ۹۳، ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے تعلیم دیجئے۔ فرمایا قرآن پڑھو۔ آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا چوتھی مرتبہ فرمایا حق بات جس سے بھی ملے قبول کرلو خواہ وہ محبوب ہو یا مبغوض قرآن سیکھو اور اس کے ساتھ مدار زندگی رکھو۔

اس تحریر کو پڑھنے کے بعد ہر آدمی یہ فیصلہ کرے گا کہ ان حضرات نے نہ تو کوئی اختلاف کیا اور نہ ہی کوئی بات اپنی مرضی سے قرآن کے خلاف کہی جو ٹھیک ہے مگر اس وقت ہمارے سامنے چاروں طرف اختلاف ہی اختلاف ملتے ہیں۔ جو قرآن اور رسول کے خلاف ہیں اس اختلاف کو دیکھ کر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ بعد کو شرارتی انسانوں نے اپنی طرف سے قانون بنا کر ان بزرگوں کی طرف

منسوب کر دیئے ہیں ان اختلافی قانون کو چھوڑ دینے میں ہی بھلا ہے اور مدار زندگی قرآن پر کرلو۔

مناقب امام اعظمؒ مسائل میں اپنی رائے صفحہ ۱۲۹

امام صاحب فرمایا کرتے تھے منقولات رسول سر آنکھوں پر اور منقولات صحابہ ہمارا پسندیدہ مذہب ہے اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی رائیں تم ہم بھی آدمی ہیں وہ بھی آدمی تھے۔

ان سب باتوں پر غور کرو حقیقت کیا ہے کیا اتحاد ٹھیک ہے یا اختلاف۔ جس اختلاف نے مسلمانوں کو الگ الگ کر دیا۔ ہر عقلمند انسان کو غور کرنا چاہئے کہ مسلمانوں کی فلاح اختلاف میں ہے یا اتحاد میں۔ فلاح اتحاد میں ہے اختلاف میں نہیں۔ اختلاف میں کبھی مسلمان ایک نہیں ہو سکتے۔ اگر کسی ملک میں اسلامی قانون نافذ کرنے ہوں تو کون سا قانون نافذ کرو گے کیا فقہ حنفی کو سب مان لیں گے یا فقہ جعفری کو سب مان لیں گے یا بریلوی کو سب مان لیں گے یا دیوبندی کو سب مان لیں گے۔ اسی طرح ہر فقہ کو سب نہیں مانیں گے اور لڑائی ہوگی اور اس لڑائی سے اللہ اور اللہ کا رسول ناراض ہے۔

مگر اماموں اور عالموں کے اقرار کے بعد بھی ہم کو یہ سننے کو ملتا ہے کہ قرآن میں سب باتیں نہیں ہے جیسے نماز اور زکوٰۃ تو ہر آدمی مان لیتا ہے اور مان لینا چاہئے کیونکہ علماء حضرات نائب رسول ہیں اور ضروری بھی ہے کہ عالم کی بات مانی جائے مگر یہ ضرور دیکھ لینا چاہئے کہ قرآن میں نماز کا ذکر طریقہ ہے یا نہیں یا زکوٰۃ کی تعداد ہے یا نہیں حکم تو ضرور بتلاتے ہیں لیکن تعداد نہیں بتلاتے اور ہم یہ مان کر چل رہے ہیں۔ اب قرآن میں دیکھا جائے کہ قرآن نماز اور دوسرے مسائل میں ہماری رہنمائی کہاں تک کرتا ہے سب سے پہلے نماز میں قرآن کی آیتوں کو ترتیب سے لکھ رہا ہوں اور دعوت دیتا ہوں کہ خدا کے واسطے قرآن کی آیتوں پر غور کر کے اس بات کا فیصلہ کرنا ہے کہ عالموں کی بات ٹھیک ہے یا قرآن کی۔

نماز

سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ اللہ قرآن کے متعلق کیا کہتا ہے کیا قرآن آسان بنایا ہے یا مشکل جیسا کہ علماء حضرات کہتے ہیں کہ قرآن کو سمجھنا بہت مشکل ہے بغیر تفسیر حدیث اور ہماری معرفت کے کوئی بھی قرآن کو نہیں سمجھ سکتا۔

سورہ بقرہ آیت ۱۷، ''ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔''

سورہ ہود آیت ۱۷، ''تم قرآن کی طرف سے شک میں مت پڑنا بلا شک وشبہ یہ سچی کتاب ہے۔تمہارے رب کے پاس سے لیکن باوجود ان دلائل کے غضب ہے بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے۔''

سورہ یوسف آیت ۱۱۱، ''یہ قرآن کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں بلکہ اس سے پہلے جو کتابیں ہو چکی ہیں یہ ان کی تصدیق کرنے والی ہے اور ہر ضروری بات کی تفصیل کرنے والی ہے اور ایمان والوں کے لئے ذریعہ ہدایت ہے اور رحمت ہے۔''

سورہ ص آیت ۲۹، ''یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔''

سورہ بقرہ آیت ۹۹، ''ہم نے تمہاری طرف ایسی آیات نازل کی ہیں جو صاف صاف حق کا اظہار کرنے والی ہیں اور ان کی پیروی سے صرف وہی انکار کرتے ہیں جو فاسق ہیں۔''

سورہ بقرہ آیت ۱۷۰،۱۷۱، ''ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو احکام نازل کیے ہیں ان کی پیروی کرو۔تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اچھا اگر ان کے باپ دادا نے عقل سے کچھ کام بھی نہ لیا ہو اور راہِ راست نہ پائی ہو تو کیا پھر بھی یہ ان ہی کی پیروی کیے جائیں گے یہ لوگ جنھوں نے خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے سے انکار کردیا ہے ان کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے چرواہا جانوروں کو پکارتا ہے اور وہ ہانک پکار کی صدا کے سوا کچھ نہیں سنتے یہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں اس لئے کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔

سورہ الذٰریٰت ۵۱ آیت ۷ سے ۱۱ تک۔شاہد ہے متفرق شکلوں والا آسمان تمہاری بات ایک دوسرے سے مختلف ہے اس سے وہی برگشتہ ہوتا ہے جو حق سے پھرا ہوا ہے مارے گئے قیاس وگمان سے حکم لگانے والے جو جہالت میں غرق ہیں اور غفلت میں مدہوش ہیں آخر وہ روز جزا کب آئے گا۔

ان آیتوں پر غور کر کے فیصلہ کرنا ہے کہ اللہ اپنی کتاب کے بارے میں کیا کہتا ہے۔اللہ کہتا ہے کہ اس کتاب میں ہر ضروری بات کی تفصیل ہے اور اس سے نصیحت وہ حاصل کرتے ہیں جو عقل رکھتے ہیں اس سے جاہل نصیحت حاصل نہیں کرتے وہ اندھی تقلید کرتے ہیں وہ جانوروں کی طرح ہیں وہ گمان پر چل رہے ہیں اور گمان پر چلنے والے ہلاک ہوتے ہیں۔جب اللہ کہتا ہے کہ ہر ضروری بات کی تفصیل ہے اور نماز ضروری عبادت ہے اگر ضروری نہ ہوتی تو تفصیل بھی نہ ہوتی مگر ضروری ہے اس

لئے تفصیل بھی کتاب اللہ میں ہے اور عالم انکار کرتے ہیں۔اب اللہ کی بات اور عالموں کی بات کو دیکھا جائے۔

سورہ النساء ۴ آیت ۴۳، اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ نماز اس وقت پڑھنی چاہیے جب تم جانو کہ کیا کہہ رہے ہو اور اسی طرح جنابت کی حالت میں بھی نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک غسل نہ کرلو الا یہ کہ راستے سے گذرتے ہو اور اگر کبھی ایسا ہو کہ تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص کو احتلام ہو گیا ہے یا تم نے عورتوں سے مس کیا ہو اور پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرلو بیشک اللہ نرمی سے کام لیتا ہے اور بخشش فرمانے والا ہے۔

اس آیت میں ایک بات نشے والی ہے اس پر غور کیا جائے یہ کیا ہے۔

نشہ شراب کا بھی ہوتا ہے وہ تو اسلام میں حرام ہے۔اب نشہ کیا ہے وہ یہ کہ آدمی کو مال پر نشہ ہو، اپنی جوانی پر نشہ ہو، اپنی طاقت پر نشہ ہو، اپنے علم کا نشہ ہو، اپنے حسن پر نشہ ہو اور حسب نسب پر نشہ غرضیکہ ہر نشہ کو چھوڑ کر خاص اللہ کا بندہ بن کر وہ بھی عاجز ہو کر ہر نشے کو ایک طرف رکھ کر نماز میں جاؤ اور اپنے دماغ کو ان آیتوں پر لگا دو جس کو نماز میں پڑھتے ہو اس کا حکم کیوں ہے اس لئے کہ ہم نماز سے باہر آ کر ان کے مطابق عمل کریں اگر ہم نے باہر آ کر ان کے مطابق عمل نہ کیا تو ہم نماز میں نشے کی حالت میں تھے جس کو اللہ نے منع کیا ہے اور اگر باہر ان آیتوں کے مطابق عمل کیا تو ٹھیک ہے ہم نشے میں نہ تھے۔اس آیت میں غسل اور تیمم کا بھی ذکر آ گیا ہے اور قرآن جو پڑھا جاتا ہے اس کو جان لو غور کرو۔

سورہ اعراف ۷ آیت ۳۱، اے بنی آدم ہر عبادت کے موقعے پر اپنی زینت سے (لباس) آراستہ ہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

سورہ مائدہ ۵ آیت ۶، اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کے لئے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھو لو سر پر ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص کو احتلام ہو جائے یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو اس پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو اللہ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی رحمت تمام کردے شاید کہ تم شکر گزار بنو۔

اس آیت میں وضو غسل اور تیمم کا ذکر آ گیا۔

سورہ المائدہ آیت ۵۸ جب تم نماز کے لئے منادی کرتے ہوتو وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس سے کھیلتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عقل نہیں رکھتے۔

سورہ الجمعہ ۶۲ آیت ۹، اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب پکارا جائے نماز جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ ان دونوں آیتوں میں اذان کا ذکر ہے۔

سورہ الصّٰفّٰت ۳۷ آیت ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶۔ اور ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے اور ہم خدا کے حضور میں حکم سننے کے وقت یا عبادت کے وقت صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور ہم خدا کی پاکی بیان کرنے میں بھی لگے رہتے ہیں۔

ان آیتوں میں صف اور پاکی بیان کرنے کا ذکر آیا ہے۔

سورہ اعراف ۷ آیت ۲۹۔ اور یہ کہ تم ہر سجدے کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خالص اللہ کے واسطے رکھا کرو۔ اس آیت میں رخ سیدھا رکھنے اور اخلاص بتایا ہے۔

سورہ بقرہ آیت ۱۵۰، اور جہاں سے بھی تمہارا گذر ہو اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیرا کرو اور جہاں بھی تم ہو اس کی طرف منھ کر کے نماز پڑھا کرو تا کہ لوگوں کو تمہارے خلاف کوئی حجت نہ ملے۔ ان آیتوں میں منھ کعبہ کی جانب کو کرنے کا حکم آ گیا۔

سورہ النساء ۴ آیت ۱۰۱ تا ۱۰۳، اور جب تم لوگ سفر کے لئے نکلو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر نماز میں اختصار کر دو یا اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے بلا شبہ کافر لوگ تمہارے صریح دشمن ہیں اور جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہوں پھر آپ ان کو نماز پڑھانا چاہیں تو یوں چاہئے کہ ان میں سے ایک گروہ تو آپ کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور وہ لوگ ہتھیار لے لیں پھر جب وہ لوگ سجدہ کر چکیں تو یہ لوگ تمہارے پیچھے ہو جائیں اور دوسرا گروہ جنھوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی آ جائے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھ لیں اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لیں۔

ان آیتوں میں جماعت کا طریقہ اور رکعت کی تعداد آ گئی یعنی آدھی نماز دو رکعت بتلائی ہے تو پوری چار رکعت ہوئی۔ یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جب نماز کی چار رکعت قرآن سے ثابت ہے پھر فجر کی دو اور مغرب کی تین کیوں؟ سورہ نساء کی آیت ۱۰۱، ۱۰۲ سے نماز کی چار رکعت ثابت ہیں اور حدیث سے بھی حدیث نمبر درج ہیں چار رکعت کی دلیل۔

بخاری جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ ۳۴۰، پارہ ۲،

باب تقصیر الصلوٰۃ حدیث ۱۰۳۵ پارہ ۵

جلد دوم کتاب المناقب حدیث ۱۱۱۴ پارہ ۱۵ وغیرہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ شروع میں نماز ہر وقت میں دو رکعت فرض تھی ہجرت کے بعد سفر کی اپنی جگہ پر ۲ رکعت برقرار رہی اور حضر میں پوری چار کر دی گئیں۔ ایک اور روایت میں ہے ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک سفر کیا آپ نے دو رکعت سے زیادہ نہ پڑھیں۔ ان کو دیکھ کر غور کیا جائے رکعت کتنی پڑھنی ہیں۔

۲، ۳، ۴ یا ہر وقت میں چار۔ ہر وقت میں چار ہیں۔ اتنا صاف حکم ہونے پر بھی اندھی تقلید میں آ کر ہم قرآن کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور دعویٰ ہے کہ ہم مومن ہیں۔ مومن قرآن کی پیروی سے ہوتا ہے اور تب ہی اللہ کی مدد آتی ہے آج اللہ کی مدد نہیں اس لئے مومن بھی نہیں مومن بنو اور قرآن کو مان لو۔

نماز کی رکعت کی تعداد چار بتلائی ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی یہ سوال کرتا ہے کہ یہ ثابت نہیں ہوا تو میں سمجھتا ہوں وہ ضد میں ہے اور اس کے دل میں قرآن اور حضورؐ کی بالکل عزت نہیں اور لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔

سورۃ النساء ۱۰۳، پھر جب تم اس نماز کو ادا کر چکو تو اللہ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز کو قاعدے کے موافق پڑھنے لگو۔ یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ ہے۔

سورہ البقرہ آیت ۲۳۸، ۲۳۹۔ ''اپنی نمازوں کی نگہداشت رکھو خصوصاً ایسی نماز کی جو محاسن صلوٰۃ کی جامع ہو اور اللہ کے آگے اس طرح کھڑے ہو جیسے فرمانبردار بندے کھڑے ہوتے ہیں بدامنی کی حالت ہو تو خواہ پیدل ہو خواہ سوار ہو جس طرح ممکن ہو نماز پڑھو اور جب امن میسر آ جائے تو اللہ کو اس طریقے سے یاد کرو جو اس نے تمہیں سکھا دیا ہے جس سے تم ناواقف تھے۔ ان آیتوں میں اللہ نے کتنی تفصیل کے ساتھ بتلایا کہ خطرہ ہو تو جیسے بھی ممکن ہو نماز پڑھو اور جب امن ہو جائے تو اس طریقے پر پڑھو جو بتلایا گیا ہے۔ اس میں وقت کی پابندی آ گئی یہ نہیں کہ ایک وقت میں ہی ساری نماز پڑھو یا کئی دن کی ایک دن میں پڑھو، ان میں ادب سے کھڑا ہونا بھی آ گیا۔ ادب کیا ہوتا ہے ادب ایسا ہوتا ہے کہ اپنے مالک کے سامنے نظر جھکا کر شرمندہ ہو کر کھڑا ہو۔ اور کوئی حرکت نہ ہو دھیان اس کی طرف ہو ہاتھ کھلے ہوں لمبے لٹکے ہوئے اور اپنے مالک سے جو عرض کرنا ہو کر و دماغ

میں کوئی نشہ نہ ہو۔

سورہ الشعر ۲۶ آیت ۲۱۷ تا ۲۲۰۔

اور اس زبردست اور رحیم پر توکل کرو جو تمہیں اس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم اٹھتے ہو اور سجدہ گزار لوگوں میں تمہاری نقل وحرکت پر نگاہ رکھتا ہے وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

سورہ الحجر ۱۵ آیت ۹۸، ۹۹۔ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اس کی جناب میں سجدہ بجالاؤ اور اس آخری گھڑی تک اپنے رب کی بندگی کرتے رہو جس کا آنا یقینی ہے۔

ان سب باتوں کو کرنے کے بعد جب آدمی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تکبیر کہہ کر تو دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے اپنے رب کی ثناء کرتا ہے اس کے بعد۔

سورۂ النحل ۱۶ آیت ۹۸، پھر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان رجیم سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔

سورہ الحجر ۱۵ آیت ۸۷۔ اور ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو نماز میں بار بار دہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظیم بھی دہرایا جاتا ہے جو آسان ہے۔

یاد رہے یہاں علماء حضرات نے قرآن کے دہرائے جانے سے انکار کیا ہے اور ترجمہ کیا ہے کہ قرآن عظیم عطا کیا گیا اس کی بحث پچھلے باب قرآن میں گذر چکی ہے وہاں غور کرو اور اقرار بھی کرتے ہیں کہ الحمد کے ساتھ قرآن کا پڑھنا بھی ضروری ہے۔ تفسیر دیکھیے جو شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ نے کیا ہے۔ بخاری میں حدیث ہے کہ رسول کریمؐ نے ابوسعیدؓ سے فرمایا کہ قرآن میں سب سے زیادہ عظمت سورہ فاتحہ کی ہے یعنی یہ کل قرآن کا لب لباب ہے یعنی جو احکام کل قرآن میں بالتفصیل موجود ہیں ان سب کا اس میں بالاجمال ذکر ہے کہ اس میں خدا کی پرورش عالم رحمت کے درجہ کا غلبہ قیامت کے روز تمام مخلوق کے فیصلے اور انصاف اور اس کے لئے خالص عبادت اور ہر کام میں اس سے دعا مانگنے اور گمراہوں کے راستے سے بچانے کی استدعا ہے یہی باتیں احکام شرع کے لئے متن ہیں اور خدا نے اس میں بتایا ہے کہ تم ایسی دعا مانگو نماز کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا مع کسی دوسری سورۃ یا چند آیتوں کے خود لازم اور ضروری ہے اور اگر امام موجود ہو تو چونکہ امام بطور وکیل کے ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا پڑھنا تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے تو گویا ہر نمازی کو اس کا پڑھنا واجب ہے یا تو خود یا بذریعے امام کے۔

شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی

اس تفسیر کو پڑھنے کے بعد آدمی کی عقل میں آجانا چاہیے کہ ہر رکعت میں الحمد کے ساتھ قرآن پڑھنا ضروری ہے مگر پتہ نہیں بعد کی دو رکعتوں میں کیوں منع کرتے ہیں۔ شاہ صاحب نے جب یہ اقرار کیا ہے کہ ہر رکعت میں قرآن پڑھنا ضروری ہے تو انہوں نے ضرور پڑھا ہوگا مگر نمازی نہیں پڑھتے کیوں؟

اگر ان کی یہ بات بھی مان لی جائے (جبکہ غلط ہے) کچھ دیر کے لئے تو دوسری آیت صاف بتلا رہی ہے کہ نماز میں قرآن پڑھنا ضروری ہے ہر رکعت میں۔ اور حدیث سے بھی ثابت ہے۔

سورہ المزمل ۷۳ آیت ۲۰، اے نبی تمہارا رب جانتا ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے ہو اور تمہارے ساتھیوں میں سے بھی ایک گروہ یہ عمل کرتا ہے اللہ ہی رات دن کے اوقات کا حساب رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ تم لوگ اوقات کا ٹھیک شمار نہیں کر سکتے۔ لہٰذا تم پر مہربانی فرمائی اب جتنا آسانی کے ساتھ قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو (یاد رہے یہ حکم نماز تہجد کا ہے آگے فرض نماز پنجگانہ کا ذکر ہے) اسے معلوم ہے کہ تم میں کچھ مریض ہوں گے کچھ دوسرے لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں گھر سے نکلتے ہیں اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں پس جتنا آسانی سے قرآن پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو نماز قائم کرو زکوٰۃ دو۔

سورہ الحجر کی آیت ۸۷، اور سورہ المزمل کی آیت ۲۰، سے اور شاہ صاحب کی تفسیر سے صراحتًا یعنی تفصیل سے (اشارہ نہیں) معلوم ہو گیا کہ نماز میں قرآن کا پڑھنا ضروری ہے ہر رکعت میں پھر بھی ہمارے یہاں فرضوں میں دو رکعت میں ہی قرآن پڑھنا فرض بتلایا اور بعد والی میں صرف الحمد ایسا کیوں؟ جب کہ ہر عالم کہتا ہے کہ پہلے ہم کو قرآن پر نظر رکھنی ہے جہاں تک بھی قرآن میں بات ہے اس سے لی جائے گی پھر حضورؐ کی سنت سے مگر یہاں تو قرآن سے نماز میں قرآن پڑھنے کا صاف حکم ہے پھر اس کے مطابق نماز کیوں نہیں پڑھتے جو قرآن کے حکم کے خلاف نماز پڑھتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی چاروں رکعتوں میں الحمد کے ساتھ قرآن کا پڑھنا فرض ہے جتنا آسانی سے پڑھ سکو اس کے خلاف کرنے والا گناہ گار ہے۔

اب حدیث پر بھی نظر ڈالی جائے کہ قرآن پڑھنے کا ذکر ہے یا نہیں۔

بخاری شریف اردو جلد اول پارہ ۳ کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۳۲۸ حدیث نمبر ۷۳۳

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ تمام نمازوں میں قرآن پڑھا جاتا ہے پھر جس میں رسولؐ نے بلند آواز سے پڑھ کر ہمیں سنایا ہم تم کو سناتے ہیں اور جس میں ہم سے چھپایا ہم تم سے چھپاتے ہیں

اور اگر سورۂ فاتحہ سے زیادہ نہ پڑھو تو کافی ہے اور زیادہ پڑھ لو تو بہتر ہے۔

ہم بہتر کیوں نہ کریں جبکہ بہتر کا سوال ہی نہیں ہر رکعت میں الحمد کے ساتھ قرآن پڑھنا ضروری ہے جیسے سنتوں اور وتر میں پڑھا جاتا ہے جیسا کہ حدیث کی شروعات ہے کہ تمام نمازوں میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔

صفحہ نمبر ۴۳۳ حدیث نمبر ۷۱۸، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ مسجد میں تشریف لائے اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر وہ آیا اور نبیؐ کو سلام کیا تو نبیؐ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ جا نماز پڑھ اس لئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی پھر اس نے نماز پڑھی اس کے بعد آیا اور اس نے نبیؐ کو سلام کیا آپ نے فرمایا جا نماز پڑھ اس لئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا اس کے بعد اس شخص نے کہا اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے بہتر نہیں پڑھ سکتا لہٰذا آپ مجھے تعلیم فرما دیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہہ اس کے بعد جس قدر قرآن فاتحہ [1] پڑھنے کے بعد میسر ہو پڑھ اس کے بعد رکوع کر یہاں تک کہ رکوع میں اطمینان سے ہو جا اس کے بعد سر اٹھا یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جا اس کے بعد سجدہ کر یہاں تک کہ سجدہ میں اطمینان سے ہو جا اس کے بعد سر اٹھا یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جا اس کے بعد دوسرا سجدہ کر یہاں تک کہ سجدہ میں اطمینان سے ہو جا پھر اپنی ساری نماز میں ایسا کر۔

حدیث سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ حضورؐ نے نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا وہ یہ کہ قرآن پڑھ الحمد کے بعد ایک رکعت کا طریقہ بتلا دیا اور ارشاد فرمایا کہ ساری نماز ایسے ہی پڑھ یعنی سب رکعتوں میں قرآن پڑھ۔ اگر خالی بھری کا سوال ہوتا تو ضرور حضور کہتے کہ پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھنا اور بعد والی میں صرف الحمد پڑھنا یہ نہیں فرمایا اس سے ثابت ہوا ہے کہ ہر رکعت میں قرآن پڑھنا ضروری ہے۔ دوسری بات آواز کی ہے اگر وہ آدمی نماز چپکے پڑھتا تو حضورؐ کو کیسے معلوم ہوا کہ نماز غلط پڑھی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ آدمی نماز آواز سے پڑھ رہا تھا اور آواز سے پڑھنا فرض ہے جیسا کہ آیت بتلا رہی ہے اور نماز کے ارکان بھی صحیح ادا کرنے ضروری ہیں جو حضورؐ نے بتلائے۔

سورۂ بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۱۱۰

اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے بلکہ ان دونوں کے درمیان اوسط درجہ کا لہجہ اختیار کرو۔

[1] تنقیدی حاشیہ یہ جو کچھ لکھا ہے غلط ہے کیونکہ حدیث سے یہی معلوم نہیں ہوتا کہ قرآن پڑھنے کی بات کی ہو بلکہ اس نے نماز

کے تمام ارکان ہی غلط طریقہ پر ادا کئے تھے اسی وجہ سے آپ نے ہر ارکان کو ادا کرنے کی تعلیم دی ہے ۔ آپ کا بھی یہ اجتہادی ہے جو صرف قرآن پڑھنے کو ہی لکھ مارا ۔ سب سے پہلے ائمہ کے اجتہاد میں تدبر کریں اور پھر کچھ بولنے کی سعی کریں نہ کہ جو زبان پر آیا بک دیا ۔ مولوی نبیل الرحمٰن پھپھرایوں

یہ تحریر مولوی نبیل الرحمٰن صاحب کی ہے جن کو یہ مسودہ تصحیح کے لئے دیا گیا تھا ان کی خواہش پر انہوں نے تصحیح کے بجائے تنقید کی جو آپ کے سامنے ہے مگر کیا یہ تنقید حقیقت پر مبنی ہے آپ بھی اس حدیث کو غور سے پڑھیں حدیث میں قرآن پڑھنے کا ذکر ہے یا نہیں ۔ اگر قرآن پڑھنے کا ذکر نہ ہو تو میں اپنی تمام باتیں واپس لینے کو تیار ہوں اور اگر حدیث میں قرآن پڑھنے کا ذکر ہو تو کیا وجہ ہے کہ حدیث اور قرآن کی بات نہ مانی جائے غور ضروری ہے ۔ اور قارئین مولوی صاحب سے بھی معلوم کریں کہ آپ نے قرآن اور حدیث کی مخالفت کیوں کی صرف ضد میں ۔

علما حضرات نے اس آیت کا شان نزول بھی بتلایا ہے مگر اس میں بھی اختلاف ہے مگر حضورؐ کے قول کے مطابق اختلاف حق نہیں ہوسکتا تاہم اس سے کوئی غرض نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے یہ آیت نازل کر کے اپنے بندوں کو نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا ہے کہ اس طرح نماز پڑھو اب کوئی کچھ بھی کہتا ہے قیاس دوڑاتا ہے ۔ اس آیت کی شان نزول لہ باب قرآن میں لکھی جا چکی ہے ۔ غور کرنا قیاس دوڑا کر حقیقت کو ختم نہیں کیا جاتا ۔

اتنی بات فرما کر اللہ نے مسلمانوں کو قیاسی گھوڑے پر سوار ہو کر چلنے کو روک دیا وہ یہ کہ اللہ نے فرمایا کہ نماز میں قرآن پڑھو اور درمیانی آواز سے پڑھو تو یہاں شک ہوسکتا تھا کہ کیا امام کو ہی پڑھنا ہے یا مقتدی کو بھی پڑھنا ہے اور اس بات کو لے کر بھی ہمارے یہاں قیاسی آدمیوں نے اپنے گھوڑے دوڑا دیے یعنی کوئی امام کے پیچھے قرأت کو کہتا ہے وہ یہ کہ مقتدی کو بھی الحمد پڑھنا ہے کوئی منع کرتا ہے مگر اللہ نے ہر شک کو ختم کر دیا ہے اتنے پر بھی اگر کوئی قیاس کرے جائے تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اگر دیکھا جائے تو امام جب الحمد یا اور کوئی آیت پڑھتا ہے اور وہ مقتدی کے یاد ہوتی ہے تو اپنے آپ ہی مقتدی کے ذہن میں وہ دہرائی جاتی ہے مگر صرف ذہن میں زبان سے نہیں زبان تو خاموش رہ کر کان بنیں گے اللہ کہتا ہے ۔

سورۃ الاعراف ۷ آیت ۲۰۴ ، اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگایا کرو سنا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحم ہو ۔

اس آیت کے ذریعہ اللہ نے ایک تو قیاس کے گھوڑے دوڑانے کا راستہ روک دیا دوسرے یہ کہ نماز آواز سے پڑھنا ثابت ہوا وہ یہ کہ جب امام آواز سے پڑھے گا تب ہی تو مقتدی سنے گا اور امام آواز سے نہ پڑھے تو مقتدی کیا سنے اور جب مقتدی نہ تو کچھ سن رہا ہے اور نہ کچھ پڑھ رہا ہے تو اس کا

دماغ خالی ہے اب اس کے خیالات وہاں سے باہر اپنی دلچسپی میں جائیں گے اور نماز کا مقصد فوت ہوجائے گا جو نماز تقاضا کرتی ہے یعنی نماز برائیوں سے روکتی ہے متقی بناتی ہے وہ نہیں ہوگا کیونکہ اس نے کچھ سنا ہی نہیں نماز تنہا بھی درمیانی آواز سے پڑھنی ہے۔رکوع اور سجدے سے پہلے ایک بات اور

ل اس آیت کا شان نزول یہاں بھی لکھ دینا ضروری ہے۔حدیث نمبر ۱۸۲۵ بخاری صفحہ ۴۹۵ ابن عباسؓ نے کہا یہ آیت جب اتری جبکہ نبیؐ مکہ میں پوشیدہ تھے اور اسلام کی ابتدا تھی تو آپ نماز پڑھانے میں قرأت زور سے کرتے تھے تو جب اس کو شرک لوگ سنتے تو قرآن کو اور نازل کرنے والے اور جس پر نازل ہوا سب کو برا بھلا کہتے تھے۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ نہ ایسی آواز سے پڑھو جو شرک لوگ سن کر برا بھلا کہیں اور نہ ایسے آہستہ جو مقتدی نہ سن سکیں بلکہ درمیانی آواز سے پڑھو۔حدیث صاف الفاظ میں بتلا رہی ہے کہ نماز درمیانی آواز سے پڑھنی فرض ہے جو اللہ کا حکم ہے حکم الٰہی کے خلاف نماز نہیں ہونے کی۔

لکھ دوں جو آواز کے متعلق ہے کافی دنوں سے مولانا الیاسؒ نے ایک تبلیغ کا طریقہ چلایا تھا اور کسی حد تک اس سے عام مسلمانوں کو فائدہ بھی ہورہا ہے یہ طریقہ اس لئے چلا کہ جب مولانا صاحب نے مسلمانوں کی نماز سنی تو وہ غلط نکلی بوڑھے بوڑھے جو پکے نمازی تھے ہر وقت مسجد میں رہتے تھے۔اس بات کو سن کر مولانا صاحب کو بہت دکھ ہوا اور ہر مسلمان کو اس بات سے تکلیف ہونی چاہیے کہ ہماری نماز غلط ہے۔مولانا صاحب نے مسلمانوں میں ایک مرض تلاش کیا جب مرض مل گیا تو اس کا علاج ہونا بھی ضروری ہے مولانا صاحب نے اپنی فراست سے اس کا علاج بھی تلاش کیا جو ٹھیک حل ہے کسی حد تک وہ یہ کہ آدمی اپنے گھر سے کچھ دنوں کے لئے نکل جائے اور اپنی نماز درست کرلے اس طریقے سے عام آدمیوں کو کافی فائدہ ہوا مگر علم کی کمی سے وہ عام آدمی غلط فہمی میں مبتلا ہوگیا اور یہ سمجھنے لگا مجھ سے بڑا عالم عابد اور نہیں ہے اور ایک نئے فتنے کا آغاز ہونے کا امکان نظر آرہا ہے اور جس خانقاہت کو اسلام منع کرتا ہے آدمی کا رجحان ادھر کو ہورہا ہے۔

مولانا صاحب نے مرض ٹھیک تلاش کیا اور علاج بھی اس زمانے کے مطابق قریب قریب ٹھیک ہی تلاش کیا مگر اس بات کا پتہ نہ لگایا....کہ یہ مرض کیوں پیدا ہوا اگر اس کی وجہ کا پتہ لگایا جاتا اور اس کا صحیح علاج کیا جاتا تو آگے کے لئے اس مرض کی جڑ کٹ جاتی اور جو وقت اور پیسہ اس مرض کے علاج پر خرچ ہورہا ہے وہ دوسرے فلاحی کاموں میں خرچ ہوتا۔

اس مرض کے پیدا ہونے کی وجہ صرف چپکے سے نماز پڑھنا ہے اور اگر نماز آواز سے پڑھتے تو ہر آدمی کی غلطی پاس کا سننے والا جیسے حضورؐ نے سن کر اس آدمی کو بتلایا تھا کہ تیری نماز نہ ہوئی اسی طرح وہ سننے والا بتلا دیتا وہ نمازی اپنی غلطی کو سن کر شرمندہ ہوتا اور اپنے آپ ہی وہ جلدی سے اپنی نماز درست کرلیتا اور جماعت میں نماز پڑھتا۔کیونکہ وہاں یاد بھی ہوتی رہتی ہے جبکہ آواز آئے میرا اپنا

تجربہ ہے وہ نقصان یہ ہے جو ہم کو ہوا قرآن کے خلاف نماز پڑھنے سے یعنی ہماری نماز بھی درست نہیں جس کے لئے ہم اپنا قیمتی وقت اور پیسہ اب خرچ کررہے ہیں جو کسی اور کام میں خرچ ہوتا اب بھی ہم کو اپنا مرض جان کر صحیح علاج کرنا چاہیے۔اس زمانہ کی دو نماز یعنی ظہر اور عصر کی وہ بھی پڑھا سکتا ہے جو کچھ بھی نہ جانتا ہو صرف اس کی داڑھی لمبی ہو۔قرآن میں اور ارکان کے بارے میں کیا حکم ہے۔

سورہ الجن ۷۲ آیت ۱۷ تا ۱۹۔اور جو اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑے گا اس کا رب اسے سخت عذاب میں مبتلا کرے گا اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لئے ہیں لہٰذا ان میں اللہ کے سوا اور کو نہ پکارو اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کو پکارنے کے لئے کھڑا ہوا تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ان آیتوں سے قیام ثابت ہوا۔

سورۂ آل عمران ۳، آیت ۴۳۔اے مریم اطاعت کرتی رہو اپنے پروردگار کی اور سجدہ کیا کرو رکوع کیا کرو۔ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔

سورہ البقرہ آیت ۱۲۵،اور یہ کہ ہم نے اس گھر کعبے کو لوگوں کے لئے مرکز اور امن کی جگہ قرار دیا تھا اور لوگوں کو حکم دیا تھا کہ ابراہیم جہاں عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے اس مقام کو مستقل جاء نماز بنالو اور ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی تھی کہ میرے اس گھر کو طواف اور اعتکاف اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو۔

سورہ الفرقان ۲۵، آیت ۶۴، ۶۵۔اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام میں لگے رہتے ہیں اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھیے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے بیشک وہ جہنم بُرا ٹھکانہ اور بُرا مقام ہے۔

جو آیتیں میں نے لکھی ہیں قرآن میں ان کے علاوہ بھی نماز کے بارے میں بہت سی آیتیں ہیں ان کو کہاں تک لکھا جائے اتنی ہی کافی ہیں ماننے والوں کو نہ ماننے والے تو پورا قرآن بھی تسلیم نہیں کرتے۔قرآن سے اتنا زبردست ثبوت ہونے کے بعد بھی اگر کوئی یہ کہتا رہے کہ قرآن میں نماز کا ذکر اجمالاً ہے تفصیل کتب احادیث میں ہے۔تو اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا کہ اس کا دل بالکل کالا ہو چکا ہے اور وہ خدا تعالیٰ پر الزام لگاتا ہے کہ نماز جیسی بات کا اللہ نے قرآن میں طریقہ نہیں بتلایا اس طرح اللہ سے جنگ ہے اللہ ہر کسی کو اس ہٹ دھرمی سے محفوظ رکھے اور اپنی رحمت میں رکھے۔

اب میں پڑھنے والوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ان قرآنی آیتوں کو غور سے پڑھ کر اپنے عالموں سے سوال کریں کہ یہ کیا بات ہے۔کہ آپ کہتے ہیں کہ نماز کا ذکر قرآن میں اجمالاً ہے اور یہ

جاہل آدمی دعویٰ کررہا ہے کہ نماز کا ذکر قرآن میں تفصیل سے ہے اس جاہل نے جو آیات قرآن کی لکھی ہیں کیا وہ غلط ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس نے یہ آیتیں اپنی طرف سے بنا کر اپنی کتاب میں لکھ دیں ذرا ان کو قرآن سے ملا کر تو دیکھ لو کیا قرآن میں ہیں یا نہیں۔ اگر قرآن میں ہوں تو پھر ان عالموں سے سوال کرو یہ کیا بات ہے کہ آپ حضرات نے آج تک ہم کو اندھیرے میں رکھا اور ہماری نمازیں خراب کیں اگر میری بات غلط ہو تو مجھے سمجھا دو۔

ہاں جب آپ ان باتوں کو عالموں کے سامنے رکھیں گے تو وہ ضرور آپ کو پھر وہی گولی دیں گے کہ اس جاہل نے غلط کہا ہے بھلا قرآن میں یہ باتیں کہاں ہیں اور کون سمجھ سکتا ہے اس کو حضورؐ نے اس طرح کہا ہے اور اس سے ہی ہمارے فقیہ حضرات نے مرتب کیا ہے تو اسے ہی مانو۔ مگر ان سے ایک سوال اور کرنا کہ ہر عالم یہ تسلیم کرتا ہے کہ بات پہلے قرآن سے لی جائیں گی پھر حضورؐ کی سنت ہے اور حضورؐ نے کبھی قرآن کے خلاف کوئی بات نہیں کی پھر قرآن کی تفسیر قرآن کے خلاف کیسے کردیں گے اس بات پر زیادہ غور کرنا۔

جو طریقہ میں نے نماز کا لکھا ہے اس کو مولانا واجد علی خاں خلیفہ مفتی اعظم ہند بریلی نے تسلیم کیا ہے اور نے نہیں یہ تصدیق کرنے کے بعد ضروری ہو جاتا ہے کہ اگر یہ آیتیں قرآن کی ہوں اور ہیں تو اپنی نماز ان آیتوں کے تحت کرلیں تب ہی خیر ہے ورنہ نہیں۔

اس بحث کے بعد قیاس والے دو نکتے اٹھا سکتے ہیں ایک تکبیر کا دوسرا وضو غسل وغیرہ کے طریقے کا۔ اللہ نے منھ ہاتھ دھونے کو کہا ہے اور سر کا مسح کرنے کو کہا ہے پہلے ہاتھ دھو کر کلی کیوں کرتے ہیں یا غسل میں طریقہ نہیں بتلایا صرف غسل کرنے کو کہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے پاس حضورؐ کی سنت یعنی طریقہ بھی ہے یہ اس میں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی بھی آدمی کسی جاہل آدمی سے کہے کہ اپنا منھ دھو لو تو وہ اپنے ہاتھ ضرور دھولے گا اور کلی بھی کرے گا۔ ایسے ہی اگر کہو کہ نہا لو تو وہ ضرور پہلے ہاتھ دھوئے گا اور کلی بھی کرے گا اور پورے جسم پر پانی بھی ڈالے گا۔ جب ایک جاہل آدمی ایسا کرنے پر مجبور ہے عادتاً تو کیا وجہ ہے کہ حضور ایسا نہ کرتے اور ہر عقلمند آدمی ایسا ہی کرے گا۔ اور پرانے زمانے سے ہی ہر نبی نے ان باتوں کو بتایا ہے اور قرآن میں ہے حج کے بارے میں کہ جہاں سے اور آدمی لوٹتے ہیں وہاں سے تم بھی لوٹو اسی طرح غسل اور منھ دھونے کو جانو۔ ایسے ہی تکبیر کا معاملہ ہے کہ ہر کام کو کرنے کے لئے کوئی اشارہ ہوتا ہے۔ تو یہ نماز کے ارکان کرنے کے اشارات ہیں جو حضورؐ نے بتلائے ہیں۔ مگر ایسی باتوں کی آڑ میں پورے قانون ہی نہ بدلو جو قرآن

میں صاف ہیں ویسے نہ ماننے والوں کے لئے کتنا بھی لکھ دیا جائے وہ کبھی نہیں مانیں گے وہ ضرور اپنی رائے کو دخل دیں گے اور عقلمند انسان کے لئے تھوڑے لفظ ہی کافی ہوتے ہیں آخر میں نماز کے ارکان ایک جگہ کر دیے جائیں تو اچھا ہے۔

نشہ اور ناپاکی کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ غسل کر لو وضو بنا لو پانی نہ ہو تیمم کر لو اپنے کپڑے پہن لو جگہ پاک کرو۔ وقت کے ساتھ نماز پڑھو ادب سے کھڑے ہو جاؤ اذان پڑھو جماعت سے نماز پڑھو رکعت کی تعداد قیام اللہ کی پاکی الحمد پڑھنا قرآن پڑھنا آواز سے پڑھنا مقتدی کو خاموش رہنا سب رکعتوں میں قرآن پڑھنا رکوع سجدہ کرنا ان میں اللہ کی پاکی بیان کرنا تشہد درود شریف اور دعا پڑھنا وغیرہ وغیرہ اب اس کے علاوہ مجھے بتلاؤ نماز میں اور کیا ہوتا ہے۔ رکوع اور سجدے میں تسبیح پڑھنا۔ لیکن یہ یاد رہے جو درود اور تشہد اس وقت نماز میں پڑھی جاتی ہے وہ قرآن میں نہیں ہے قرآن کچھ اور ہے جس کو میں نے مفہوم القرآن میں اور صلوٰۃ الرسول میں لکھا ہے۔

زکوٰۃ

ہمارے یہاں سائل کو خاموش کرنے کے لئے علماء حضرات یہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ کا حکم قرآن میں ہے تعداد نہیں اس بات کو کسی حد تک تسلیم کیا جا سکتا ہے مگر قرآن کو دیکھنے سے یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ اپنے مال میں سے اللہ کی راہ میں دو اور حق داروں کو حق ادا کرو حق ادا نہ کیا تو یہ مال تمہارے لئے مصیبت ہو جائے گا اللہ کی راہ کیا ہے وہ یہ کہ غریب محتاج فقیر مسافر قیدی، قرابت دار اور جہاد پر جتنے بھی کام ہیں وہ سب قرآن میں درج ہیں ان میں خرچ کرو اور حقیقت یہ ہے کہ ضرورت مند کی ضرورت پوری ہونی چاہیے کتنا خرچ کریں وہ یہ ہے۔ ہنگامی حالات میں صدقات کے لئے کیا حکم ہے، ملاحظہ ہو۔

سورہ البقرہ آیت ۲۱۹، اور وہ لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کیا کریں آپ فرما دیجیے کہ جتنا آسان ہو اللہ اس طرح احکام کو صاف صاف بیان فرماتا ہے۔

سورہ البقرہ آیت ۲۷۳، ۲۷۴۔ خاص طور پر مدد کے مستحق وہ تنگ دست لوگ ہیں جو اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنی ذاتی کسب معاش کے لئے زمین میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے ان کی خودداری دیکھ کر ناواقف آدمی گمان کرتا ہے کہ یہ خوش حال ہیں تم ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو مگر وہ ایسے لوگ نہیں ہیں کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کچھ مانگیں۔ ان کی

اعانت میں جو کچھ مال تم خرچ کرو گے وہ اللہ سے پوشیدہ نہیں رہے گا۔ جو لوگ اپنے مال شب وروز کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں ان کا اجران کے رب کے پاس ہے اور ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا مقام نہیں۔

سورہ الفرقان ۲۵ آیت ۶۷۔ جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۲۶ تا ۲۹۔ اور دے قرابت دار کو اس کا حق اور مسکین اور مسافروں کو اس کا حق فضول خرچی نہ کر فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور اپنے رب کا ناشکرا ہے اگر ان سے تمہیں کترانا ہو اس بناء پر کہ ابھی تم اللہ کی اس رحمت کو جس کے تم امیدوار ہو تلاش کر رہے ہو تو انہیں نرم جواب دیدو، نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ لو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ تیرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

ان مندرجہ بالا حوالوں سے بخوبی عقل میں آجائے گا کہ زکوٰۃ سے اللہ کا کیا مطلب ہے وہ یہ کہ آدمی پیسہ کی کمی سے بھوکا نہ مرے اس کا انتظام مالدار آدمی کریں اگر ایسا نہ کیا تو وہ گنہ گار ہیں ادھر ضرورت مند کی ضرورت پورا کرنا ضروری ہے ادھر دینے والوں کو کیا حکم ہے وہ یہ کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو یا آسان ہو یا اعتدال کے ساتھ۔

اوپر ہنگامی زکوٰۃ یا صدقے کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ اب مستقل زکوٰۃ کے بارے میں لکھا جا رہا ہے۔

سورہ انفال آیت ۴۱۔ اور جان رکھو کہ جو مال ملے تم کو یا حاصل کرو جائز طریقے سے کسی بھی مد یا کسی بھی چیز سے جو تمہیں غنی کر دے تو اس میں سے پانچواں حصہ دو یعنی ۲۰٪ جو اللہ اور اس کے رسول کے لئے، اور رسول کے قرابت دار کے لئے، اور یتیم اور مسافر اور اللہ کی راہ کے لئے ہے۔ یعنی وہ پانچواں حصہ (۲۰٪) بیت المال میں جائے گا ایک بار جب مال آئے وہ کسی بھی مد سے یعنی تجارت سے کاشتکاری سے ملازمت سے بہر حال کسی بھی جائز مد سے آئے لفظ مِنْ شَيْءٍ ہے مِنْ حَرْبٍ یا مِنْ قِتَالٍ نہیں ہے اگر یہ لفظ ہوتے تو مان لیا جاتا کہ یہ صرف جنگ کے مال کا حکم ہے۔ مگر یہ لفظ ہر مد پر حاوی ہے اور جب مال آجائے اس کے آتے ہی ۲۰٪ دینا ہے ۸۰٪ باقی آدمی کا ہے پھر پوری زندگی میں اس باقی ۸۰٪ سے کوئی مطالبہ نہیں مگر ہنگامی حالات میں جیسا اس سے پہلے لکھا ہے اگر آتے ہیں تو

پھر اس ۸۰٪ میں سے بھی جو آسان ہو دینا ہوگا۔ یہ ہے زکوٰۃ کی تفصیل جو قرآن میں نظر نہیں آ رہی۔ اللہ ہم پر رحم کرے۔ پھر جان لیں مستقل زکوٰۃ مال میں ۲۰٪ ہے پہلی بار آنے پر ایسے ہی جب کھیتی کٹے گی اس کا بھی پانچواں حصہ فوراً دینا ہے باقی انسان کا، اس کے علاوہ اگر انسان زیادہ بھلائی کرنا چاہے تو اللہ قدر دان ہے اگر اس ۲۰٪ سے کام نہیں چلتا تو پھر حکومت ہر سال اپنا بجٹ بناتی ہے اس وقت اگر ضرورت پڑتی ہے تو ہنگامی حالات کے لئے صدقات کا مطالبہ کرسکتی ہے اور اس وقت جو آسان ہوگا دینا ہوگا مطلب ہے ضرورت کا پورا ہونا کبھی سنت ابوبکرؓ سامنے ہوگی تو کبھی عمرؓ و عثمانؓ۔ قرآن میں ہر ضروری چیز یعنی مسئلہ کی تفصیل ہے ایسا نہیں کہ اللہ نے کسی چیز کی تفصیل نہ بتائی ہو اور وہ ضروری ہو چونکہ زکوٰۃ ضروری ہے اس لئے اس کی تفصیل بھی ضرور ہونی چاہیے۔ سورہ یوسف آیت ۱۱۱۔ ان کے قصے میں عقل مندوں کے لئے عبرت ہے۔ یہ ایسی بات نہیں ہے جو بنائی گئی ہو بلکہ جو اس سے پہلے کتابیں ہیں ان کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اور ہر چیز کی تفصیل کرنے والا اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

حکومت بجٹ بناتے وقت ٹیکس بڑھاتی ہے اور آمدنی بڑھنے پر ٹیکس پر چھوٹ بھی دی جاسکتی ہے یہ ہر سال ہوتا ہے اس میں ایک فیصد سے بھی کام چل سکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے پچاس فیصد لگایا جائے اور کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ حکومت کو ضرورت ہو صد فی صد کی اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے اور اللہ نے یہ بھی منع کردیا ہے کہ تم اپنی حکومت الگ الگ کرلو ایک حکومت ہوگی ایک بیت المال ہوگا ایک امیر ہوگا اور ہر سال امیر حکومت اپنے خرچ اور آمدنی کا حساب لگا کر مالداروں سے کہے گا کہ اس سال صدقات میں یہ دینا ہوگا وہ کتنی تعداد سے بھی ہوسکتا ہے کبھی کبھی ہمیں حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ کے طریقے پر بھی عمل کرنا ہوگا جیسے انہوں نے جنگ غزوہ تبوک میں کیا۔

زکوٰۃ کے بارے میں کچھ اور وضاحت پیش ہے وہ یہ کہ قرآن سے یہ ثابت ہے کہ جو شریعت محمدؐ کو دی گئی ہے وہی شریعت پہلے نبیوں کی تھی۔ سورۃ شوریٰ ۴۲، آیت ۱۳۔ اللہ نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا اس نے نوحؑ کو حکم دیا تھا اور (اے محمدؐ) یہ وہی دین ہے جس کی ہم نے تمہاری طرف وحی کی ہے اور یہی حکم ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ کو دیا گیا تھا کہ اسی دین کو قائم کرو، اس میں کسی طرح کا تفرقہ نہ ڈالنا.......... قرآن میں یہ بھی ہے کہ جو پہلی کتابوں میں تھا وہی قرآن میں ہے۔

غزوہ تبوک

آنحضرتؐ نے مدینہ میں تمام صحابہ کو تیاری کرنے اور شریک لشکر ہونے کا حکم دیا تھا ساتھ ہی زادِراہ سواری اسلحہ جنگ کے لئے روپیہ کی زیادہ ضرورت تھی اس لئے چندہ کی بھی اپیل فرمائی تھی منافقین نے لوگوں کے بہکانے اور مسلمانوں کے لئے مشکلات پیدا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ حضرت عثمان غنیؓ اپنا مال تجارت شام کی طرف روانہ کرنے والے تھے انہوں نے تمام وہ سامان لشکر کی تیاری کے لئے چندے میں دیدیا جس کی مقدار نوسواونٹ اور سوگھوڑے مع سازو براق اور ایک ہزار دینار طلائی تھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے گھر کا تمام مال واسباب لاکر چندہ میں دیدیا اور کہا کہ بال بچوں کو خدا کے سپرد کر آیا ہوں حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے مال و اسباب میں سے نصف راہِ خدا میں لاکر دیدیا اور نصف اہل وعیال کے لئے چھوڑا جو لوگ بہت غریب تھے اور محنت مزدوری سے گزر کرتے تھے انہوں نے بھی بڑی دلیری سے جو کچھ ان سے ہوسکا لالاکر جمع کردیا۔ (تاریخ اسلام اکبر شاہ خاں نجیب آبادی)

مگر ہم کو ہر بات پر غور کرنا ضروری ہے کہاں قرآن کا کیا حکم ہے اور کیوں۔ ہر بات کو آنکھ بند کر کے مان لینا عقل کا کام نہیں ہے۔ ادھر علماء حضرات کا کام بھی ہے کہ وہ قرآن کی صحیح تعلیم سے عوام کو جان کاری دیں بھلے ہی کتنے ہی عالموں کا انکار ہوتا ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ قرآن کے انکار سے اور اس کی تعلیم کے انکار سے فرق پڑتا ہے۔ اگر راستہ صحیح نہ کیا تو آگے آنے والا نوجوان آپ سے ایک دم بغاوت کردے گا کیونکہ اب انسان میں غور کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے اندھی تقلید سے وہ بیزار ہے۔ جیسے عیسائیوں نے اپنے پادریوں سے بغاوت کردی سیاست اور مذہب الگ الگ ہو گئے پادری صرف مذہب کے ٹھیکیدار رہ گئے ان کا مطلب سیاست سے کچھ نہیں عیسائیوں کو جو دل میں آتا ہے کرتے ہیں ان کا مذہب سے کوئی مطلب نہیں لیکن اسلام میں دین اور سیاست ایک ہیں اور زکوٰۃ کا طریقہ بھی دین کا اہم رکن ہے اس کو اس طریقہ پر وصول کیا جائے گا اور دیا جائے گا جیسے حضورؐ یا خلفاء راشدین وصول کرتے تھے یا پہلے نبیوں نے کیا تھا ایک بیت المال تھا سب سے وصول کر کے وہاں جاتا تھا اور وہاں سے ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری ہوتی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کوئی بھی غریب نہ رہا اور سب زکوٰۃ دینے والے بن گئے اور وہ زکوٰۃ کا پیسہ دوسرے فلاحی کاموں میں خرچ ہونے لگا لیکن آج دیکھیے چاروں طرف مسلمان ہی غریب ملے گا۔ اگر زکوٰۃ بھی دی جاتی

ہےتو وہ اسلامی اصول کے خلاف وصول کر کے خرچ کی جارہی ہے حق دار کو حق نہیں مل رہا اللہ رحم کرے۔اس کے بعد چوری پر لکھا جارہا ہے۔

سابق نبیوں کا زکوٰۃ کے بارے میں کیا طریقہ تھا ملاحظہ ہو۔پھر حضرت یوسفؑ نے سخاوت معاملہ ومظاہرہ فرمایا کہ ان کی زمین واپس کر دیں اوران کو خود بھی اس شرط ومعاہدہ پر رہاو آزاد کر دیا گیا، جو کچھ وہ کمائیں گے ان کا پانچواں حصہ مملکت مصر کا ہوگا پھر بعد میں بھی یہ اہل مصر میں رسم جاری ہوگئی کہ مصر کی مملکت میں اہل مصر اپنی کمائی کا پانچواں حصہ دیتے تھے اور ثعلبی حکایت فرماتے ہیں کہ

ل حضورؐ نے فرمایا کہ اے بیت المال میں نے تجھے حق کے ساتھ بھر دیا اور حق کے ساتھ خالی کر دیا اس لئے پہلے زکوٰۃ وصدقات بیت المال میں ایک جگہ جمع ہوتے ہیں یا ہر جگہ کا حساب مرکز میں جانا چاہیے اور پھر مرکز اس کو خرچ کرے گا ایک جگہ رہ کر الگ الگ نہیں۔

یوسفؑ ان سالوں میں پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں کھاتے تھے تا کہ کہیں بھوکوں فاقہ زدوں کو نہ بھول جائیں بلکہ سارے دن میں صرف دوپہر کے وقت ایک مرتبہ کھانا تناول فرماتے تھے اور وہ بھی سیر نہ ہوتے تھے اسی وجہ سے اس وقت سارے بادشاہ بھی آپ کی اقتداء کرتے تھے۔(قصص الانبیاء اُردو ازعلامہ عمادالدین ابن کثیرؒ قصہ یوسفؑ ۳۰۰)

چوری کا بیان

سورہ مائدہ ۵ آیت ۳۸۔اور چور خواہ عورت ہو یا مرد دونوں کے ہاتھ کاٹ دو ۶۰ یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا ہے۔

تفسیر مولانا مودودیؒ ۶۰ دونوں ہاتھ نہیں بلکہ ایک ہاتھ پہلی چوری پر سیدھا ہاتھ کاٹا جائے گا۔سرقہ کا اطلاق صرف اس فعل پر ہوتا ہے کہ آدمی کسی کے مال کو اس کی حفاظت سے نکال کر اپنے قبضہ میں کر لے۔ایک ڈھال کی قیمت سے کم کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور معتبر روایات کی رو سے نبیؐ کے عہد مبارک میں ڈھال کی قیمت دس درہم ہوتی تھی اور اس زمانہ کے درہم میں ۳ ماشہ ۱ ۱/۵ رتی چاندی ہوا کرتی تھی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہ دی جائے گی مثلاً پھل ترکاری کی چوری کھانے کی چوری حقیر چیزوں کی چوری پرندے کی چوری بیت المال کی چوری۔مطلب یہ ہوا کہ اس طرح کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ سب چوریاں معاف ہیں۔

تفسیر شیعہ۔اگر چوتھائی دینار سے کم کی چوری ہو تو حاکم کی تجویز پر کوئی دوسری سزا ہوگی اور

اگر اس سے زیادہ ہوتو داہنے ہاتھ کی انگلیاں کاٹی جائیں گی۔

تفسیر شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ۔ یہ بات تو ان کی عادت دیکھنے سے قطعاً معلوم ہوتی ہے کہ ایک دو مٹھی اناج یا کسی قدر چھوہارے یا ایک دو انگور کے خوشہ ان کے یہاں ایسا مال نہ سمجھا جاتا تھا کہ جس کے چھین کر لے جانے کو چوری کہا جائے ایسی قلیل چیزوں کو اجازت بے اجازت لے کر کھالیا کرتے تھے پس اس مقدار کا اندازہ امام ابوحنیفہؒ و ثوریؒ نے بعض احادیث واقوال صحابہ اور ان کے معاملات پر غور کر کے دس درہم قرار دیا ہے۔ اس قدر جو چرائے گا تو یہ سزا پائے گا اس سے کم کی چوری پر سزا نہیں دی جائے گی۔

قرآن کی آیت اور تفسیر پر غور کرلیا جائے تو فرق ملتا ہے کھانے پینے کی چیزوں کو چھوڑ کر دوسری چیزوں پر غور کیا جائے وہ یہ کہ ڈھال کی قیمت سے کم پر یا بیت المال کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی جب یہ قانون شریعت ہوگیا تو یہ جان کر ہر چور دس درہم چاندی سے کم کی چوری کرے گا اور اگر اس میں ہمت ہوگی تو بیت المال یعنی بینک میں چوری کرے گا جہاں پر بہت روپیہ ہوتا ہے اور ایک بار کی چوری میں اس کا کام ٹھیک بن گیا اور سزا سے بھی بچ گیا ہاتھ کٹنے سے اگر حکومت اس کو دوسری سزا دیتی ہے تو وہ اپیل کردے گا کہ قرآن میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنے کی ہے دوسری نہیں اور بیت المال کی چوری پر ہاتھ کٹنے کی سزا معاف ہے تو کیوں آپ نے یہ سزا دی۔ اور اگر کسی دوسری چوری پر اس کو سزا ملتی ہے تو وہ کیا کرے گا؟ کہ اگر وہ سنّی ہے اور سنّی مذہب میں چور کا ہاتھ پہونچے تک یا پورا ہاتھ کٹتا ہے مقدمہ قاضی کے پاس پہنچ چکا ہے تو فوراً یہ کہے گا کہ میں شیعہ ہوں اور اس پر اس کا پورا ہاتھ نہ کٹ کر صرف انگلیاں ہی کٹ جائیں گی۔ پتہ نہیں حضورؐ نے چور کو کونسی سزا دی تھی اللہ تو کہتا ہے کہ چور کے ہاتھ کاٹ دو اس کے تحت تو حضورؐ نے ضرور چور کا ہاتھ کاٹنے کو کہا ہے مگر آج تک ہم یہ بھی فیصلہ نہ کر سکے کہ ہاتھ کہاں تک ہوتا ہے کیا ہاتھ صرف انگلیوں کو کہتے ہیں یا گٹہ تک ہاتھ ہے اتنے پر بھی دونوں فرقے اکڑتے ہیں کہ ہمارے پاس جو ہے وہی حضورؐ کا فرمان ہے۔ دوسرے پر غلط یہ فیصلہ بھی ہونا چاہیے کہ حضورؐ کا فرمان صحیح کونسا ہے اور اگر دیکھا جائے تو ہاتھ کی تعریف اللہ نے کردی ہے وہ یہ کہ تم وضو میں اپنا منھ کا غسل کرو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اس فرمان سے تو یہ ثابت ہورہا ہے کہ ہاتھ کہنیوں تک ہے مگر اس کے باوجود علماء کی بات کو ہی مان لیا جائے تو بھی اتفاق سے ہونا چاہیے کوئی کہتا ہے صرف انگلیاں ہاتھ ہے جبکہ انگلیوں کو عربی میں اصبع۔ اصابع کہتے ہیں اور آیت میں لفظ ہے فَاقْطَعُوا اَيْدِيَهُمَا۔ کاٹو ہاتھ۔ اگر انگلیوں کا حکم ہوتا تو لفظ اصابع ہوتا کوئی

کہتا ہے گٹے تک ہاتھ ہے مگر اللہ کہنی تک ہاتھ بتلاتا ہے عام زبان میں بھی اگر کہا جاتا ہے کہ گز میرے دو ہاتھ کا ہوتا ہےتو اس سے بھی مراد کہنی تک ہے مگر اتنے پر بھی اتفاق تو ہو گیا ہے اس پر بھی غور کرو اللہ کیا کہتا ہے اور فقہی قانون کیا ہیں ۔ قانون اللہ کا ٹھیک ہے ۔ بہت سے علاقوں میں زمین گز کے حساب سے بیچی جاتی ہے اور بہت علاقوں میں ہاتھ کے حساب سے وہاں پر ہاتھ کا اطلاق کہنی تک ہی مانا جاتا ہے ۔

زنا

اب زنا کو دیکھنا ہے اس میں کیا ہے ۔

سورہ النور ۲۴ آیت ۲ ۔ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اگر تم خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو ۔ حکم خدا کے نافذ کرنے میں تم کو ان کے بارے میں کسی طرح کا ترس کا لحاظ نہ ہونے پائے اور ان دونوں کی سزا کے وقت مومنین کی ایک جماعت کو موجود رہنا چاہیے ۔

تفسیر شاہ رفیع الدینؒ و حضرت تھانویؒ صاحب ۔ اس صورت میں جو احکام ہیں ان میں کا پہلا یہ حکم ہے کہ بدکار عورت یا مرد بن بیاہے ہوں اور چار گواہوں سے یا اقرار سے ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو ان کے سو کوڑے مارو اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر ان کی بدکاری حد سے تجاوز ہو تو حاکم اپنی رائے سے ان کو جلاوطن بھی کر سکتا ہے مگر ایک برس کے لئے دیس نکالا حاکم کی رائے پر موقوف ہے خواہ وہ نکالے یا نہ نکالے ۔ یہاں تک بن بیاہے ع بدکاروں کا ذکر ہوا ۔ اگر بیاہے ہوئے مرد عورت بدکاری کریں تو اس کا حکم سنگسار ع کرنے کا ہے ۔

تفسیر مولانا مودودیؒ: زنا کے متعلق ابتدائی حکم سورہ نساء آیت ۱۵ ۱۶ میں گزر چکا ہے اب اس کی یہ قطعی سزا مقرر کر دی ہے یہ سزا اس صورت کے لئے ہے جبکہ زانی مرد یا عورت غیر شادی شدہ ہوں قرآن پاک میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے جیسا کہ سورہ نساء آیت ۲۵ سے معلوم ہو گیا ہے اور بکثرت احادیث حضورؐ اور خلفاء راشدین کی عملی سنت اور اجماع امت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ شادی شدہ ہونے کی صورت میں زن کی سزا رجم ہے ۔

سورہ نساء آیت ۲۵۔اور جو شخص تم میں سے اتنی قدرت نہ رکھتا ہو کہ عفیفہ پاک دامن آزاد عورتوں سے نکاح کر سکے اسے چاہیے کہ تمہاری ان مملوکات میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرے جو تمہارے قبضہ میں ہوں اور مومنہ ہوں اللہ تمہارے ایمانوں کا حال خوب جانتا ہے تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو لہٰذا ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کرو اور معروف طریقے سے ان کے مہر ادا کر دو تا کہ وہ حصار نکاح میں محفوظ ہو کر رہیں۔ آزاد شہوت رانی نہ کرتی پھریں اور نہ

حاشیہ صفحہ ۲۳۲ کا:

۲ کیا بن بیاہے کا لفظ قرآن کی اس سورۃ یا دوسری سورۃ میں ہے؟

۳ کیا قرآن میں سنگسار کا لفظ آیا ہے کہ بیاہے کو سنگسار کرنا ہے؟

ہی چوری چھپے آشنائیاں کریں پھر جب وہ حصار نکاح میں محفوظ ہو جائیں اور اس کے بعد کسی بد چلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر ان کی سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو پاک دامن عفیفہ اور آزاد شادی شدہ عورتوں کے لئے مقرر ہیں یہ سہولت تم میں ان لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے جن کو شادی نہ کرنے سے بند تقویٰ کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

سورہ نور کی آیت پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زانی کی سزا سو کوڑے ہے اس میں شادی شدہ یا غیر شادی شدہ کی قید نہیں صرف لفظ زانی ہے مگر تفسیر میں قید ہے کہ شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے گا یعنی پتھر مار کر ختم کیا جائے گا ایک تفسیر میں سورہ نساء آیت نمبر ۲۵ کی طرف اشارہ ہے سو وہاں بھی کہیں پتھر کا نام نہیں نہ اشارہ ہے صرف وہاں پر مملوکات کا ذکر ہے کہ مملوکات سے نکاح کرو۔ اگر وہ مملوکات نکاح کے بعد زنا کرے تو اس کو سزا آزاد شادی شدہ عورت سے آدھی ہو گی یعنی ۵۰ کوڑے پھر یہ رجم کی سزا کہاں سے آ گئی اگر کھینچ تان کر کے رجم کی سزا کو تسلیم بھی کر لیا تو بتلاؤ پتھروں کی تعداد تو لکھی نہیں کہ اس کے دو سو پتھر یا سو پتھر یا چار سو پتھر کی آدھی سزا دی جائے گی تعداد تو صرف کوڑے کی ہے یعنی سو کوڑے اور اس کے آدھے ۵۰ کوڑے اس طرح دیکھنے سے بھی بات کوڑوں پر آ کر رکتی ہے پتھر صاف ہوتے ہیں پھر یہ رجم کیا ہے اللہ تو کہتا ہے زانی کو سو کوڑے مارو اور انسان کہتا ہے کہ پتھر مار کر ہلاک کرو۔ یہ کیا بات ہے۔

بات صرف یہ ہے کہ حدیث میں جو میں پہلے لکھ آیا ہوں جس میں کہا گیا ہے کہ آیت رجم نازل ہوئی تھی مگر اب قرآن میں نہیں تو اس حدیث کو سچ ثابت کرنے کے لئے یہ سزا مقرر کی گئی ہے اگر وہ آیت نازل ہوئی تھی تو کیوں نہ حضرت عمرؓ نے قرآن میں لکھوا دی جبکہ قرآن بقول امام بخاری

کے حضرت عمرؓ کے کہنے سے حضرت ابوبکرؓ نے جمع کرایا تھا جبکہ قرآن خود حضورؐ ہی اپنی زندگی میں جمع کرا کے رخصت ہوئے تھے یہ ایک الزام ہے قرآن پر کہ قرآن میں کچھ لکھنے کو رہ گیا ہے مگر ایسا کچھ نہیں نہ آیت رجم نازل ہوئی تھی اور نہ ہی کسی نے اس پر عمل کیا۔

قرآن میں ۱۰۰ کوڑے والا حکم مسلمانوں کو دیا ہے اس کے متعلق جب میں نے عالم صاحب سے معلوم کیا کہ جب حضرت عمرؓ خود فرما رہے تھے کہ آیت رجم نازل ہوئی تھی اور حضورؐ نے عمل کیا ہم نے عمل کیا مگر اب قرآن میں نہیں تو انھوں نے کیوں نہ لکھ دی۔ تو جواب دیا کہ حضرت عمرؓ کو گواہ نہ ملے صرف وہ خود ہی گواہ تھے اگر گواہ ہوتے تو ضرور وہ آیت لکھ دی جاتی۔ میں نے سوال کیا کہ اس روایت میں لفظ ہم ہے ہیں نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ حضورؐ کے عمل کو کسی گواہ کی ضرورت نہیں وہ خود ہی گواہ ہیں ان کے عمل کو سب صحابہ نے دیکھا تھا پھر کیوں نہ لکھ دی ان سے زیادہ اور کون گواہ ہو سکتا ہے اور اگر گواہ ان کے لئے ضروری ہے تو بتلاؤ وحی نازل ہوتے وقت کتنے گواہ ہوتے تھے۔ اللہ ان کے سامنے سنا کر وحی نازل کرتا ہو۔ ظاہر ہے کہ وحی حضورؐ پر نازل ہوتی تھی کوئی گواہ نہیں صرف حضورؐ کی زبان ہی گواہ ہے اور اس کو ماننا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس سے انکار پر کافر ہو جاتا ہے انھوں نے پھر بھی گواہ والی بات ہی دہرائی پھر میں نے کہا کہ جب حضرت عمرؓ کو یقین تھا کہ آیت رجم نازل ہوئی تھی اور اس پر عمل ہوا اور ہونا ہے تو پھر انھوں نے اپنے لڑکے کو کیوں کوڑے مارے سنگسار کیوں نہ کیا۔ بہر حال ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے اتنے بار جھوٹ بولو کہ وہ سچ ہو جائے اللہ رحم کرے۔ دوسری بات تفسیر میں یہ ہے کہ زانی کو حاکم وقت ایک سال کے لئے جلاوطن بھی کر سکتا ہے۔ یہ کہاں سے لیا۔ کیا اللہ کا قانون قرآن ادھورا ہے یا کوئی اور نبی ہے جس نے یہ قانون رائج کر دیا۔ ہاں ایک کتاب اور دیکھو جو فتاویٰ عالمگیری کے نام سے مشہور ہے اور مستند ہے اس میں لکھا ہے۔

اور اگر کوئی سریہ دارالحرب میں داخل ہوا اور ان میں سے کسی مرد نے وہاں زنا کیا تو اس پر حد جاری نہ ہو گی اور اس طرح امیر لشکر حدود قصاص کو جاری نہ کرے گا۔ یہ کافی میں بھی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۲۶۶ لائن ۹۔۱۰ جلد سوم۔

ایسے امام المسلمین جس کے اوپر امام نہیں اگر ایسی بات کرے جس سے حد واجب ہوتی ہو جیسے زنا و سرقہ شراب خواری و قذف تو اس سے مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری اردو جلد سوم صفحہ ۲۷۰ ترجمہ مولوی امیر علی کا ہے مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

اللہ تو کہتا ہے کہ چور کے ہاتھ کاٹو اور زانی کے سو کوڑے مارو۔ مگر مفتیان کرام کہتے ہیں

کہ یہ کام نہیں کیے جائیں گے۔ اس طرح کے فتووں سے مسلمان گناہ کی طرف راغب ہوں گے۔ اور جب مسلمانوں کا امام بھی ایسے کام کرتا ہے اور کوئی سزا نہیں دی جاتی تو کیا اللہ خوش ہوسکتا ہے۔ اللہ نے گناہ کو بالکل منع کیا اور علماء حضرات اس طرح سے لکھ رہے ہیں تو ضرور گناہ ہوں گے اور اللہ ضرور ناراض ہوگا۔ دوسری تحریر بھی پڑھنے کے لائق ہے اور گناہ کرنے کے لئے ہر جھنڈی ہے۔

کتاب آثار امام تالیف عبدالحفیظ رحمانی گدی واڑہ دیوبند۔

العالم والمتعلم ابو مقاتل کا امام ابو حنیفہ سے مذاکرہ صفحہ ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴۔

''ابو مقاتل۔ واللہ اس بہتر طریقہ پر اور کوئی کیا سمجھائے گا قیاس اور انطباق۔ قیاس اس کو کہتے ہیں تو یہ فرمایئے کیا مومن ارتکاب کبیرہ سے اللہ کا دشمن ہو جاتا ہے۔

ابو حنیفہ مومن خواہ کتنا بھی کبیرہ کا ارتکاب کرے خدا کا دشمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ توحید کا دامن نہ چھوڑ دے کیونکہ دشمن کو دشمن سے بغض ہوتا ہے۔ وہ کبھی اسے اپنا سمجھنے کے لئے آمادہ نہیں ہوسکتا یہ سچ ہے کہ مومن کبھی مرتکب کبیرہ ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود باری تعالیٰ ہی اسے سب سے زیادہ محبوب رہتے ہیں اس کا تجربہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک گناہ گار سے اگر یہ کہا جائے کہ تم سچے دل سے کافر ہو جاؤ خدا پر افترا پردازی کرو ورنہ نذر آتش کر دیئے جاؤ گے تو ان شاءاللہ مجھے اس کے ایمان پر بھروسہ ہے کہ وہ آگ میں جل جائے گا مگر دل سے کافر نہ ہو سکے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ اللہ کو سب سے زیادہ محبوب و مقصود سمجھتا ہے اور اس کا عملی مظاہرہ بھی کر سکتا ہے۔

ابو مقاتل۔ بجا ارشاد ہوا لیکن اگر اس مومن کو اللہ تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں تو نافرمانی کیوں کرتا ہے کیا ایسا کر سکتا ہے کہ کسی ذات کو اپنے لئے سب کچھ سمجھتا ہے اور پھر اس کے اوامر سے روگردانی کرتا ہے۔

ابو حنیفہ۔ ہاں ایسا ہوتا ہے بیٹے کو باپ سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی۔ پھر بھی نافرمانی کرتا ہے اس طرح مومن کو اللہ نافرمانی کے باوجود سب سے زیادہ محبوب ہیں اور معاصی کا ارتکاب تو خواہشات کے غلبہ کی وجہ سے کرتا ہے اس کی مثال ایک اور طرح سمجھو کہ ایک شخص بادشاہ کا خادم ہے یا گورنر ہے کسی جرم کی وجہ سے بادشاہ اسے معزول کر دیتا ہے عبرتناک سزا دیتا ہے لیکن اگر پھر عہدہ پر بحال کر دیا گیا تو وہ ہی حرکت کرے گا حالانکہ سب کچھ جانتا ہے۔ دیکھو عورت کے لئے ولادت سے زیادہ کیا تکلیف ہوسکتی ہے پھر بھی اس سے فراغت کے بعد بچے کی خواہش کرتی ہے۔

ابو مقاتل ٹھیک ہے بشریت کی وجہ سے کتنے عابد اور متقی مغلوب ہو گئے۔ سیدنا آدم و داؤد پر

بھی بشریت کا غلبہ ہوا لیکن مجھے اس مومن کے بارے میں بتلایئے جو عذاب کو خوب جانتا ہے کیا یہ بھی معصیت کا ارتکاب کر سکتا ہے۔

ابو حنیفہ۔ ہاں عذاب اور سزا کو جانتے ہوئے ارتکاب کر سکتا ہے لیکن اس کے دو باعث ہیں۔ ایک تو اسے امید رہتی ہے کہ بخشش ہو جائے گی دوسرے یہ کہ وہ بیماری اور موت سے پہلے توبہ کر لے گا۔

ابو مقاتل۔ تو کیا کوئی شخص ایسی حرکت کر سکتا ہے کہ جس کا انجام بد اس کو قطعی طور پر معلوم ہو۔

ابو حنیفہ۔ ہاں کر لیتا ہے بسا اوقات انسان سمجھتا ہے کہ یہ کھانا یہ پینا یہ قتال اور دریا میں اترنا نقصان دہ ہے پھر بھی اقدام کرتا ہے اگر دریا میں کودنے والے کو غرق سے نجات کی امید نہ ہوتی جنگ کرنے والے کو غلبہ پانے کا یقین نہ ہوتا تو دریا میں کودنے اور جنگ میں شرکت کا اقدام کبھی بھی نہ کرتا۔

ابو مقاتل۔ بالکل درست فرمایا میرے ساتھ بھی اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں کہ میں سمجھ لیتا ہوں یہ کھانا میرے لئے نقصان دہ ہے پھر بھی کھا لیتا ہوں اور بعد میں پچھتاتا ہوں اور ہمیشہ کے لئے عہد کر لیتا ہوں کہ اب ایسا نہ کروں گا لیکن پھر جب سامنے آتا ہے تو صبر نہیں ہو پاتا۔"

یہ تو رہا مذاکرہ اس کے بعد وہ بھی پڑھو جو امام ابو حنیفہ کے بارے میں لکھا ملتا ہے۔ امام صاحب کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ ایک بار ایک کپڑا داغدار آ گیا اس کپڑے کے بارے میں امام صاحب اپنے شریک کو یہ بتلا کر کہیں چلے گئے کہ جب اس کپڑے کو فروخت کرو تو عیب بتلا کر فروخت کرنا۔ مگر شریک بھول گیا اور وہ کپڑا پوری قیمت میں فروخت ہو گیا اور سارا مال فروخت ہو گیا۔ جب امام صاحب آئے اور معلوم کیا کہ اس کپڑے کا عیب بتلا دیا تھا تو معلوم ہوا کہ نہیں۔ تو امام صاحب بہت پریشان ہوئے اور خریدنے والے کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملا آخر یہ فیصلہ ہوا کہ اس پورے کپڑے کی قیمت ہی صدقہ کر دی جائے اس لئے کہ وہ پورا مال مشکوک ہو گیا اور امام صاحب کوئی مشکوک مال کھانا نہیں چاہتے تھے یہ بڑی ہی اونچی بات ہے۔ جو اللہ سے ڈرنے والوں کو کرنی چاہیے اور ہر وقت اللہ سے ڈرنا چاہیے جس کا ثبوت امام صاحب نے دیا۔ اس کے بعد اللہ کا فرمان بھی دیکھ لیا جائے جو کتاب اللہ میں درج ہے۔

سورہ البقرہ۔ آیت ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم ایمان لائے ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اب بھی توبہ کر لو

اور سود چھوڑ دو تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے حقدار ہو نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے تمہارا قرضدار تنگ دست ہو تو ہاتھ کھلنے تک اسے مہلت دو اور صدقہ کر دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ اس دن کی رسوائی اور مصیبت سے بچو جبکہ تم اللہ کی طرف واپس ہو گے۔ وہاں ہر شخص کی کمائی ہوئی نیکی یا بدی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر ظلم ہرگز نہ ہوگا۔

سورہ النساء آیت ۱۷، ۱۸۔ ''ہاں یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہیں لوگوں کے لئے جو نادانی کی وجہ سے کوئی بُرا عمل کر گزرتے ہیں اور جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے والا اور حکیم و دانا ہے مگر توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو برے کام کیے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے اس وقت وہ کہتا ہے اب میں نے توبہ کی اور اس طرح توبہ ان لوگوں کے لئے بھی نہیں ہے جو مرتے دم تک کافر رہے ہیں ایسے لوگوں کے لئے تو ہم نے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔''

ابو مقاتل اور ابو حنیفہ کا مذاکرہ پڑھنے کے بعد ہر آدمی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ آدمی کبیرہ گناہ کرنے کے بعد بھی مومن رہتا ہے اور وہ اللہ کا دشمن نہیں ہو سکتا اسے یہ امید ہوتی ہے کہ اللہ بخش دے گا یا موت سے پہلے توبہ کر لے گا اور آدمی سے گناہ ہونے ضروری ہیں جیسی مثالیں دیں ہیں کیا اللہ نے ضمانت دے دی ہے کہ میں ضرور بخشوں گا۔ یا کسی کو یہ پتہ ہے کہ میری موت کب آئے گی موت سے پہلے میں ضرور توبہ کر لوں گا ہو سکتا ہے وہ آدمی گناہ کر رہا ہو اور موت آ جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایک دم مر جائے مگر امام صاحب کچھ اور ہی فرما رہے ہیں اور قانون بھی کچھ اس طرح کے ہی بنا رکھے ہیں جن میں گناہ کرنے کی کافی چھوٹ مل گئی۔ ان باتوں سے مسلمان ضرور گناہ کرے گا کیونکہ ہمارے امام صاحبؒ ہی ایسا فرما رہے ہیں تو ضرور یہ بات ٹھیک ہے اور امام صاحب نے خود یہ بات قرآن سے ہی کہی ہے۔ امام صاحب ہر بات قرآن و سنت سے کہتے ہیں اپنی رائے سے نہیں اور صحابۂ کرام کے فرمان اور عمل سے تو گویا یہ سب باتیں اس طرح کرنی جائز ہیں اور گناہ ہونے ضروری ہیں۔

مگر ان باتوں سے مسلمان اللہ کا دشمن ہوتا جا رہا ہے اس کی دنیا بھی خراب ہو رہی ہے اور آخرت بھی۔ اور مسلمان کو خبر ہی نہیں کیونکہ وہ تو بیچارہ بے قصور ہے اس کو تعلیم ایسی دی ہے اور وہ اس کو صحیح مان کر کر رہا ہے اس کے خلاف کرنے سے اس کو خوف ہے کہ میں اسلام سے خارج ہو جاؤں گا کیونکہ امام صاحب کی تعلیم کو ماننے والا ہی مسلمان ہے باقی سب اسلام سے خارج اور منکر حدیث منکر

رسول ہیں۔جان بوجھ کر گناہ کرنے والا اصل مومن اللہ کا دوست رسول کا دوست ہے۔مگر حقیقت یہ ہے کہ مومن سے کبھی غلطی نہیں ہوتی مومن ہر وقت اپنے اللہ کو حاضر ناظر مان کر ڈرتا رہتا ہے۔اس کو یہ خوف رہتا ہے کہ اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے اور اس گناہ کا جواب ضرور دینا ہوگا اور اگر کبھی بھولے سے گناہ ہو جاتا ہے تو وہ فوراً توبہ کر لیتا ہے اور ہمیشہ اس گناہ پر شرمندہ رہتا ہے اور آگے کو ہر گز گناہ کے پاس نہ جائے گا اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور گناہ کرنے سے باز نہ آیا تو وہ اللہ کا دشمن ہے اور اس سے اللہ اور رسول کی جنگ ہے۔جنگ دشمن سے ہوتی ہے دوست سے نہیں جیسا کہ قرآن کی آیت بتلا رہی ہیں جو میں نے لکھ دی ہیں اور عقل مند آدمی قرآن کی آیتوں اور بزرگوں کے قول کا مقابلہ کریں اور اپنی آخرت بنانے کی فکر کریں اگر بزرگوں کے ان قولوں پر عمل کرتے رہیں گے تو جو حالت ہماری اب ہے اس سے بھی خراب ہوگی۔اس وقت آخرت اور دنیا دونوں جگہ ہم نقصان میں ہیں اور اگر قرآن کی بات جو حضورؐ نے بتلائی ہے عمل شروع کر دیں تو ضرور ہماری حالت اچھی ہوگی۔جو مومن کی ہوتی ہے جیسی کبھی مومن کی ہوتی تھی۔مومن کی زبان سے ابھی مدد کی درخواست ہوئی بھی نہیں اور اللہ کی مدد تین ہزار پانچ ہزار فرشتوں سے آگئی اور مسلمان کامیاب ہوگیا۔اسی طرح ہماری مدد بھی ہوگی اور آخرت بھی درست ہوگی۔

اس مذاکرے میں ایک جملہ ہے بشریت کا کہ بشریت کی وجہ سے کتنے عابد اور متقی مغلوب ہو گئے۔سیدنا آدم وداؤدؑ پر بھی بشریت کا غلبہ ہوا۔مگر اسی جملہ کو مولانا مودودیؒ نے انسانوں کے لئے لکھ دیا تو ان عالموں نے بڑا شور مچایا اور امام صاحب اور ابو مقاتل کو کچھ نہ کہا بلکہ ان کو سر پر بٹھا دیا یہ بات عقل میں نہ آئی بات دونوں نے بشریت ہی کی لکھی ہے۔جو اس طرح لکھنا غلط ہے مگر ایک کی عزت دوسرے کی ذلت یہ کیا پیا نے ہیں ان کو ایک کرو اگر مولانا مودودیؒ نے غلط لکھا ہے تو امام صاحب کو بھی بُرا کہو اور اگر امام صاحب اور ابو مقاتل بُرے نہیں ہیں تو مودودی صاحب کو کیوں بُرا کہا جاتا ہے۔انصاف کرو۔حالانکہ میں نہ مودودی صاحب کا عقیدت مند ہوں اور نہ امام صاحب کے خلاف۔

اس مذاکرے میں ایک بات عورت کی آئی ہے کہ وہ ولادت کے بعد پھر بچے کی خواہش

کرتی ہے حالانکہ ولادت میں بہت تکلیف ہوتی ہے تو کیا یہ کام امام صاحب کی نظر میں گناہ ہے جبکہ اس کام کو آدمی عورت نکاح کے بعد اللہ کے حکم سے کرتے ہیں۔اللہ نے کہا کہ عورت آدمی کے لئے کھیتی کی طرح ہے جب دل چاہے آئے اور اپنے لئے ذخیرہ اکٹھا کرتا رہے یعنی اس کام کی اللہ نے

اجازت دے رکھی ہے۔جائز طریقہ سے دوسری مثال آپ نے جنگ کی دی ہے کہ آدمی اس غلط کام کو خطرہ کے باوجود کرتا ہے مگر اللہ نے جائز طریقے سے دین کے لئے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے اور جو جنگ میں قتل ہوتا ہے اللہ اس کو شہید کہہ کر یہ کہتا ہے کہ وہ قوم کو زندہ کرنے والا ہے اپنی قربانی پیش کر کے زندہ ہے اور وہ جنت کا حقدار ہے۔مگر اللہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر کوئی آدمی طاقت ہوتے ہوئے

۱ یہ ہے وہ فلسفہ جس کو ہم آج تک نہ جان سکے اب بھی وقت ہے کہ ہم بلا خوف وخطر یہ اعلان کر دیں کہ ائمہ حضرات نے کوئی بات قرآن وسنت کے خلاف نہیں کی۔

یہ جو کچھ بھی لکھا ملتا ہے ایک سازش ہے اور منافق لوگوں نے اپنی طرف سے بات بنا کر ائمہ حضرات کی طرف منسوب کی ہے کیونکہ ائمہ حضرات نیک اور مخلص ومومن تھے۔قرآن وسنت کے پابند تھے تاہم اتنے پر بھی آپ یہ ہی (باقی آگے)

جائز جنگ سے اعتراض کرے گا تو وہ گنہ گار ہے تو جنگ کرنا بھی اللہ کا حکم ہے۔تیسری بات پانی میں اترنے کی ہے اللہ نے اس کی بھی اجازت دی ہے کہ تم پانی میں جہاز چلاتے ہو اور اس سے تازہ گوشت اور موتی اور میرا فضل تلاش کرتے ہو اس کام کو بھی انسان اللہ کے حکم کے مطابق کرتا ہے مگر پتہ نہیں امام صاحب نے ان کاموں کی مثال دے کر کیوں مسلمانوں کو گناہ کرنے کی ترغیب دی ہاں ایک بات میں میں ضرور امام صاحب کو داد دوں گا یعنی کھانے پینے والی بات پر کیونکہ شراب حرام ہے اور نقصان بھی دے سکتی ہے اور دیتی ہے مگر امام صاحب ۱ کے کہنے سے بخشش کی امید میں شراب پینا ٹھیک ہے اور پی سکتا ہے اور سارے گناہ کر سکتا ہے اور اللہ کا دشمن بھی نہیں اور جنت بھی ملی یہ ہے مسلمانوں کا ایمان جس پر بڑا فخر ہے کہ سب قرآن کے مطابق ہے جس نے مسلمانوں کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔آپ خود ہی فیصلہ کریں کیا ان باتوں کے ہوتے ہوئے مسلمان گناہ سے بچ سکتا ہے کیا اللہ راضی ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔

یتیم

مسلم قانون میں ایک قانون یتیم کے بارے میں اجتہادی ہے۔وہ یہ کہ یتیم پوتے کو دادا کے زندہ رہنے پر دادا کی جائیداد سے اس کے مرنے پر کوئی حق نہیں ملتا اس کے بارے میں میں نے دارالعلوم قدیم وجدید دیوبند دونوں سے ایک فتویٰ لیا وہ درج کیا جا رہا ہے اس میں مفتیان کرام کیا فرماتے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں۔

زید ایک شخص تھا اس کے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں تھیں زید کی زندگی میں لڑکے کا انتقال ہو گیا تھا اس لڑکے نے تین لڑکے چھوڑے لڑکے کے انتقال کے دو سال بعد زید کا انتقال ہو گیا زید نے جو جائیداد چھوڑی ہے اس کی تقسیم میں تنازعہ پیش آگیا بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس جائیداد کا حق صرف یتیم پوتوں کو پہنچتا ہے۔ <u>بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف یہ لڑکیوں کو ملنا چاہیے۔ آپ براہ</u> کرم اس کا شرعی حکم تحریر کریں۔ فقط والسلام

بقیہ پچھلے صفحہ کا: کہے جائیں کہ سب قانون اور قول ائمہ حضرات کے ہی ہیں تو پھر میرا کہنا یہ ہے کہ ائمہ حضرات قرآن وسنت کے پابند نہ تھے۔ من مانی کرنے والے تھے اب فیصلہ آپ کے ہاتھ ہے۔ یا تو ان حضرات کو مومن مانو یا منافق میں تو ان کو مومن تسلیم کرتا ہوں۔ اس لئے ان کی طرف جتنے غلط قول ملتے ہیں ایک دم مسترد کرتا ہوں اور اسی میں خیر ہے۔

سکندر احمد چاندپور بجنور ۵ر فروری ۱۹۸۷ء

الجواب: باسمہ سبحانہ الف ۶۰۸

بنت	بنت	ابن الدین	ابن الدین	ابن الدین
۱/۳	۱/۳		۱	
		۱	۱	۱

حسب تحریر سوال مورث مرحوم کا کل ترکہ قرض ووصیت وغیرہ کی ادائیگی کے بعد شرعاً نو برابر حصوں پر تقسیم ہو کر تین تین حصہ دونوں لڑکیوں کا حق ہوگا اور ایک ایک حصہ تینوں پوتوں کا حق ہوگا۔ فقط۔ العبد نظام الدین مفتی دارالعلوم دیوبند ۸/۶/ ۱۴۰۷ھ

ایسا ہی جواب دارالعلوم دیوبند جامع مسجد سے ملا تھا اس میں بھی یتیم پوتوں کو حق دلایا ہے۔

ان فتوؤں کے بعد اللہ کی کتاب کیا کہتی ہے وہ بھی پڑھا جائے اور ایک بات یہ بھی ذہن میں رہنی چاہیے وہ یہ کہ جو کام بہت ضروری ہیں ان کے بارے میں اللہ کی کتاب قرآن میں بہت جگہ اس کام کے بارے میں کرنے کی تاکید آئی ہے۔ یتیم کا حق کتنا ضروری ہے اس کے بارے میں اللہ نے ان آیتوں میں ذکر فرمایا ہے جن کا میں حوالہ دے رہا ہوں۔ براہ کرم آپ ان کو قرآن شریف سے دیکھ کر غور کریں کہ ان میں کیا تحریر ہے یہاں پر صرف دو کا ترجمہ لکھا جا رہا ہے حوالہ ۴:۲،۴:۱۰، ۱۷:۳۴،۸۹:۱۷:۲۲،۹۳:۶۹:۲:۸۳: ۲۱۰:۲۲۰،۴:۸:۳۶:۱۲۷،۶:۱۵۳۔

سورہ نساء آیت ۹،۱۰۔ ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ اگر اپنے بعد چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں تو ان کی ان کو فکر ہو سو ان لوگوں کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور موقے کی بات کہیں بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب

جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔

سورہ الماعون۔ کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے سو (اگر آپ اس شخص کا حال سننا چاہیں تو سنیے کہ) وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاج کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں سو ایسے ہی ریا کاری کرتے ہیں اور زکوۃ بالکل نہیں دیتے۔

کتاب آثار امام باب اجتہاد صفحہ ۱۹۳،۱۹۴۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول سے بہتر لوگ نہیں دیکھے۔ انھوں نے آنحضورؐ سے کل تیرہ مسائل پوچھے آپ سے غیر مفید سوالات نہیں کرتے بلکہ حسب ضرورت استفسار کرتے آپ اس کا جواب دیتے تھے۔ مقدمات آپ کی خدمت میں آئے تو آپ ان پر فیصلہ فرمادیے تھے لوگوں کو اچھے کام کرتے دیکھتے تو ہمت افزائی فرماتے جب ناشائستہ عمل دیکھتے تو ناپسند فرماتے۔ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو جب کسی مسئلہ کے باب میں احادیث معلوم نہ ہوتیں تو اور لوگوں سے سوال کر لیتے صحابہ کرام کو بالخصوص اس لئے جمع فرماتے حضرت ابو بکر سے ایک مرتبہ دادی (جدہ) کی میراث پوچھی گئی۔ فرمایا اس سلسلہ میں میں نے کوئی حدیث آنحضورؐ سے نہیں سنی پھر ظہر کی نماز ادا کر کے اعلان فرمایا کہ تم لوگوں میں سے کسی کو جدہ کی میراث کے متعلق کیا کوئی حدیث معلوم ہے۔ حضرت مغیرہؓ نے عرض کیا مجھے معلوم ہے فرمایا کسی قدر عرض کیا چھٹا حصہ پوچھا اور کسی کو معلوم ہے تو محمد بن سلمٰی نے اس کی تصدیق کی اور حضرت ابو بکرؓ نے چھٹا حصہ دلوادیا۔ اس طرح حضرت عمرؓ کا عمل بھی رہا۔

بخاری اُردو جلد دوئم پارہ ۱۴، فضائل ابو بکرؓ صفحہ ۳۷۸، حدیث نمبر ۸۷۸۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ اہل کوفہ نے ابن زبیر کو دادا کی میراث کے بارے میں خط لکھا تو انھوں نے کہا کہ وہ شخص جس کی نسبت رسول خدا نے فرمایا تھا کہ اگر میں اس امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو انہیں کو خلیل بناتا یعنی ابو بکر نے دادا کو باپ کے درجے میں رکھا ہے۔

کتاب آثار امام کی تحریر اور بخاری کی حدیث میں فرق ہے کتاب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر دادی کی میراث کے بارے میں نہیں جانتے تھے اور حدیث میں ہے کہ حضرت ابو بکر دادا کو باپ کے درجہ میں رکھتے تھے اسی طرح دادی کو سمجھو۔

اس کے بعد یہ دیکھو کہ ہمارے یہاں یتیم کے لئے کیا قانون ہے وہ یہ کہ ایک آدمی زید ہے

اس کے دولڑ کے حامد وساجد ہیں اور دونوں لڑکوں کے اولاد ہے جو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اب ان میں سے حامد کا انتقال ہو جاتا ہے اور وہ اپنے پیچھے تین چھوٹے بچے یتیم چھوڑتا ہے حامد کے دو سال بعد زید کا انتقال ہو جاتا ہے زید کے انتقال کے بعد ساری جائیداد ساجد کو مل جاتی ہے اور حامد کے یتیم بچوں کو حق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔جبکہ ان بچوں کا کوئی سہارا نہیں ہے جو ان کی کفالت کرے یا وہ اپنے مال سے گزر کریں اس کے علاوہ آپ نے دادی کا واقعہ بھی پڑھ لیا اگر حامد کی دادی زندہ ہوتی

ا۔ کیا حضرت مغیرہؓ کے کہنے سے حضرت ابوبکرؓ کو یہ یقین ہوگیا کہ حقیقت میں یہ حدیث صحیح ہے جبکہ انھوں نے اپنی جمع کردہ پانچ سو حدیث شک کی بنا پر جلا دی تھیں۔ذرا غور کرو۔

اور حامد کچھ مال چھوڑتا تو اس مال میں سے دادی کو چھٹا حصہ ملتا جبکہ حامد کی دادی کی کفالت کرنے والا اس کا لڑکا زید اور زید کے بعد ساجد ہے اور زید کے مرنے کے بعد زید کی جائداد سے بھی زید کی ماں کو حصہ ملتا ہے۔

حامد کے یتیم بچوں کو حق سے محروم کر دیا جبکہ اللہ اپنے کلام میں آدمیوں کو ڈرا رہا ہے کہ تم ڈرو اس وقت سے کہ تم مر جاؤ اور تمہارے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کا کیا ہوگا یعنی اگر تم نے دوسرے یتیم بچوں کا حق مار کر ان کو در بدر کی ٹھوکریں کھانے کو چھوڑ دیا تو اس طرح ہی تمہارے بعد تمہارے بچے پھریں گے کیونکہ تم نے ایسا ہی قانون بنا رکھا ہے مگر ہم کسی بات سے نہیں ڈرتے ادھر اللہ نے ایک حکم سورہ بقرہ آیت ۱۸۰ میں وصیت کا دیا ہے مگر ہمارے علماء کرام نے اس کو بھی منسوخ کر دیا۔اس قانون کے تحت ان یتیم بچوں کو کوئی وصیت بھی نہیں کر سکتے ایسی حالت میں ان کا کیا ہوگا کبھی غور کیا ہے غور تب کریں جب ہمارے ساتھ ایسا ہو یعنی قانون بنانے والوں کے ساتھ کہ وہ مر جائیں اور ان کے بعد ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں اور وہ در در کی ٹھوکریں کھائیں اور بھیک مانگ کر اپنا پیٹ بھریں۔تکلیف کا احساس جب ہی ہوتا ہے جب خود پر مصیبت پڑے اللہ رحم کرے۔اللہ نے وصیت کا حکم دیا ہے اور وہ منسوخ نہیں ہے جیسا کہ کر رکھا ہے اس آیت کے تحت اس دادی کو وصیت کرنی تھی اور یتیم پوتوں کو بھی مگر قرآن کو چھوڑ کر ہم ایک حدیث کا سہارا لے رہے ہیں اگر حدیث سے دادی کو چھٹا حصہ دے دیا تو اس حالت میں جو ترکہ کا بٹوارا اللہ نے بتلایا ہے اس کے حصہ میں کمی پڑے گی جبکہ حصہ قائم ہیں دادی کو آیت کے مطابق وصیت کی جائے گی اور یتیم پوتوں کو بھی۔یہ چھٹا حصہ اس وقت دیا جائے گا جب ماں باپ زندہ نہ ہوں۔ایسی حالت میں قرآن نے جو ماں باپ کا حصہ بتایا ہے وہ دادا دادی کو ملے گا تو پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ

ان یتیم پوتوں کوان کے باپ کا حصہ جوان کے دادا کے انتقال کے بعد ان کے والد حامد کو ملنا تھا ان کو ملے گا جو اس کے خلاف کرتا ہے وہ گناہ کرتا ہے۔

بقرہ کی آیت ۱۸۰۔ جو وصیت کے بارے میں ہے جس کو منسوخ کرر کھا ہے اس کے بارے میں میں پہلے لکھ آیا ہوں اس کے تحت وصیت کرنی قاعدے کے مطابق جائز ہے۔

طلاق

ہمارے یہاں طلاق کے مسئلہ میں کیا قانون ہے اس کو دیکھو۔ سب سے پہلے میں ایک فتویٰ نقل کر رہا ہوں۔ جو دارالعلوم دیوبند سے حاصل کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں۔

(۱) طلاق مغلظہ کسے کہتے ہیں۔

(۲) زید نے بتاریخ ۱۰ر جولائی ۸۶ء کو گواہان چار سے زائد کے سامنے ایک ہی نشست میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی کیا یہ طلاق واقع ہوگئی اگر ہوگئی تو اب اس حالت میں اس عورت کو زید اپنے نکاح میں کس طرح لاسکتا ہے۔

(۳) اللہ جب اپنے کسی بندے خاص کو منصب نبوت سے نوازتا تھا وہ منصب اس بندے کے پاس کب تک رہتا ہے آیا کبھی اس سے زندگی میں ہی وہ منصب واپس لے لیا جاتا ہے یا ہمیشہ اس منصب پر سرفراز رکھتا ہے ازراہ کرم اس کے جواب سے مشرف فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

سکندر احمد رن کھنڈی ۱۱ر اگست ۱۹۸۶ء

الجواب:۔(۱) باعتبار عرف تین طلاقیں دیدینے کو طلاق مغلظہ کہا جاتا ہے۔

(۲) زید نے اپنی منکوحہ مدخولہ کو گواہوں کے سامنے تین طلاقیں دیدیں تو خواہ ایک ہی نشست میں دی ہوں اس پر تین طلاقیں ہوگئیں اور اب بغیر حلالہ کے اس سے دوبارہ نکاح بھی جائز نہ ہوگا۔

(۳) منصب نبوت عطا فرمانے کے بعد واپس نہیں لیا جاتا بلکہ نبی تا حیات اس منصب سے سرفراز رہتا ہے۔ بشرطیکہ یہ عطاو نا تا دلائل شرعیہ صحیحہ سے ثابت ہو۔

الجواب:۔ صحیح العبد نظام الدین مفتی دارالعلوم دیوبند۔

اس کے بعد شیعہ حضرات کا طریقہ بھی نقل کیا جارہا ہے ان کے یہاں طلاق کا کیا طریقہ ہے۔ان کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ ہمارا طریقہ صحیح رسول کا طریقہ ہے اور کا نہیں۔لہٰذا معلوم ہوا کہ شیعہ فقہ میں تین طلاقوں سے مراد بیک وقت تین جملے کہنا نہیں بلکہ مختلف زمانوں میں تین مرتبہ طلاق دینا ہے یعنی ایک مرتبہ طلاق دیتے وقت خواہ تین جملے کہے جائیں یا تین ہزار وہ ایک ہی طلاق ہوگی اور پھر اس میں رجوع ہو سکے گا اگر سال دو سال بعد حسب شرائط پھر طلاق دی تو یہ دوسری طلاق بھی قابل رجوع ہوگی اب اگر تیسری مرتبہ طلاق دی جائے گی خواہ وہ پانچ سال بعد دے یہ طلاق بائن ہوگی جو موثر ہوکر میاں بیوی میں جدائی پیدا کردے گی۔بحوالہ کتاب فقہ جعفری اور مختلف مکاتب فقہ نگارش عبدالکریم مشتاق ناشر رحمت اللہ بک ایجنسی ناشران وتاجران کتب بمبئی بازار وزد خوجہ شیعہ اثناء عشری مسجد کھارادر کراچی۔

سنّی حضرات نے ایک وقت کی تین طلاقیں مان لیں جس کو طلاق مغلظہ کا نام دیا قرآن میں صرف دو نام ہیں۔طلاق رجعی اور طلاق بائن یہ تیسرا نام الگ سے جوڑ دیا گیا اور طلاق مغلظہ کے بعد وہ عورت بغیر کسی وقفہ کے اپنے شوہر سے الگ ہوگئی اس کے بعد وہ پوری عدت کرے گی اور بعد عدت اپنا دوسرا گھر دیکھے گی۔پہلا شوہر اس سے رجوع نہیں کرسکتا کوئی فیصلہ کی گنجائش نہیں ہے کتنا بھی کہا جائے۔

فقہ جعفری میں طلاق کا طریقہ قرآن کے عین مطابق ہے۔

اب یہ دیکھا جائے کہ اس مسئلہ میں اللہ اور اللہ کے رسول کا فرمان کیا ہے۔

سورہ البقرہ آیت ۲۲۸ تا ۲۳۰۔جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو وہ تین طہر تک اپنے آپ کو روکے رکھیں اور ان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو کچھ خلق فرمایا ہوا سے چھپائیں انہیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے۔اگر وہ اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتی ہیں۔ان کے شوہر تعلقات درست کر لینے پر آمادہ ہوں وہ اس عدت کے دوران میں انہیں پھر اپنی زوجیت میں واپس لے لینے کے حقدار ہیں عورتوں کے لئے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے اور سب پر اللہ غالب اقتدار رکھنے والا ہے۔

طلاق دوبار ہے پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کردیا جائے اور رخصت کرتے ہوئے ایسا کرنا تمہارے لئے جائز نہیں کہ جو کچھ تم انھیں دے

چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ زوجین کو اللہ کے حدود پر قائم نہ رہ سکنے کا اندیشہ ہو ایسی صورت میں اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ دونوں حدود الٰہی پر قائم نہ رہیں گے تو ان دونوں کے درمیان یہ معاملہ ہو جانے میں مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کرے یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ حدود الٰہی سے تجاوز کریں وہ بھی ظالم ہیں۔

پھر اگر (دو بار طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو تیسری بار) طلاق دیدی تو وہ عورت پھر اس کے لئے حلال نہ ہوگی الّا یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو اور وہ اسے طلاق دیدے تب اگر پہلا شوہر اور یہ عورت دونوں یہ خیال کریں کہ حدود الٰہی پر قائم رہیں گے تو ان کے لئے ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کے ہدایت کے لئے واضح کر رہا ہے جو (اس کی حدوں کو توڑنے کا انجام) جانتے ہیں۔

اور جب تم عورتوں کو طلاق دیدو اور ان کی عدت پوری ہونے کو آجائے تو بھلے طریقہ سے انہیں روک لو یا بھلے طریقے سے رخصت کرو۔ محض ستانے کی خاطر انہیں نہ روکے رکھنا کہ یہ زیادتی ہوگی اور جو ایسا کرے گا وہ درحقیقت آپ اپنے ہی اوپر ظلم کرے گا اللہ کی آیات کا کھیل نہ بناؤ۔ بھول نہ جاؤ کہ اللہ نے کیسی نعمت کبریٰ سے تمہیں سرفراز کیا ہے وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ جو کتاب اور حکمت اس نے تم پر نازل کی ہے اس کا احترام ملحوظ رکھو اللہ سے ڈرو اور خوب جان لو کہ اللہ کو ہر بات کی خبر ہے۔

دوسری آیت نقل کرنے سے پہلے ایک بات اور لکھ دوں وہ یہ کہ اوپر جو آیات نقل کی ہیں نیچے والی آیات میں ان کی تفسیر ہے کیونکہ قرآن کسی مفسّر کا محتاج نہیں ہے قرآن اپنی تفسیر خود کرتا ہے کہیں کوئی بات اشارۃً فرمادی اور اللہ نے دوسری جگہ اس کی تفصیل کردی اس لئے سورہ طلاق کی آیات سورہ بقرہ کی آیات کی تفسیر ہیں۔

سورہ طلاق آیت ۱ تا ۲۔ اے پیغمبر آپ لوگوں سے کہہ دیجیے۔ جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو عدت سے پہلے طلاق دو اور تم عدت کو یاد رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے ان عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں مگر ہاں کوئی کھلی بے حیائی کرے تو اور بات ہے اور سب خدا کے مقرر کیے ہوئے قانون ہیں اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا تجھ کو خبر نہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ بعد اس کے کوئی نئی بات پیدا کردے (مثلاً طلاق پر ندامت ہو تو رجعی میں اس کا تدارک ہو سکتا ہے) پھر جب وہ عورتیں اپنی

عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو ان کو قاعدہ کے مطابق نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے مطابق ان کو رہائی دو اور آپس میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ کرلو ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے گواہی دو۔

سورہ طلاق آیت ۴۔ اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں ان کے معاملہ میں اگر تم کو کوئی شک لاحق ہے تو (تمہیں معلوم ہو کہ) ان کی عدت تین مہینہ ہے اور یہی حکم ان کا ہے جنہیں ابھی حیض نہ آیا ہو۔ تفسیر مولانا مودودیؒ عدت کے لئے طلاق دینے کے دو مطلب ہیں اور دونوں ہی یہاں پر مراد ہیں ایک یہ کہ حیض کی حالت میں عورت کو طلاق نہ دو بلکہ اس وقت طلاق دو جس سے اس کی عدت شروع ہو سکے دوسرے یہ کہ عدت کے اندر رجوع کی گنجائش رکھتے ہوئے طلاق دو اس طرح طلاق نہ دے بیٹھو جس سے رجوع کا موقع ہی باقی نہ رہے۔ اس حکم کی تشریح احادیث میں ملتی ہے اس کی رو سے طلاق کا قاعدہ یہ ہے کہ حیض کے زمانہ میں طلاق نہ دی جائے بلکہ اس طہر کی حالت میں دی جائے جس میں شوہر نے بیوی سے مباشرت نہ کی ہو یا پھر اس حالت میں دی جائے جبکہ عورت کا حاملہ ہونا معلوم ہو اور ایک ہی وقت میں تین طلاقیں نہ دے ڈالی جائیں۔

طلاق کے بارے میں ایک حدیث بھی لکھی جارہی ہے جو حضورؐ کا فرمان ہے۔ حضرت محمودؓ ابن لبید فرماتے ہیں کہ حضورؐ کو ایک شخص کی خبر دی گئی کہ اس نے اپنی بیگم کو ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دیدیں آپ اس خبر کو سنتے ہی غصہ کی وجہ سے کھڑے ہو گئے اور پھر فرمایا کہ کیا میری موجودگی میں ہی کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے اس پر ایک شخص کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ کیا رسول اللہ اس شخص کو قتل نہ کردوں (نسائی)۔

اللہ نے طلاق کا طریقہ بتلایا کہ تم طلاق طہر میں دو اور ایک بار تین طلاق نہ دو اور عدّت کو یاد رکھو جب عدّت ختم کے قریب ہو تو عورت کو رخصت کردو اچھے طریقہ سے یا گھر میں رہنے دو اس طرح طلاق دینے کا اللہ نے قاعدہ بتلایا کہ ہوسکتا ہے تمہارے دل میں کوئی صورت فیصلہ کی آجائے اور گھر برباد نہ ہو سکے کیونکہ گھر میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہوتے ہیں اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ خاندانی دشمنی بھی ہوسکتی ہے بہرحال ساری باتیں تو اللہ ہی جانتا ہے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ اس طریقے میں انسان کو فائدے ہی فائدے ہیں اور اللہ نے عدّت بھی بتلا دی وہ تین مہینے ہے طلاق کا کام جب سے شروع ہوتا ہے اس تاریخ سے تین مہینے ہے اور اس عدّت میں رجوع کر سکتے ہو۔ عدّت ختم پر رجوع کا سوال ختم۔ یعنی طلاق بائن ہوگئی یہ ہے اللہ کا طریقہ طلاق جو اس کے خلاف کرے گا وہ نہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور نہ رسول کی اور اطاعت نہ کرنے والا، اللہ اور رسول کا دشمن ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ طلاق ایک ساتھ نہیں الگ الگ وقت میں اور وہ بھی عدت کے زمانے میں نہ عدّت سے کم اور نہ عدّت سے زیادہ یعنی جو بھی ہوگا وہ ان تین مہینے میں ہوگا۔ عدّت کے بعد وہ عورت مطلقہ ہو جائے گی مگر آپ نے دیکھ لیا کہ سنی حضرات نے صرف تین بار طلاق کا لفظ کہنے میں جتنا وقت لگتا ہے اس میں یہ معاملہ ختم کر دیا تین مہینے جو اللہ نے اس کا وقت دیا اس عدت کی پروانہ کی یعنی طلاق رجعی کو ایک دم طلاق مغلظہ کا نام دے کر طلاق بائن بنادی ۔کیا اس کو اطاعت اللہ اور اطاعت رسول کہتے ہیں ۔یہ ایسے قانون کیوں بنے اس کی وجہ بھی بتلاتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں طلاق کی بھر مار ہوگئی تو حضرت عمرؓ نے طلاق مغلظہ رائج کر دی جبکہ یہ طلاق مغلظہ نہ حضور کے زمانہ میں تھی نہ ابوبکرؓ کے زمانہ میں تھی اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے شروع دو ڈھائی سال تک نہ تھی بعد کو آدمیوں کو ڈرانے کے لئے یہ طلاق مغلظہ یعنی ایک ساتھ تین طلاقیں حضرت عمرؓ نے رائج کر دیں اس طرح ہر زمانے میں جس قانون کو مسلمان نہ مانیں حاکم وقت ان کی مرضی کے مطابق قانون بنادے گا اور رفتہ رفتہ قرآن کے قانون ختم ہو کر رہ جائیں گے جیسا کہ ہمارے سامنے ہے۔(نعوذ)

سوال پیدا ہوتا ہے کیا حضرت عمرؓ اللہ کے قانون کو نہ مانتے تھے یا رسولؐ کی اطاعت نہ کرتے تھے حضرت عمرؓ سچے مومن تھے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرتے تھے یہ ان پر ایک الزام ہے جو بعد کو نفس پرستوں نے قانون بنا کر حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کر دیا۔دوسرے معنوں میں اس کو تبرا بھی کہہ سکتے ہیں ۔اللہ رحم کرے۔

نان نفقہ

نان نفقہ کا تعلق عورت سے ہے یعنی یہ عورت کا حق مرد پر ہے جو اس کو طلاق دیتا ہے۔اس پر لکھنے سے پہلے یہ دیکھا جائے عورت کیا ہے۔عورت ایک ماں ہے،عورت ایک بہن ہے۔عورت ایک بیوی ہے،عورت ایک بیٹی ہے۔جب ایک عورت ماں ہوتی ہے تو ہر بچہ اس کی پرورش میں رہتا ہے وہ اپنا خون جگر پلاتی ہے اور محبت دیتی ہے آپ خود تکلیف میں رہتی ہے مگر بچے کو آرام دیتی ہے۔ ہر بچہ کا اچھا یا برا اخلاق ماں سے بنتا ہے۔اور بچے کا پہلا استاد ماں ہے اور ماں کے قدموں میں حضورؐ نے جنت بتلائی ہے۔یعنی اولاد پر ماں کی خدمت فرض ہے۔حضورؐ سے جب ماں کے متعلق معلوم کیا گیا تو آپ نے تین بار فرمایا کہ خدمت کی زیادہ حقدار تیری ماں ہے چوتھی بار باپ کا نام لیا۔

جب عورت بہن ہوتی ہے تو وہ اپنے بھائی کو بڑا پیار کرتی ہے اور اس سے بڑی امیدیں

وابستہ رکھتی ہےاور بھائی بہن کوبھی پیار کرتا ہے۔جب عورت بیوی ہوتی ہےتو آدمی اس عورت سے بڑی راحت محسوس کرتا ہےاور وہ عورت اپنے شوہر کی بڑی خدمت کرتی ہے۔اس کے گھر کی حفاظت کرتی ہے اور بڑی محبت کرتی ہے۔ادھر وہ آدمی بھی اپنی بیوی سے بڑی محبت کرتا ہے اور ایک دوسرے کے اوڑھنے بچھونے ہوتے ہیں۔اللہ نے دونوں پر ایک دوسرے کے حق بتالائے ہیں۔
جب عورت بیٹی ہوتی ہےتو ماں باپ اس کو بڑی چاہت سے پرورش کرتے ہیں بڑا پیار دیتے ہیں۔ اس کے لئے ہر کام کرتے ہیں اور وہ لڑکی بھی اپنے ماں باپ سے بڑی محبت کرتی ہے۔خدمت کرتی ہے ہر وقت اپنے ماں باپ کی اطاعت کرتی ہے ایک بار لڑکا کسی کام کو منع کردیتا ہے مگر بیٹی انکار نہیں کرتی۔بیٹی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا ہے جس نے لڑکیوں کو پرورش کیا ان کو دینی تعلیم دی تو اس آدمی میں اور مجھ میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا جو انگلی اٹھا کر فرمایا یعنی صرف نبوت کا۔ادھر صرف اللہ مرد کا ہی رب نہیں ہے بلکہ عورت کا بھی رب ہے اور سب پر رحمت کرتا ہے۔یہ ہے عورت کا درجہ اب اس عورت کو جب آدمی طلاق دیتا ہے اس کا اللہ نے کیا حکم بتلایا ہے اور انسانوں نے کیا حکم بنا رکھا ہے۔جب عورت اپنے طریقے سے خلع لینا چاہے تو عورت پر ضروری ہے کہ وہ آدمی کو راضی کرے جس کے لئے کلام پاک میں ہے۔

سورہ البقرہ آیت ۲۲۹۔طلاق دوبار ہے پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لو یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کردیا جائے اور رخصت کرتے ہوئے ایسا کرنا تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو۔البتہ یہ صورت مستثنٰی ہے کہ زوجین کو اللہ کے حدود پر قائم نہ رہ سکنے کا اندیشہ ہو ایسی صورت میں اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ دونوں حدود الٰہی پر قائم نہ رہیں گے تو ان دونوں کے درمیان یہ معاملہ ہو جانے میں مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کرے۔یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ حدود الٰہی سے تجاوز کریں وہی ظالم ہیں۔

اُردو ترجمہ حیرت دہلوی

بخاری جلد سوم پارہ ۲۲ کتاب الطلاق صفحہ ۹۳ حدیث ۲۵۸۔

ابن عباس فرماتے ہیں نبیؐ کے پاس ثابت بن قیس کی بیوی نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ میں ثابت بن قیس سے اس کی عادت یا دین سے ناراض نہیں ہوں مجھے صرف یہ ڈر ہے کہیں کفران نعمت نہ ہو جائے۔آپ نے فرمایا تو اس کا باغ واپس دیدے گی وہ بولی ہاں پھر واپس دیدیا اور آپ

نے فرمایا اے ثابت اسے چھوڑ دے اس نے طلاق دیدی۔

اللہ کی کتاب میں اور کیا ہے۔ سورہ بقرہ آیت ۲۴۱، **وللمطلّقٰتِ متاع ٌ بالمعروف حقًا علی المتقین** (۱) شیعہ مولانا فرمان علی۔ اور جن عورتوں کو (تعین مہر اور ہاتھ لگائے بغیر) طلاق دیدی جائے ان کے ساتھ (جوڑے روپیہ وغیرہ) سلوک لازم ہے یہ بھی پرہیزگاروں پر ایک حق ہے۔

(۱) تفسیر شیعہ ۵۔ اگرچہ عام مترجمین نے قید نہیں بڑھائی مگر اس تخصیص کی ضرورت ہے ورنہ اس آیت کو منسوخ کہنا پڑے گا۔

(۲) مولانا فتح محمد خاں جالندھری۔ اور مطلقہ عورتوں کو دستور کے مطابق نان نفقہ دینا چاہیے پرہیزگاروں پر حق ہے۔

(۳) مولانا شاہ رفیع الدین صاحب اور واسطے طلاق والیوں کے فائدہ ہے ساتھ اچھی طرح کے لازم ہوا اوپر پرہیزگاروں کے۔

تفسیر۔ پہلے خرچ فرمایا تھا یعنی جوڑا دینا اس طلاق پر کہ مہر نہ ٹھہرایا ہو اور ہاتھ نہ لگایا ہو یہاں سب پر حکم فرمایا سب طلاق والیوں کو جوڑا دینا بہتر ہے اور اس پہلی کو ضرور۔

(۴) مولانا تھانویؒ۔ اور سب طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے کچھ کچھ فائدہ پہنچانا قاعدہ کے موافق مقرر ہوا ہے ان پر جو پرہیز کرتے ہیں۔

(۵) مولانا مودودی۔ اس طرح جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو انہیں بھی مناسب طور پر کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کیا جائے یہ حق ہے متقی لوگوں پر۔

سوال۔ متاع احناف کے نزدیک اگرچہ مستحب ہے مگر حضرت امام شافعیؒ اور سعید بن جبیر اور امام ابن جریر طبری کے نزدیک متاع ہر مطلقہ کے لئے واجب ہے اگر ان حضرات کا قول اختیار کر کے محتاج مطلقات کے لئے متاع کے طور پر کوئی بڑی رقم لازم کر دی جائے تو نادار مطلقہ کا مسئلہ کسی درجے میں حل ہوسکتا ہے۔

جواب۔ حضرت سعید بن جبیر اور امام ابن جریر طبری کے مذاہب کی تفصیل تو معلوم نہیں ہے کیونکہ ان کے مذاہب مدون و مفصل موجود نہیں ہیں البتہ امام شافعی کا مذہب مفصل موجود ہے صرف وہ مطلقہ جس کے لئے نصف مہر واجب ہے اس کے لئے تو متاع نہیں باقی تمام مطلقات کے لیے متاع واجب ہے مطلقاً واجب ہے۔ **وللمطلّقٰت متاع ٌ بالمعروف حقًا علی المتقین** (امام صاحب نے اس آیت کو دلیل بنایا ہے) اور مطلقہ رجعیہ کے لئے رجعت عدت گزر جانے کی صورت میں واجب ہے

اور متاع کی حکمت مطلقہ کی دلجوئی اور طلاق کے صدمے کو کم کرنا ہے۔اور متاع ہر وہ چیز ہو سکتی ہے جس پر زوجین متفق ہو جائیں یا جس میں زوجین کی حالت کا لحاظ رکھا گیا ہو مرد کی مالداری اور عشرت کا اور عورت کے نسب و خاندان اور ذاتی حالت کا۔

مسلم پرسنل لا اور نفقہ مطلقہ کا مسئلہ دارالعلوم دیوبند کا موقف شائع کردہ دفتر اہتمام دارالعلوم دیوبند صفحہ ۱۸۔

نان نفقہ پر غور کرنے سے پہلے متاع لفظ کا مطلب جان لینا ضروری ہے۔اس کا مطلب سامان پونجی یا ہر ضرورت کی چیز جو زندگی میں کام آتی ہے۔متاع کا مطلب ایک جوڑا ہرگز نہیں۔

سورہ التوبہ آیت ۳۸۔فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَافِي الْاٰخِرَةِ اِلَّاقَلِيْلٌ (۳۸) تو تمہیں معلوم ہو کہ دنیوی زندگی کا یہ سب سر و سامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا۔

اس آیت میں متاع کا مطلب سر و سامان ہے اور اسی طرح قرآن شریف میں لفظ متاع تقریباً میری نظر میں ۵۲ جگہ آیا ہے اور اس کا ہر جگہ ترجمہ ان عالموں نے سر و سامان سے ہی کیا ہے۔مگر پتہ نہیں کہ سورہ البقرہ آیت ۲۴۱ میں متاع کا مطلب ہر عالم نے ایک جوڑا کپڑا یا کچھ کچھ فائدہ کیوں کیا، کیا اللہ نے ان کو بذریعے وحی بتلا دیا ہے کہ یہاں پر اس کا ترجمہ ایک جوڑا کپڑا کرو اور اگر یہ قید نہ لگائی تو اس آیت کو بھی منسوخ ماننا پڑے گا۔اس طرح مطلب بدلنے سے تو اچھا یہ تھا کہ یہ عالم اس آیت کو منسوخ ہی سمجھ لیتے جیسے اور آیتوں کو منسوخ کر رکھا ہے جبکہ قرآن میں ایک بھی آیت منسوخ نہیں ہے اور نہ ہی اللہ نبی کو چھوڑ کر کسی بندے پر وحی نازل کرتا ہے اور وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا حضورؐ پر اس طرح سے پھیر بدل علماء حضرات اپنی طرف سے کر رہے ہیں اس کے بعد للمطلقت میں حرف (ل) پر بھی غور کرنا ضروری ہے جہاں پر حرف ل (لام) لگتا ہے اس کے معنی ہوتے ہیں لیے، تو اس لیے لفظ للمطلقت کے معنی ہوں گے مطلقہ کے لئے۔

اب لفظ مطلقہ پر بھی غور کر وہ کیا ہے۔مطلقہ وہ عورت ہوتی ہے جس کو طلاق دی جائے وہ مطلقہ کب تک رہتی ہے۔کیا عدت کے بعد وہ مطلقہ رہتی ہے یا نہیں وہ مطلقہ کب سے ہوتی ہے۔مطلقہ وہ اس وقت تک رہتی ہے جب تک وہ دوسرا نکاح نہ کر لے یا مر نہ جائے۔جیسے ایک عورت بیوہ ہو جائے تو اس کو عدت تک ہی بیوہ نہیں کہتے بلکہ وہ عدت کے بعد بھی بیوہ ہی کہلاتی ہے۔ہاں جب وہ نکاح کر لے گی تو اس وقت سے اس کو بیوہ نہیں کہیں گے۔بلکہ اس کو منکوحہ پکاریں گے یا جیسے کوئی آدمی بیمار ہو گیا اس کو بیماری تک بیمار ہی پکاریں گے۔اسی طرح طلاق دی ہوئی عورت اس وقت تک

مطلقہ رہتی ہے جب تک وہ دوسرا نکاح نہ کرے یا مر نہ جائے۔اور اس کی تصدیق اللہ بھی اپنے کلام میں فرماتا ہے یعنی طلاق دوبار ہے اس کے بعد عدّت کے دوران میں تم رجوع کر سکتے ہو۔اگر رجوع کرنا چاہو عدّت کے ختم کے قریب تک طلاق نہیں ہوتی اور نہ چاہو تو طلاق دے کر اس کو رخصت کردو۔عدّت کے بعد اس کے اوپر طلاق یعنی مطلقہ کا لفظ فٹ ہوگا اس سے پہلے نہیں۔اب وہ مطلقہ ہوگئی اور جب وہ مطلقہ ہوگئی تب سے اس کو متاع ملے گا اس سے پہلے وہ اسی طرح اپنی عدّت میں اس گھر میں رہے گی جیسے پہلے رہتی تھی اور کھائے گی بھی صرف مباشرت نہ ہوگی، اس سے یہ بات ضرور عقل میں آجاتی ہے کہ وہ مطلقہ کب سے کب تک ہے۔یعنی جب تک وہ طلاق بائن پر نہیں آجاتی اس وقت تک وہ مطلقہ نہیں ہے وہ طلاق رجعی ہے اور عدّت میں ہے اس کے بعد وہ مطلقہ ہے۔

اللہ کہتا ہے کہ مطلقہ کے لئے نان نفقہ ضروری ہے اللہ سے ڈرنے والوں پر۔اب آیت نمبر ۲۴۱ پر غور کیا جائے۔ترجمہ جو پانچ عالموں کا لکھا ہے اس میں ایک عالم شیعہ ہے اور چار سُنی۔صرف ایک عالم مولانا فتح محمد خاں کا ترجمہ قریب قریب ٹھیک ہے جبکہ وہ بھی اپنی تفسیر میں کوئی شرط نہ لگائیں۔باقی سب عالموں کا ترجمہ عربی عبارت کے اعتبار سے غلط ہے۔ترجمہ یہ ہونا چاہیے۔مطلقہ کے لئے نان نفقہ واجب ہے معروف طریقہ سے (طلاق دینے والوں پر) جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ جیسا کہ امام شافعی نے فرمایا ہے اور اللہ کی کتاب بھی تصدیق کرتی ہے۔سورہ احزاب ۳۳ آیت ۲۸۔ اے نبی آپ اپنی بیویوں سے فرمادیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی (کا عیش) اور بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو مال ومتاع دیدوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں۔

سورہ احزاب آیت ۴۹۔اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدو تو تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدّت لازم نہیں ہے جس کے پورا ہونے کا مطالبہ کرسکو لہٰذا انہیں (کچھ) مال دو اور بھلے طریقہ سے رخصت کردو۔

اس آیت میں عدّت کا ذکر نہیں یعنی ایسی عورت عدّت پوری نہیں کرے گی مگر عدّت نہ ہوتے ہوئے بھی اللہ کہہ رہا ہے کہ اس عورت کو متاع (مال) دو اس آیت کے حکم کو اب عالم کیا کہہ کر رد کریں گے جبکہ انھوں نے عدّت کے دوران ہی نان نفقہ دینا لکھا ہے اور اس آیت میں عدت نہیں مگر تب بھی اللہ متاع کو فرماتا ہے کیا آیت کو بھی بدل دو گے۔

مگر علماء حضرات نے اس آیت کو بھی بدل دیا ترجمہ میں لفظ (کچھ) لگا کر۔کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ آپ نے کچھ ترجمہ کس لفظ کا کیا جو آیت میں ہے یا کچھ کا عربی لفظ شـئیاً ۔شـی، ما،

قلیل وغیرہ محذوف ہو۔ ذرا غور کرو۔ تا ہم اتنے پر بھی عالموں نے کم از کم اس آیت میں لفظ فمتعو هُنّ کا ترجمہ مال تو کر دیا جبکہ دوسری جگہ ایک جوڑا کپڑا کیا ہے اس بات پر ان کا شکریہ! ادھر یہ بھی دیکھا جائے کہ اللہ عورت کے بارے میں کیا کہتا ہے جو سورہ بقرہ آیت ۲۲۹ میں ہے اور ایک حدیث بھی لکھی ہے۔ اگر عورت اپنی طرف سے خلع چاہتی ہے تو وہ آدمی کو راضی کرے گی جیسے بھی وہ آدمی راضی ہو جائے اپنا حق چھوڑ کر یا اپنی طرف سے اور روپیہ پیسہ مال دے کر جب عورت کو اللہ نے اتنا مجبور کر دیا کہ تم بھی ایسے ہی آزاد نہیں ہونے کی تم کو بھی قیمت دینی پڑے گی۔

جب اللہ نے عورت کو بھی مجبور کیا ہے تو کیا آدمی اللہ کا زیادہ لاڈلا ہے کہ اس کو آزاد چھوڑ دیا کہ جیسے تیرے دل میں آئے کرتا پھر جبکہ طلاق دینا جائز ہے مگر اللہ نے آدمی کو بھی آزاد نہیں چھوڑا اور نہ عورت کو۔

اللہ کا قانون دونوں پر لاگو ہوتا ہے مگر ہمارے یہاں عورت پر ظلم ہو رہا ہے کیوں؟ اس لئے کہ قانون بنانے کا حق ہمارے آدمی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اللہ کا قانون نہیں مانتا اسی طرح اگر یہ حق عورت کو مل جاتا یعنی وہ طاقت میں آجاتی تو وہ بھی اپنے لئے ہی قانون بناتی مگر یہ دونوں صورتیں غلط ہیں ہر حالت میں قانون اللہ کا چلنا ہے اور اللہ کے قانون میں مطلقہ کو نان نفقہ ضرور ملتا ہے جو اس کے خلاف کرتا ہے وہ اللہ کا باغی ہے۔ نان نفقہ میں ایک پریشانی پر غور کرو یعنی آدمی حنفی ہو اور عورت شافعی ہو یا اس کا الٹا ہو اور ان میں طلاق ہو جائے تو قاضی کا فیصلہ کیا ہوگا انصاف سے غور کرنا اور تب بتلانا۔

ظاہر ہے فیصلہ پر فریق راضی نہ ہوں گے جبکہ ہر آدمی ہر امام کو برحق بتلاتا ہے اور فیصلہ پر راضی نہیں اس لئے اسلام میں الگ الگ قانون نہیں چل سکتے ایک ہی قانون چلے گا اور وہ ہے اللہ کی کتاب قرآن میں جو اس سے الگ ہے وہ باطل ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے جو قرآن کے دو پٹھوں کے درمیان ہے اس کے علاوہ اور کچھ امور خفی سے نہیں چھوڑا۔

معراج

معراج حضورؐ کو رات میں جسم کے ساتھ اور ہوش و حواس میں اور جاگتے میں ہوئی اس کا منکر مسلمان نہیں۔ اب معراج کو دیکھا جائے کہ اللہ کیا کہتا ہے اور انسانی قانون کیا کہتا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل ۱۷/ آیت ۱۔ وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندے (محمدؐ) کو شب کے وقت

مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد (یعنی ملک شام میں) ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں لے گیا تا کہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات (قدرت) دکھائیں۔ بیشک اللہ بڑے سننے والے اور دیکھنے والے ہیں۔

تفسیر: دینی برکتیں یہ کہ وہاں بکثرت انبیاء مدفون ہیں دنیاوی برکت یہ کہ وہاں اشجار و انہار پیداوار کی کثرت ہے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے کو اسریٰ کہتے ہیں اور آگے آسمان میں جانے کو معراج کہتے ہیں اور گاہے یہ دونوں لفظ مجموعے پر اطلاق کیے جاتے ہیں اس آیت کے ترجمے اور تفسیر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؐ کو کعبہ سے مسجد اقصیٰ یعنی ملک شام تک معراج ہوئی کو بعد میں آسمان پر جانے کو لکھا مگر تفسیر نے آخری قرآن کی حد یعنی مسجد اقصیٰ بیت المقدس جو ملک شام میں ہے کر دی اور برکتیں اور نشانیاں بھی وہاں ہی بتلادیں۔ یعنی انبیاء کی خبریں اور پیداوار تو حضورؐ کی معراج کعبہ سے بیت المقدس تک ہوئی۔ اب یہ دیکھا جائے اللہ کہاں تک لے گیا اور کیا نشانیاں دکھلائیں کیا انبیاء کی قبریں دکھلانا مقصود تھا یا اور کچھ۔ ترجمہ او تفسیر مولانا مودودی اور تمام عالم۔

سورہ نجم آیت ۶ تا ۸۔ وہ سامنے آ کھڑا ہوا جبکہ وہ بالائی افق پر تھا پھر قریب آیا اور اوپر معلق ہو گیا یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کم فاصلہ پر رہ گیا تب اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی۔ جو وحی بھی اسے پہنچائی تھی نظروں نے جو کچھ دیکھا دل نے اس میں جھوٹ نہ ملایا اب کیا تم اس چیز میں اس سے جھگڑتے ہو جسے وہ آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اور ایک مرتبہ پھر اس نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا اس کے قریب جنت الماویٰ ہے جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھی نگاہ تو نہ ہٹی اور نہ بڑھی۔ انہوں نے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔

یہ ہے اللہ کی بات کہ اللہ نے محمد کو معراج کعبہ سے اقصیٰ بہت دور سدرۃ المنتہیٰ تک کرائی اور وہاں پر اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں جن کی طرف اشارہ سورہ بنی اسرائیل میں کیا ہے، دکھلائیں۔ جو حقیقت ہے مگر ہمارے علماء کرام نے بیت المقدس میں ہی سب نشانیاں دکھلائیں جیسا کہ علماء حضرات کہتے ہیں کہ حضورؐ مکہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے کو بعد کو آسمان پر جانا لکھتے ہیں جس کو حدیث سے ثابت کرتے ہیں مگر قرآن میں بات مسجد الحرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ ہے اور مسجد اقصیٰ بیت المقدس میں ثابت کی ہے۔ اب یہ دیکھا جائے کیا مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے یا اور کچھ۔

جس وقت حضورؐ کو معراج ہوئی اس وقت بیت المقدس میں کوئی حضور کو ماننے والا نہ تھا جب کوئی ماننے والا نہ تھا تو نماز پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو مسجد کس نے بنائی اور اگر بنائی تو

کس رخ پر کیونکہ اس وقت کعبہ یہی قبلہ تھا اور ہم جس کو مسجد اقصیٰ کہتے ہیں جس پر اسرائیل نے قبضہ کر رکھا ہے اس کا رخ یقیناً کعبہ کی طرف ہے اور اس رخ پر ہی نماز ادا ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ مسجد بعد کو اس وقت بنی جب مسلمان بیت المقدس پہنچ گئے اور نماز کعبہ کو رخ کر کے پڑھی جاتی تھی اور قرآن میں معراج والی آیت پہلے ہی یعنی حضورؐ پر نازل ہو چکی جب اس جگہ کا نام یروشلم تھا اس سے بھی ثابت ہوا کہ مسجد اقصیٰ سے مراد کوئی اور جگہ ہے نہ کہ بیت المقدس (یروشلم)۔

دوسری بات یہ ہے کہ عربی کا ایک لفظ مدینہ ہے اس کا مطلب شہر ہے جس وقت حضورؐ مکہ سے ہجرت کر کے یثرب تشریف لے گئے اور وہاں قیام کیا تو مسلمانوں نے اس شہر کا نام مدینۃ النبی رکھا اور بعد کو یہ مدینہ کے نام سے مشہور ہو گیا اور آج پوری دنیا اس کا نام مدینہ ہی جانتی ہے یثرب سے بہت کم آدمی واقف ہیں مدینہ کا مطلب شہر بھی ہے اس لئے ہر شہر کو مدینہ کہہ سکتے ہیں یا مصر بھی کہہ سکتے ہیں۔

میں یہ کہتا ہوں کہ میں نے چاند پور سے مدینہ تک سفر کیا اور کوئی آدمی مدینہ کا مطلب ہر شہر سے لیتے ہوئے بمبئی مطلب لے اور کہے کہ تیرا سفر چاند پور سے بمبئی تک ہوا تو کیا بات ٹھیک ہے بھلے ہی وہ بعد کو یہ کہے کہ پھر بمبئی سے مدینہ گئے تو بات غلط ہو گئی اس لئے کہ بات مدینہ تک ہے اور مدینہ بمبئی کر دیا تو بمبئی تک مانی جائے گی ہاں جب تو درست تھی جب میں یہ کہتا کہ میں نے چاند پور سے بمبئی رکتے ہوئے مدینہ تک سفر کیا مگر میں نے تو یہ صاف الفاظ میں کہا ہے کہ میں نے سفر چاند پور سے مدینہ تک کیا اور مدینہ سے مراد ہر شہر نہیں بلکہ خاص مدینۃ النبی ہے اور حضورؐ کے یثرب آنے سے پہلے مدینہ کسی شہر کا نام نہیں تھا بعد کو ہوا۔ اس لئے اگر کوئی آدمی اس زمانہ میں کہتا تو یوں کہ سفر چاند پور سے یثرب تک کیا اور بعد کو یثرب کا نام مدینہ ہونے سے کوئی ہر شہر کو مدینہ جان کر بمبئی کر دیتا تو غلط ہے اسی طرح معراج میں سورہ بنی اسرائیل میں مسجد اقصیٰ کا معاملہ ہے اس وقت بیت المقدس میں اس نام کی کوئی مسجد نہیں تھی اور نہ وہ جگہ مکہ سے انتہا بہت دور کنارے پر ہے۔ وہ تو مکہ سے قریب ہے۔

اس لئے مسجد اقصیٰ جس سے اللہ کی مراد ہے وہ سدرۃ المنتہیٰ پر ہی ہے اور یہ حقیقت ہے جس کو قرآن کھلے الفاظ میں کہہ رہا ہے۔ کیا اللہ کی بات غلط ہو سکتی ہے؟ ہاں اس وقت تو بیت المقدس والی بات مان لی جاتی جب اللہ یوں فرماتا ہے کہ میں نے محمدؐ کو معراج مکہ سے بیت المقدس دکھلاتے ہوئے مسجد اقصیٰ تک کرائی مگر قرآن میں بیت المقدس نہیں بلکہ مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ ہے۔ اس لئے حضورؐ کو معراج مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ سدرۃ المنتہیٰ تک ہوئی نہ کہ بیت المقدس جو بھی بیت

المقدس مانتا ہے وہ غلطی پر ہے۔

صحیح بات اللہ کی ہے یعنی حضورؐ کو کعبہ سے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا جو ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر کیا گیا ہے وہ حقیقت سے ہٹ کر ہے اور یہ مطلب روایات سے لیا گیا ہے۔ کیا قرآن کی عظمت کا یہ تقاضہ ہے کہ اس کے الفاظ کو روایات سے بدلوا دیا جائے؟ بلکہ قرآن کے الفاظ سے غلط روایات کو بدلدو جب خیر ہے۔

ان آیات میں ایک لفظ اقصیٰ ہے اس کے معنی دیکھ لیے جائیں کیا ہیں۔ اقصیٰ کے معنی ہیں بہت دور انتہائی کنارہ۔ بعید لیکن بیت المقدس مکہ سے دور تو ہے بہت دور نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی کنارہ انتہا کہہ سکتے ہیں جب بیت المقدس اس تعریف کے اندر نہیں آتا تو مسجد اقصیٰ نہیں کہہ سکتے ہاں مسجد ضرور کہا جائے گا۔ ہاں یثرب کی طرح اگر نام رکھنا ہو تو اور بات ہے تب مسجد اقصیٰ کہہ سکتے ہیں جیسا کہ اس جگہ کا نام مسجد اقصیٰ اب ہے۔ معراج کے وقت اس کا نام مسجد اقصیٰ نہیں تھا نہ اس وقت یہ مسجد تھی۔ شہر یروشلم تھا دلوں میں اس کی عزت ضرور ہے اور ہونی چاہیے۔ بعد کو وہاں مسلمانوں نے مسجدیں بنائیں بہت ترقی دی جس پر اب اسرائیل نے قبضہ کر رکھا۔

بیت المقدس مکہ سے زیادہ دور نہیں کہ حضورؐ اس کو دن میں جا کر نہ دیکھ سکتے تھے بلکہ تجارت کے سلسلہ میں حضورؐ ملک شام گئے بھی ہیں تو کیا اللہ کو رات میں بیت المقدس ہی دکھلانا مقصود تھا؟ جبکہ وہاں پر ایسی کوئی نشانی بھی نہ تھی انبیا ء تو اور بھی جگہ مدفون ہیں پیداوار تو اور جگہ بھی اس سے زیادہ ہوتی ہے امن بھی وہاں نہیں جیسا کہ اللہ کہتا ہے کہ وہاں برکت امن ہے سکون ہے۔ تاریخ اٹھا کر دیکھ لو جب سے بیت المقدس کی معلومات ہیں اس وقت سے وہاں پر خونریزی ہی ہوتی رہی ہیں اور اب بھی وہاں خونریزی ہو رہی ہے۔ ان باتوں سے ثابت ہوا وہاں برکت امن بھی نہیں اللہ امن اور برکت کو کہتا ہے۔ امن کہاں ہوتا ہے۔ دیکھو دنیا میں مسجدیں ہیں ان کو اللہ کا گھر کہتے ہیں آدمی جب دنیا میں پریشان ہوتا ہے تو مسجد میں چلا جاتا ہے وہاں پر اس کو امن و سکون ملتا ہے اس طرح ہی اللہ کا عرش امن والا ہے وہاں پر سکون ہے برکت ہے اللہ کے فرشتے ہر وقت عبادت میں لگے ہیں نہ لڑائی ہے اور نہ جھگڑا۔ ان باتوں پر غور کرو اور فیصلہ کرو حقیقت معلوم ہو جائے گی ضد میں آ کر کچھ نہ ہوگا اور نہ اندھی تقلید میں۔ اس سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ حضورؐ کو معراج کعبہ سے سدرۃ المنتہیٰ تک ہوئی نہ کہ کعبہ سے بیت المقدس تک کعبہ کو اللہ امن والی جگہ بتلاتا ہے جو ٹھیک ہے۔

دوزخ سے نکلنا

ہمارے یہاں بہت مشہور ہے کہ کلمہ پڑھنے والا دوزخ میں نہیں جائے گا اور اگر گیا بھی تو کچھ دنوں کو اپنی سزا بھگت کر پھر جنت میں آجائے گا یہی خیال یہود نصاریٰ کا ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں۔اس طرح کے خیالات دوسری قوموں میں بھی ہیں جیسے اہل ہنود کہتے ہیں کہ آدمی مرنے کے بعد دوسری یونی میں چلا جاتا ہے اور اپنی کرنی کو بھگت کر پھر آدمی بن جاتا ہے اس طرح وہاں جنت دوزخ کا نظریہ قریب قریب ختم یا جیسے کمیونسٹ وہ خدا کے قائل نہیں اور اس دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ مانتے ہیں اتنے پر بھی سب اپنی بات کو حقیقت بتلاتے ہیں اور ساتھ میں یہ بھی دعویٰ ہے کہ یہ باتیں اللہ نے بتلا دیں ہیں اپنے نبیوں کی زبان اور ثبوت میں قول رسول پیش کرتے ہیں جو مسلمانوں میں کافی مشہور ہیں۔

صحیح بخاری جلد اول پارہ اول باب الوحی صفحہ ۱۰۶ حدیث ۲۱۔

حضرت ابوسعید خدریؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو چکے ہوں گے اس کے بعد اللہ فرشتوں سے فرمائے گا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو۔پس وہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور وہ سیاہ ہو گئے ہوں گے پھر نہر حیات میں ڈال دیے جائیں گے۔ بیشک امام مالک نے کہا ہے جو اس حدیث کے راوی ہیں تب تر و تازہ ہو جائیں گے جس طرح دانہ تر و تازگی کے ساتھ پانی کی روانی کے جانب اگتا ہے۔

بخاری جلد اوّل باب العلم حدیث ۱۲۹۔حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ معاذؓ سے نبیؐ نے فرمایا تھا جو کوئی اللہ سے اس حال میں ملے کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔معاذؓ نے کہا کہ کیا میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ دیدوں آپ نے فرمایا نہیں میں ڈرتا ہوں لوگ اس پر بھروسہ کر لیں گے۔

بخاری جلد دوم کتاب التفسیر سورہ مریم صفحہ ۱۸۴۲ حدیث ۱۸۴۱۔

حضرت ابوسعید خدریؓ نے کہا کہ رسولؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن موت ایسے مینڈھے کی صورت میں لائی جائیگی جو چت کبرا ہوگا۔جنتیوں سے کہا جائے گا کہ غور سے دیکھو یہ کون ہے۔کیا اس کو پہچانتے ہو۔سب کہیں گے ہاں یہ موت ہے اور سب نے اپنے مرتے وقت دیکھا ہے۔پھر

دوزخیوں سے کہا جائے گا دیکھو کیا تم اسے پہچانتے ہو وہ سب کہیں ہاں یہ موت ہے۔ پھر اسی صورت میں موت ذبح کردی جائے گی اور جنتیوں سے کہا جائے گا تم ہمیشہ جنت میں رہو اب موت کسی کو نہ آئے گی ایسے ہی دوزخیوں سے کہا جائے گا پھر اس آیت کو پڑھا (اے محمدؐ) ان لوگوں کو اس حسرت وافسوس کے دن سے خبردار متنبہ کردیجیے جس دن کہ پچھتائیں گے جبکہ (جنت و دوزخ کا) فیصلہ ہوجائے گا یہ لوگ پھر بھی غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

بخاری جلد اوّل کتاب الجنائز حدیث ۱۱۶۰۔ حضرت ابو ہریرہؓ نبیؐ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس کے بچے مرجائیں اور وہ دوزخ میں داخل ہو مگر صرف قسم پوری کرنے کے لئے اللہ اسے دوزخ کے پل سے گذاردے گا۔

بخاری جلد دوم کتاب پیدائش حدیث نمبر ۲۵۵، ص ۲۲۰۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ نبیؐ فرماتے تھے مجھ سے جبرئیل نے کہا ہے آپ کی امت میں جو شخص اس حال میں مرجائے گا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا دوزخ میں نہ جائے گا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور اگرچہ اس نے چوری کی ہو۔

بخاری جلد دوئم کتاب الجہاد صفحہ ۱۵۱، حدیث ۳۱۸۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا ہمارے مجمع میں کھڑے ہوئے پھر آپ نے غنیمت میں خیانت کا ذکر کیا اور اس کو برا ظاہر کیا اور اس کے معاملے کو آپ نے بہت سخت ظاہر کیا آپ نے فرمایا میں تم میں سے کسی شخص کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو اور وہ بول رہی ہو اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو، ہنہنا رہا ہو وہ کہے یا رسول اللہ میری فریاد رسی کیجیے اور میں کہہ دوں کہ تیرے لئے کچھ اختیار نہیں رکھتا میں نے تجھے پہنچا دیا تھا اور اس کی گردن پر اونٹ بلبلا رہا ہو اور وہ کہے یا رسول اللہ میری فریاد رسی کیجیے اور میں کہہ دوں کہ تیرے لئے میں کچھ اختیار نہیں رکھتا میں تو تجھے پیغام الٰہی پہنچا چکا ہوں۔

سورہ النساء آیت ۹۳۔ اور جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے گا تو اس کی سزا جہنم ہے کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے اور اس پر اللہ غضبناک ہوگا اور اس کو اپنی رحمت سے دور کردیں گے اور اس کے لئے بڑی خرابی ہے۔

سورہ البروج آیت ا۔ جن لوگوں نے مومن مردوں اور عورتوں پر ستم توڑا اور پھر اس سے تائب نہ ہوئے یقیناً ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلائے جانے کی سزا ہے۔ حضورؐ کی حدیث ہے۔ مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور قتل کرنا کفر ہے۔

سورہ آل عمران ۳ آیت ۲۴۔ان کا یہ طرز عمل اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں آتش دوزخ تو ہمیں مس نہیں کر سکتی اور اگر دوزخ کی سزا ہم کو ملے گی تو بس چند روز ان کے خود ساختہ عقیدوں نے ان کے اپنے دین کے معاملے میں بڑی غلط فہمیوں میں ڈال رکھا ہے مگر کیا بنے گی ان پر جب ہم انہیں اس روز جمع کریں گے جس کا آنا یقینی ہے اس روز ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ پورا پورا دے دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہو گا۔

سورہ البقرہ ۲ آیت ۸۰۔۸۱۔اور یہودیوں نے یہ بھی کہا کہ ہرگز ہم کو آتش دوزخ نہیں چھوئے گی مگر تھوڑے روز جو شمار کر لیے جائیں آپ یوں فرمادیجئے کیا تم لوگوں نے حق تعالیٰ سے کوئی وعدہ لے لیا ہے جس میں اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کریں گے یا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی کوئی بھی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے کیوں نہیں جو شخص بری باتیں کرتا رہے اور اس کو اس کی خطاء احاطہ کرے سو ایسے لوگ اہل دوزخ ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ایسے لوگ اہل بہشت ہوتے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

سورہ الواقعہ ۵۶ آیت ۸۸ سے ۹۴۔ پھر جو شخص مقربین میں سے ہو گا اس کے لئے تو راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہو گا تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے امن و امان ہے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے۔اور جو شخص جھٹلانے والوں اور گمراہوں میں سے ہو گا تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہو گی اور دوزخ میں داخل ہو گا۔

سورہ الحدید آیت ۱۲۔۱۳۔جس دن آپ مسلمان مردوں اور عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑتا ہو گا آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے (پل صراط) پر کہیں گے کہ ہمارا انتظار کر لو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کریں ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی تلاش کرو پھر ان کے درمیان میں ایک دیوار قائم کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہو گی اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہو گا۔

سورہ القارعۃ ۱۰۱ آیت ۶ سے ۸ تک۔پھر جس شخص کا پلّہ بھاری ہو گا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہو گا اور جس شخص کا پلّہ ہلکا تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہو گا اور کچھ معلوم ہے وہ ہاویہ کیا ہے وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

سورہ الانفطار۸۲ آیت ۹ تا ۱۹۔ ہرگز نہیں یوں بلکہ تم قیامت کو جھٹلاتے ہو اور تم پر یادر کھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں جو تمہارے سب اعمال کو جانتے ہیں۔ نیک لوگ بیشک آسائش میں ہوں گے۔ اور بدکار لوگ بیشک دوزخ میں ہوں گے روز جزا کو اس میں داخل ہوں گے اور اس سے باہر نہ ہوں گے اور آپ کو کچھ خبر ہے وہ روز جزا کیسا ہے اور آپ کو کچھ خبر ہے وہ روز جزا کیا ہے۔ وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کے لئے کچھ بس نہ چلے گا اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی۔

ان آیتوں اور حدیثوں پر لکھنے سے پہلے ایک آیت کا ترجمہ دیکھ لیا جائے کہ علماء حضرات نے کیا کیا ہے اور ہونا کیا چاہیے تھا اگر ان کے ترجمے کو صحیح مان لیا تو اس کے کیا نتیجے برآمد ہو سکتے ہیں۔

سورہ ہود ۱۱ آیت ۱۰۷۔ **خلدین فیھا ما دامت السمٰوٰت والارض الاماشاء ربک ط ان ربک فعال لما یرید(۱۰۷)**

۱۔ مولانا فرمان علی۔ وہ لوگ جب تک آسمان و زمین قائم ہے ہمیشہ اس میں رہیں گے مگر جب تمہارا پروردگار (نجات دینا چاہے) بیشک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے وہ کر کے ہی رہتا ہے۔

۲۔ جب تک آسمان و زمین قائم ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے مگر تمہارا پروردگار چاہے۔ بیشک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔

۳۔ ہمیشہ رہنے والے بیچ اس کے جب تک رہیں گے آسمان اور زمین مگر جو چاہے پروردگار تیرا تحقیق پروردگار تیرا کرنے والا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔

۴۔ ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو منظور ہے تو دوسری بات ہے آپ کا رب جو چاہے اس کو پورے طور سے کر سکتا ہے۔

۵۔ اور اس حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں ۱۰۲ اور یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے بے شک تیرا رب پورے اختیار رکھتا ہے کہ جو چاہے کرے۔

تفسیر ۱۰۲ محاورے کے طور پر یہ الفاظ ہمیشگی کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں مگر اس آیت کا ترجمہ اگر صحیح طور سے دیکھا جائے تو یہ ہے ''ہمیشہ رہیں گے اس میں جب تک زمین و آسمان قائم ہیں مگر جو چاہے تیرا رب بے شک تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔'' اب اس آیت کے ساتھ دوسری آیت کو ملا کر دیکھا جائے کہ اللہ نے یہ بات کیوں کہی ہے۔

سورہ ہود ۱۱ آیت ۱۰۵ تا ۱۰۸۔ جب وہ آئے گا تو کسی کو بات کرنے کی مجال نہ ہوگی مگر

اجازت سے پھر کچھ لوگ اس روز بد بخت ہوں گے اور کچھ لوگ نیک بخت۔ جو بد بخت ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے (جہاں گرمی اور پیاس سے) وہ ہانپیں گے اور پھنکاریں ماریں گے اور اسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک زمین وآسمان قائم ہیں الا یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے بے شک تیرا رب پورا اختیار رکھتا ہے کہ جو چاہے کرے۔ رہے وہ لوگ جو نیک بخت نکلیں گے تو وہ جنت میں جائیں گے اور وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک زمین وآسمان قائم ہیں الا یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے ایسی بخشش ان کو ملے گی جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔

سورہ ہود کی آیتوں کو چھوڑ کر جو آیتیں اور حدیث لکھی گئی ہیں ان میں سے کچھ حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حساب کتاب کے بعد جب آدمی جنت دوزخ میں چلے جائیں گے تو آدمی دوزخ سے نکالے جائیں گے اور جنت میں آجائیں گے مگر دوسری حدیث اور قرآن کی آیتوں سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ حساب کے بعد نیک بختوں کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں ہوگا اور بد بختوں کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں ہوگا اور داہنے ہاتھ والے جنت میں اور بایں ہاتھ والے دوزخ میں اور اپنی جگہ ہمیشہ رہیں گے اس سے انکار کی گنجائش نہیں جیسا کہ اللہ نے یہود کے قول کو مسترد کر دیا کہ وہ یہ کہتے تھے کہ اگر ہم دوزخ میں گئے تو چند دن کے لئے پھر جنت میں آجائیں گے۔ یہ قول اللہ نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ کیا انھوں نے اللہ سے کوئی وعدہ لے لیا ہے اس لئے یہ خیال غلط ہے مگر سورہ ہود کی آیتوں کے ترجمے میں کچھ توڑ مروڑ کر لکھا ہے کہ الا یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے یا نجات دیدے تو دوزخ سے نکل کر جنت میں آنا ہے اگر اس کو مان لیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اور جنت سے نکل کر دوزخ میں اللہ لے جائے گا بات مشکوک ہو گئی مگر اللہ کی بات مشکوک نہیں ہوتی صاف ہوتی ہے۔ انسان مشکوک کر دیتے ہیں اور دوسرے انسان ان کی اس خدائی کو تسلیم کر لیتے ہیں جو بری بات ہے حقیقت یہ ہے کہ حشر میں حساب کتاب ہوگا۔ اس دن اللہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا اور جس کو چاہے گا معاف نہ کرے گا۔ اس کے بعد اور کوئی کسوٹی نہیں جو جہاں پہنچ گیا ہمیشہ اس میں رہنا ہے جس کی شہادت قرآن دے رہا ہے اس کے علاوہ ہر خیال باطل ہے اور مسلمانوں کو گناہ کرنے کی ترغیب دے رہا ہے کہ گناہ کرے جاؤ، جنت تو مل جائے گی اس سے مسلمان اللہ کا باغی ہو گیا ایک بار پھر سن لو حشر میں فیصلہ ہوگا اور وہ ہوگا دنیا کے عمل کے مطابق اس دن اللہ جس کو معاف کرنا چاہے گا کر دے گا اور نہ کرنا چاہے گا نہ کرے گا اور ہمیشہ جنت دوزخ سے نکلنے کا سوال ہی نہیں اور نہ کوئی کسوٹی ہے۔ مگر ہمارے یہاں اس کے بعد بھی ایک کسوٹی لکھی ملتی ہے اور وہ ہے پل صراط جس کی تفصیل بہت لمبی چوڑی لکھی

ملتی ہے۔مگر میں یہاں تفصیل میں جانا نہیں چاہتا صرف اس پر لکھنا چاہتا ہوں اس تفصیل میں یہ بھی ہے کہ پل صراط سے جنتی ایک دم پار ہوں گے اور دوزخی کٹ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔کیا اس سے پہلے ہی اللہ نے جنت دوزخ کا فیصلہ نامہ اعمال داہنے اور بائیں ہاتھ میں دے کر نہ کر دیا پھر اس پر چلنے کی کیا ضرورت رہ گئی۔اس سے ثابت یہ ہو رہا ہے کہ فیصلہ اللہ کے ہاتھ کا مشکوک ہو گیا اور وہ فیصلہ صحیح نہ ہوا اس میں ظلم ہو سکتا ہے۔(نعوذباللہ) بلکہ اصل فیصلہ پل صراط پر ہوگا۔اب غور کرنا یہ ہے کہ پل صراط کیا ہے۔کیا وہ حساب کے بعد قائم کیا جائے گا یا دنیا میں اللہ نے قائم کر رکھا ہے۔قرآن اس کے بارے میں کیا کہتا ہے۔

پل صراط

سورہ البلد ۹۰۔قسم کھاتا ہوں (اس شہر) مکہ کی اور حال یہ ہے کہ (اے نبی) اس شہر میں تم کو حلال کر لیا گیا ہے اور قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اس کی اولاد کی جو اس سے پیدا ہوئی درحقیقت ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے کیا اس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہ پا سکے گا کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال اڑا دیا کیا وہ سمجھتا ہے کہ کسی نے اس کو نہیں دیکھا کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے اور (نیکی اور بدی کے) دونوں نمایاں راستے اسے دکھا دیئے مگر اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی۔کسی کی گردن کو غلامی سے چھڑانا یا فاقے کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا (پھر اس کے ساتھ یہ کہ) آدمی ان لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو رحم کی تلقین کی یہ لوگ ہیں دائیں بازو والے اور جنہوں نے ہماری آیات ماننے سے انکار کیا وہ بائیں والے ہیں ان پر آگ چھائی ہوئی ہوگی۔

اس سورۃ پر غور کرنے سے پہلے پل صراط کے مطلب پر غور کرنا ضروری ہے۔صراط کہتے ہیں راستہ کو اگر راستہ میں کوئی رکاوٹ ہوتی ہے اس کو پار کرنے کے لئے جو چیز بنائی جاتی ہے اس کو پل کہتے ہیں۔حاصل مطلب یہ ہوا کہ راستے کی رکاوٹ کو پار کرنے کے لئے جو چیز بنائی جاتی ہے اس کو راستے کا پل کہتے ہیں عرف عام میں اس کو پل صراط بھی کہہ سکتے ہیں۔اب اللہ نے سورہ بلد میں ایک گھاٹی بتلائی ہے اور زور دے کر کہا ہے کہ تم جانتے ہو کہ وہ گھاٹی کیا ہے۔گھاٹی کا لفظ آنے سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ راستے میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔رکاوٹ میں کوئی دریا بھی ہو سکتا ہے کوئی غار بھی ہو سکتا

ہے۔ بہر حال کوئی بھی رکاوٹ ہو سکتی ہے جس سے راستہ رک گیا۔ اب اگر اس راستہ کو پار کرنا ہے تو ضروری ہے کہ اس راستہ پر پل بنانا پڑے گا تب کہیں جا کر گھاٹی سے پار ہونا ہو گا یہ تو رہا انسان کے دنیا کے راستے جن پر وہ چلتا ہے اس کی سواری بھی چلتی ہے اللہ نے ایک گھاٹی کا ذکر کیا۔ انسان نے اپنی گھاٹی پر لکڑی اینٹ پتھر سیمنٹ لوہے وغیرہ سے پل بنا کر اس سے پار ہو گیا۔ مگر اللہ کی گھاٹی پر انسان کا یہ پل کام نہ دے گا کیونکہ یہ انسان کا بنایا ہوا ہے اللہ کی گھاٹی پر تو اللہ کا ہی پل کام دے گا۔ اللہ نے گھاٹی بتلا کر انسان کو اس کا پل بھی بتلا دیا یہ نہیں کہ اللہ گھاٹی تو بتلا دیتا اور اس سے پار ہونے کا انتظام انسانی عقل پر چھوڑ دیتا۔ ایسا نہیں بلکہ اس نے خود ہی پل بتلا دیا وہ پل کیا ہے اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گذار گھاٹی وہ یہ کہ کسی کی گردن کو غلامی سے چھڑانا یا فاقے کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا پھر آدمی ان لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنھوں نے ایک دوسرے کو صبر اور رحم کی تلقین کی یہ لوگ ہیں دائیں بازو والے (یعنی اتنا بڑا پل بنانے والے پار ہوں گے) اور جنھوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا وہ بائیں بازو والے ہیں اور ان پر آگ چھائی ہوگی (یعنی انھوں نے یہ پل نہ بنایا اللہ کی بات نہ مانی وہ اس پل پر سے کٹ کر دوزخ میں گر گئے۔

اس دنیا میں بہت لذت ہے شیطان بڑا دشمن سامنے ہے وہ ہر طرح سے انسان کو سبز باغ دکھلا کر اللہ کا باغی بنانا چاہتا ہے اور طرح طرح سے انسان کو غلط راستے پر چلنے کی ترغیب دیتا ہے اور انسان بھی نفس کے دھوکے میں آ کر جلد ہی اس کے فریب میں آ جاتا ہے۔ دوسرے معنٰی میں اس کو بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز کہہ سکتے ہیں جو آدمی شیطان کے فریب سے بچ کر اللہ کی کتاب اور رسولؐ کے طریقے پر چلتا ہے وہ اس پل سے پار ہو جاتا ہے اور جو شیطان کے دھوکے میں آتا ہے وہ اس پر خطر راستے میں بھٹک کر دوزخ میں گر جاتا ہے۔

اس بحث سے ہم کو یہ ملا کہ پل صراط تو ضرور ہے مگر وہ حساب کے بعد نہیں بلکہ اس دنیا میں دنیا کی دشوار گذار گھاٹی سے پار ہونے کی چیز ہے انسان جب اس دنیا میں ہوش میں آتا ہے اور جب تک رہتا ہے اس کا ہر قدم اس گھاٹی کے پل پر ہے اگر اس نے اللہ کے قانون کی پابندی کی تو وہ پار ہو گیا اور نہ کہ وہ کٹ کر دوزخ میں گر گیا اور عمل کے حساب سے ہی حشر میں نامۂ اعمال ملیں گے اور وہ فیصلہ آخر ہو گا اس کے بعد نہیں جیسے ایک لڑکا امتحان دیتا ہے امتحان کے بعد اس کا نتیجہ آتا ہے پاس یا فیل اس کے بعد کوئی امتحان نہیں۔ اب اس پر غور کرنا ہمارا کام ہو جاتا ہے کہ ہم اس پل صراط سے پار ہوں یا نہ ہوں۔ اللہ ہم سب کو اپنے قانون پر عمل کرنے کی توفیق دے اور ہم سب اس گھاٹی سے ایمان

اور عمل کے پل کے ذریعے پار ہو جائیں۔ تقبل۔ یہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ پل صراط عربی لفظ نہیں ہے کیوں کہ عربی میں ''پ'' نہیں ہے۔

اس کے بعد مسیح موعود کے بارے میں لکھا جارہا ہے یہ مسئلہ بھی ہمارے عقیدوں میں شامل ہے۔

ل ایمان لانے کا مطلب یہ ہوا کہ ان کو نبی تسلیم کریں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ آخری نبی ہوئے جبکہ یہ عقیدہ غلط ہے آخری نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مسیح موعود

مسیح مدعود کے بارے میں مسلمانوں اور عیسائیوں میں مشترکہ خیال ہیں یعنی حضرت عیسیٰ کو اللہ نے زندہ اٹھالیا ہے اور وہ پھر دنیا میں واپس آ کر انسانوں کو ظلم سے نجات دلائیں گے شادی بھی کریں گے ان کے ساتھ امام مہدی بھی ہوں گے امام مہدی کے بارے میں مجھے کچھ زیادہ نہیں کہنا کیونکہ قرآن میں صرف حضرت عیسیٰ کے بارے میں ہی جان کاری دی ہے۔

شیعہ حضرات کی ایک کتاب فقہ جعفری اور مختلف مکاتب فقہ کے صفحہ ۳۰ پر حضرت عیسیٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ ''حضرت عیسیٰ امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے یہودیوں نے نہ تو عیسیٰ کو قتل کیا ہے اور نہ ہی ان کو سولی دی ہے۔ بلکہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں آسمان پر اٹھالیا اور وہ قیامت سے قبل تشریف لائیں گے اور اس وقت موجود اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے ل۔ حضرت عیسیٰ بعد از نزول ۴۳ سال زندہ رہیں گے امام مہدی کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے دجال کو قتل کریں گے، عیسیٰ نازل ہونے کے بعد شادی کریں گے ان کی اولاد ہوگی، حج کریں گے، امام مہدی سات سال دنیا میں حکمرانی کریں گے۔''

اس تحریر کو دیکھنے کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی حضرت عیسیٰ سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے امام مہدی صرف سات سال حکومت کر پائیں گے اور انتقال ہو جائے گا۔ اولاد ہونے کی نہیں کیونکہ وہ آخری امام ہیں تو ظاہر ہے کہ ان کے انتقال کے بعد حضرت عیسیٰ ہی حکمرانی کریں گے کیونکہ وہ نبی بھی ہیں اور ان کی اولاد بھی ہوگی حضرات شیعہ کے قول کے مطابق حکمرانی اور امامت صرف نبی کی اولاد کا حق ہے اور شیعوں کے بارہ امام امام مہدی پر ختم ہو رہے ہیں۔

اس طرح خود بخو د ہی شیعہ حضرات نے اپنی امامت اور حکمرانی حضرت عیسیٰ اور ان کی اولاد کے سپرد کردی یہ بھی ایک غور طلب بات ہے اس پر سب مل کر غور کرو۔ اور کوئی دور کی کوڑی لاؤ میں اپنی بات آگے بڑھاتا ہوں اور ایک دوسری کتاب تحفۃ القادیان جس کے مصنف: رئیس المبلغین حضرت الحاج مولانا سیف اللہ صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند ہیں صفحہ ۸۵ پر ایک مضمون "نصرت الٰہی بصورت قانونی غلبہ" کے عنوان سے لکھا ہے غور کرنے کے لئے لکھتا ہوں۔ اقوام عالم کے نزدیک غلبہ و نصرت اور فتحیابی کی ایک اور صورت بھی تسلیم شدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ گر کسی دولت عظمٰی کی جنگ ایسی حکومت سے چھڑ جائے جس کی نوآبادیات مشترک بساط ارضی پر پھیلی ہوئی ہوں اور وہ میدان جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے دولت مشترک کی تمام فوجیں اپنی دولت عظمٰی کی امداد و نصرت میں شکست کھا چکی ہوں لیکن آخری اور فیصلہ کن جنگ میں مقتدر اعلیٰ حاکم اول دولت مشترک کی افواج دشمن کو زیر و مفتوح کرلیں تو بین الاقوامی قانون کی رو سے تمام نوآبادیات و دولت عظمٰی شکست خوردہ ہونے کے باوجود غالب و فاتح اور مظفر ہی تسلیم ہوں گی اور تاوان جنگ لینے میں برابر کی حصہ دار ہوں گی چنانچہ سرتاج نبوت سرور دو عالم خاتم الانبیا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مملکت نبوت وہ دولت عظمٰی ہے جس کی دولت مشترک اور نوآبادیات نبوت روئے زمین کے چپہ چپہ پر قائم اور پھیلی ہوئی ہیں۔ اور تمام انبیاء کرام و رسل دولت مشترک کی حیثیت میں مملکت محمدیؐ کے نمائندہ اور رکن ہیں اسی دولت مشترک کا ایک جلیل القدر شہزادہ جس کے پاس تقرب الی اللہ کا پٹکا۔ رسالت عظمٰی کا تاج کلمۃ اللہ روح اللہ کے شاہی مرصع تمغے تائید روح القدس کی وردی میں ملبوس حفظان صحت کا زبردست ماہر ڈاکٹر صنعت و حرفت کا وزیر اعلیٰ درجہ کا موجد و سائنسداں حضرت عیسیٰ آج کل ولایت عظمٰی تشریف لے گئے ہیں جہاں صنعت و ایجاد اور ریسرچ کے عمدہ محکمے پہلے ہی سے قائم ہیں۔ جبکہ کورس پورا ہو جائے گا تو نوایجادات سے واقف ہو کر اعلیٰ قسم کے جدید اسلحہ سے مسلح اور خلافت محمدی کی ڈگری لے کر باطل شکنی کے لئے صفحہ ارض پر واپس ہوں گے اور مرکز باطل مسیح دجال کو زیر کر کے دین حق کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کریں گے یہ قانون اور آخری غلبہ ہوگا بس اس عرصہ میں اگر تمام دولت مشترک باطل سے مغلوب ہو کر شکست کھا جائیں اور تمام انبیاء کرام بالفرض قتل بھی ہو جاتے تب بھی غلبہ محمدی کی وجہ سے سب کے سب غالب منصور من اللہ ہی ہیں۔

کتاب تحفۃ القادیان صفحہ ۹۰ تا ۹۲۔ سابقہ انبیاء کرام و رسل علیہم السلام کی تاریخ اور سرور دو عالم خاتم الانبیا محمدؐ کی پوری زندگی اور آج کا ماحول اس پر شاہد ہیں کہ فتنہ باطل ابھی تک پوری طرح

ختم نہیں ہوا جیسا کہ حدیث الجہاد ماض الیوم القیامۃ میں اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ حرب اقتال کا یہ سلسلہ اولیاء اللہ او راولیاء الشیطان کے درمیان ابتداء عالم سے آج تک جاری ہے اور خروج و دجال ونزول مسیح تک جاری رہے گا اس عرصہ میں دونوں جماعتوں میں الحرب بینہا وبینہم سجال کا نقشہ رہنا ضروری ہے جس کی وجہ سے اولیاء الشیطان غالب ومغلوب ہوتے رہیں گے۔ البتہ نزول عیسیٰ پر اولیاء اللہ او راولیاء الشیطان کے درمیان ایک فیصلہ کن آخری جنگ ہوگی جس میں کامل غلبہ حزب اللہ رحمان والی جماعت کو ہوگا جس پر آیت ذیل پر نص ہے۔

لھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ دین الحق لیظھرہ علی الذین کلہ ولہ کرہ المشرکین۔(فتح ۴۸:۲۸) وہ خدا ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت قرآن اور سچا دین دے کر بھیجا تکہ تمام ادیان پر خدا کا دین غالب کردے اگر چہ مشرکین لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں

اس فیصلہ کن جنگ کی خبریں احادیث متواتر میں موجود ہیں جس میں سے ایک حدیث نبی بطور نمونہ کے پیش ہے اور آسمان سے عیسیٰ بن مریم اس حالت میں زمین پر اتریں گے کہ ان کے ہاتھ میں اسلحہ ہوگا جس سے دجال کو ہلاک کرکے دین حق کی تائید کریں گے۔ نہر الماد ۳۶۷ ہ تلخیص الجبیر ۳۴۴ فتح البیان ۳۴۴ وغیرہ اور بہت سی تفسیر وحدیث میں یہ روایت موجود ہے چنانچہ حضرت عیسیٰ کے جسمانی نزول پر اجماع امت ہے جس کی تصدیق احادیث متواترہ سے ہورہی ہے۔

علماء محققین صوفیاء عظام ائمہ حدیث وتفسیر ائمہ اربعہ تابعین صحابہ کرام سرور دو عالمؐ اور قرآن عزیز حیاۃ مسیح رفع جمانی الی السماء ونزول جمانی من السماء کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی پر اجماع ہے۔

اس تحریر سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ دین اسلام ابھی تک غالب ومکمل نہیں اور حضورؐ سے بھی دین غالب نہ ہوسکا جس کو عیسیٰ آکر غالب کریں گے۔ یہ عقیدہ ختم نبوت کا انکار کررہا ہے کیونکہ جب دین مکمل اور غالب ہوجاتا ہے اس وقت سے نبی کا آنا بند ہوجاتا ہے۔ اور تحریر بالا سے یہ ثابت ہوگیا کہ دین حق ابھی تک غالب نہ ہوا جس کی تائید میں ایک قرآن کی آیت بھی درج کردی ہے اس طرح آخری نبی حضورؐ نہ ہوتے ہوئے حضرت عیسیٰ ہوئے (نعوذ) اس عقیدے کو رکھنے والے کیا ہیں ذرا غور کرو اب یہ دیکھو کہ اللہ دین اسلام کے بارے میں کیا کہتا ہے یہ دین غالب ہوگیا یا نہیں۔

سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۱۔ اور اعلان کردو کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل مٹنے والی چیز ہی ہے۔

سورہ انفال آیت ۸۔ اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ اپنے ارشادات سے حق کو حق کردکھائے اور

کافروں کی جڑ کاٹ دے تا کہ حق حق ہوکر رہے اور باطل باطل ہوکر رہ جائے خواہ مجرموں کو یہ کتنا ہی نا گوار ہو۔

سورہ توبہ آیت ۳۲،۳۳۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو پھونکوں سے بجھادیں مگر اللہ اپنی روشنی کو مکمل کیے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی نا گوار ہو۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اسے پوری جنس دین پر غالب کردے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی نا گوار ہو۔

سورہ سباء آیت ۴۹۔ کہو حق آ گیا اور اب باطل کے لئے کچھ نہیں ہوسکتا۔ ان آیات سے صاف ثابت ہو گیا کہ اللہ کا دین غالب ہو گیا اور کامل ہو گیا حضورؐ کی حیات میں۔ اس لئے اب نبی آنے کی ضرورت نہیں۔ مگر علماء حضرات یہ لکھ رہے ہیں کہ حق و باطل کی ایک آخری جنگ ہوگی اور جب دین حق غالب و کامل ہوگا کیا مزے کی بات ہے اور جس آیت کو یہ حضرات عیسٰیؑ کی تائید میں پیش کررہے ہیں اس سے مراد حضورؐ ہیں کہ یہ نبی عربی دین حق کو تمام ادیان پر غالب کردیں بھلے ہی مشرک لوگ ناخوش ہوں مگر علماء نے اس آیت کو حضرت عیسٰیؑ کی شان میں لکھ کر حضورؐ کی توہین کردی ہے۔

کتاب تحفۃ القادیان کی اس عبارت میں ایک بات یہ آئی کہ دولت عظمٰی کا ایک شہزادہ آخری اور فیصلہ کن جنگ کی تیاری کے لئے جنگ کے جدید طریقے سیکھنے کے لئے ولایت تشریف لے گئے ہیں اور وہاں سے جدید اسلحہ سے جنگ کرنے کا طریقہ سیکھ کر واپس آ کر فیصلہ کن جنگ کریں گے گویا وہ سپہ سالار ہیں تو ان کی فوج بھی ہوگی کیونکہ جنگ تنہا نہیں لڑی جاتی۔ آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ حضرت عیسٰیؑ یہ جنگ کا طریقہ سیکھ کر اس وقت تشریف لائیں گے جب دنیا میں باطل کا غلبہ ہوگا اور حق پرست مغلوب ہوں گے اور دجال سے جنگ شروع ہو چکی ہوگی۔

آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ جس زمانہ میں جنگ کا جو طریقہ ہوتا ہے اور جو بھی اس وقت جدید اسلحہ ہوتے ہیں اس سے فوج کا ہر سپاہی اور افسر و سپہ سالار واقف ہوتا ہے اور ان کو پہلے سے اس کا طریقہ سکھایا جاتا ہے یہ نہیں کہ سپہ سالار تو اس طریقہ جنگ کو سیکھ لے اور باقی فوج اس طریقہ سے نابلد ہو تو ظاہر ہے کہ جنگ کا نتیجہ ان کے خلاف ہوگا بھلے ہی سپہ سالار کتنا ہی ہوشیار اور بہادر ہو جنگ کا انجام سپاہیوں کی بہادری اور صلاحیتوں پر ہوتا ہے یہ تو رہا جنگ کا طریقہ آپ نے یہ بھی پڑھ لیا کہ بہت دنوں سے دولت عظمٰی کا صرف ایک سپہ سالار تربیت کے لئے ولایت تشریف لے گئے ہیں اور وہ سیکھ کر واپس آئیں گے اور اس وقت آئیں گے جب جنگ ہوتی ہوگی۔ لکھنے والے نے یہ نہیں لکھا کہ

دوسرے سپاہی بھی ولایت جنگ کا جدید طریقہ سیکھنے گئے ہیں یا صرف ایک شہزادہ۔

جب یہ بات ہے تو اس شہزادے کے علاوہ جنگ سے دوسرا کوئی واقف نہیں تو جنگ کیسی ہوگی۔ اس جنگ کا نتیجہ تو خراب ہی ہوگا۔ لکھنے والے کو یہ لکھنا چاہیے تھا جیسا کہ یہ تاویل کرتے ہیں۔ **تـوفـي وفـي** کے معنی روح قبض کرنے کے نہیں بلکہ زندہ اٹھا لینے کے ہیں اس لئے حضرت عیسیٰ کی موت واقع نہیں ہوئی بلکہ ان کو زندہ اٹھا لیا ہے۔ اگر آپ کی یہ بات صحیح مان لی جائے تو ہر آدمی کے لئے وفیٰ کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے اور ہر آدمی کو اللہ نے موت نہیں دی بلکہ ان کو بھی حضرت عیسیٰ کی طرح زندہ اٹھا لیا اور وہ بھی اس ٹریننگ اسکول میں جس میں حضرت عیسیٰ جنگ کا طریقہ سیکھ رہے ہیں وہ سارے انسان بھی ان کے ساتھ جدید طریقہ جنگ سیکھ رہے ہیں اور حضرت عیسیٰ کے ساتھ وہ بھی دوبارہ دنیا میں آ کر دولت عظمیٰ کی فوج کے ساتھ مل کر دشمن سے جنگ کریں گے اور ان کو شکست دے کر حق کا جھنڈا بلند کردیں گے۔ علماء کرام کو یہ ہی لکھنا چاہئے تب تو ان کی بات قابل تسلیم ہے ورنہ نہیں۔ ویسے اوپر کی عبارت میں لکھنے کو تو اور باتیں بھی ہیں مگر اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

سورہ انبیاء آیت ۳۷۔ اور اے نبی ہمیشگی ہم نے تم سے پہلے بھی کسی انسان کے لئے نہیں رکھی ہے اگر تم مر گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے ہر جان دار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

سورہ بنیاء ۲۱، آیت ۷۔۸۔ اور اے نبی تم سے پہلے بھی ہم نے انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی کیا کرتے تھے تم لوگ اگر علم رکھتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو ان رسولوں کو ہم نے کوئی ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ وہ کھاتے نہ ہوں اور نہ وہ سدا جینے والے تھے۔

آگے بڑھنے سے پہلے ان دو آیتوں پر غور کیا جائے۔ اللہ نے پہلی آیت میں کہا کہ ہر نبی انسان تھے اور وہ جسم بھی رکھتے تھے اور کھانا بھی کھاتے تھے اور ان کو موت بھی آئی تھی کیونکہ وہ سدا جینے والے نہ تھے اور اس کی تائید کے لئے کہا کہ اہل کتاب سے معلوم کرلو وہ ضرور اس بات کی تصدیق کردیں گے سوال اہل کتاب کا ہے جو کتاب پر یقین رکھتے ہوں اور عمل کرتے ہوں ان سے کوئی مطلب نہیں جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم اہل کتاب ہیں اور عمل اس کے خلاف ہے وہ اہل کتاب نہیں اور اللہ کی ہر بات کو غلط ہی بتلائے گا مگر اہل کتاب ضرور تصدیق کرلے گا اور اللہ نے اس بات کو پختہ کرنے کے لئے کہ حضورؐ سے پہلے جتنے بھی انسان ہوئے خواہ وہ نبی ہوں یا عام انسان وہ بھی مرے ہیں اور حضورؐ کو موت بھی آئی تھی اور بعد والوں کو بھی اس بات کو پڑھ کر ہی ہم یہ سمجھ لیتے کہ حضرت عیسیٰ کو موت آ گئی کیونکہ وہ بشر تھے مگر نہ سمجھے ایک آیت کو لے کر ہم دوڑے پھر رہے ہیں اس کو دیکھ

لیا جائے۔

سورہ الزمر ۳۹، آیت ۳۰۔ یقیناً آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔

لے اے لوگو مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے ڈر رہے ہو کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی ہمیشہ رہا ہے جو میں رہتا ہاں میں اپنے پروردگار سے ملنے والا ہوں (یعنی مجھے موت آنے والی ہے) بحوالہ کتاب سیرۃ خاتم الانبیاء او جز السیر لخیر البشر صفحہ ۱۰۳ مفتی محمد شفیع صاحب۔ ان الفاظ میں صاف ہے جو حضورؐ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے جتنے بھی نبی ہوئے ہیں سب کو موت آئی ہے اور مجھے بھی موت آنی ہے اس لئے فرمان نبی سے حضرت عیسیٰ کو موت آ چکی تھی۔ اب یہ بتلا دیا الفاظ اور یہ آیات یا قرآن صحیح ہیں یا آپ کی حدیث اور تفسیر، غور کرو۔

سورہ آل عمران ۳، آیت ۵۳ تا ۵۵۔

(۱) (اور خدا کی بارگاہ میں عرض) اے ہمارے پالنے والے جو کچھ تو نے نازل کیا ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے رسول کی پیروی کی بس ہمیں گواہوں کے دفتر میں لکھ لے (اور یہودیوں نے) مکاری کی اور خدا نے اس کی خفیہ تدبیر کی اور خدا سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے جبکہ عیسیٰ سے خدا نے فرمایا اے عیسیٰ میں ضرور تمہاری زندگی کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور کافروں سے تم کو پاک و پاکیزہ رکھوں گا اور جن لوگوں نے تمہاری پیروی کی ان کو قیامت تک کافروں پر غالب رکھوں گا۔

(۲) اے پروردگار جو تو نے نازل فرمائی ہے ہم اس پر ایمان لے آئے اور پیغمبر کے متبع ہو چکے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ رکھ اور وہ ایک چال چلے اور خدا بھی چلا۔ اور خدا بھی خوب چال چلنے والا ہے اس خدا نے فرمایا کہ عیسیٰ میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تمہیں کافروں سے پاک کر دوں گا اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے ان کو کافروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔

(۳) اے ہمارے پروردگار ہمارے ایمان لائے ہم ساتھ اس چیز کے اتاری تو نے اور پیروی کی ہم نے رسول کی پس لکھ ہم کو ساتھ شاہدوں کے اور تدبیر کیا انھوں نے اور تدبیر کیا اللہ نے اور اللہ بہتر ہے تدبیر کرنے والوں کا جس وقت اللہ نے کہا اے عیسیٰ تحقیق میں لینے والا ہوں تجھ کو اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو طرف اپنی اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو لوگوں سے کہ کافر ہوئے اور کرنے والا ہوں غالب ان لوگوں کو کہ پیروی کریں گے تیری اوپر ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے قیامت کے دن تک۔

(۴) اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے ان چیزوں پر جو آپ نے نازل فرمائی اور پیروی اختیار کی ہم نے رسول کی سو ہم کو ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو تصدیق کرتے ہیں اور ان لوگوں نے خفیہ

تدبیر کی اور اللہ نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب تدبیر کرنے والوں سے اچھا ہے جبکہ اللہ نے فرمایا ہے اے عیسیٰ بیشک تم کو میں وفات دینے والا ہوں اور میں تم کو اپنی طرف اٹھائے لیتا ہوں اور تم کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو منکر ہیں روز قیامت تک۔

(۵) ہم اللہ پر ایمان لائے آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلم ہیں حالانکہ جو فرمان تو نے نازل کیا ہے ہمنے اسے مان لیا اور رسول کی پیروی قبول کی ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے پھر بنی اسرائیل خفیہ تدبیر کرنے لگے جواب میں اللہ نے خفیہ تدبیر کی اور ایسی تدبیروں میں اللہ سب سے بڑھ کر ہے جب اس نے کہا کہ اے عیسیٰ اب میں تجھے واپس لے لوں ۔یا گا اور تجھ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے ان سے تجھے پاک کردوں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر بالا دست رکھوں گا جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے۔

اوپر کی تفسیر میں **متوفیک** کا مطلب بیان کیا ہے جس میں اصلیت کو چھپایا گیا ہے اس کا مصدر ہے وفیٰ اور اس کے معنی ہیں پورا کرنا۔اچانک آنا پورا وصول کرنا چکانا وصول کرنا وقت متعین کرنا موت دینا۔اس لفظ کے اتنے معنی اس میں تغیر کے ساتھ ہوں گے جیسا تغیر زمانہ کے ساتھ ہوگا معنی بھی ویسے ہی ہوں گے اس کے ساتھ اس لفظ کا معنی زندہ اٹھالینا تو کسی طرح درست نہیں اگر اس کو درست مان لیا جائے تو ہر آدمی کو اللہ نے زندہ اٹھالیا پتہ نہیں وہ اتنے آدمی اب تک کہاں زندہ ہیں یا حضرت عیسیٰ کے ساتھ فوجی ٹریننگ اسکول میں جدید جنگی تربیت حاصل کررہے ہیں اور حضرت عیسیٰ کے ساتھ ہی واپس آنا ہے اس صورت میں تو امام مہدی پچھڑ گئے کیونکہ وہ دنیا میں ہی غائب ہیں اس لئے وہ اس تربیت گاہ میں نہ گئے۔**متوفیہ تو فیتنی** قرآن میں بہت جگہ آیا ہے اور ہر جگہ اس کے معنی موت ہی ہیں مگر پتہ نہیں اس آیت کے ترجموں میں ایسا کیوں نہ لکھا جبکہ کئی عالموں نے یہاں بھی وفات سے ہی مراد لیا ہے مگر ایک سازش کے تحت مفہوم کو بدل دیا گیا ہے۔اب دوسرے لفظ کو دیکھا جائے وہ ہے آیت میں ''مکر'' ہم روز سنتے ہیں جب یہ لفظ ہندی یا اردو میں بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب دھوکا فریب چال بازی سے لیا جاتا ہے اور ان آیتوں میں بھی لفظ مکر کا ترجمہ چال بازی کردیا جبکہ اس لفظ کا مطلب خفیہ تدبیر ہے اور وہی کرنا چاہیے تھا مگر نہ کیا۔اللہ نے اس آیت میں لفظ مکر استعمال کرکے یہ بتلایا کہ یہودیوں نے ایک خفیہ تدبیر کی تھی کہ حضرت عیسیٰ کو قتل کردیں مگر اللہ نے ان کی کاٹ کرکے ایک خفیہ تدبیر کی کہ حضرت کو موت دے کر اس کے بعد ان کے جسم کو بھی اٹھالیا اور

کافروں سے پاک کردیا۔ اگر اللہ موت دے کرجسم کو رہنے دیتے تو کافران کے جسم کے ساتھ ظلم کرتے ناپاک کردیتے جیسا ظالم لوگ کرتے ہیں۔ ظالم تو یہاں تک کرتے ہیں کہ قبروں سے ہڈیاں تک نکال کران کی بے عزتی کرتے ہیں ان کو ناپاک کرتے ہیں۔ تاریخ اس کی شاہد ہے اگر حضرت کا جسم بے روح بھی ان ظالموں کو مل جاتا تو ضرور اس جسم کو ناپاک کرتے یا ان کے عقیدت مندان کی

۱؎ اصل میں لفظ متوفیک استعمال ہوا ہے توفّی کے اصل معنی لینے اور وصول کرنے کے ہیں روح قبض کرنا اس لفظ کا مجازی استعمال ہے نہ کہ اصل لغوی معنی۔

قبر بنا کران کو پوجنا شروع کردیتے۔ ویسے ان کے مجسمہ کو اب بھی پوجا جاتا ہے اس لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ اے عیسیٰ تم فکر نہ کرو میں تم کو موت دے کر تمہارا جسم اٹھالوں گا ان لوگوں کی شرارت سے پاک کرنے کے لئے یہ ترجمہ بھی کچھ نے اختیار کیا ہے جو حقیقت ہے مگر ہم نہیں مانتے اس میں پاک لفظ کو دیکھا جائے کہ تم کو پاک کردوں گا تو کیا عیسیٰ ناپاک تھے یا ان لوگوں کی طرح گنہگار تھے (نعوذ) جس کی وجہ سے اللہ ان کو پاک کررہا ہے یہ بات نہیں بلکہ عیسیٰ نہ تو ناپاک تھے اور نہ ہی ان لوگوں کے ساتھ گناہ کرتے تھے وہ بالکل پاک وصاف تھے۔ مطلب یہ ہے اللہ کہہ رہا ہے کہ میں ان کو تمہارے بے روح جسم سے بھی ہاتھ نہ لگانے دوں گا تم کو قتل تو کیا کریں گے تم کو موت دے کر اٹھالوں گا اور یہ لوگ تمہارے ہم شکل کو پھانسی دے کر شبہ میں گرفتار ہو جائیں گے اور گمان کریں گے کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کردیا اور اس شبہ میں مسلمان بھی گرفتار ہو گئے۔

اب دوسری آیت کو لیجیے اور زیادہ تر اس آیت پر ہی زور دیا جاتا ہے اس کے کچھ لفظ پہلے لکھے جا چکے ہیں جہاں پر یہ بحث کی ہے اس آیت کا ترجمہ علماء حضرات نے کیا کیا ہے اور کیا ہونا چاہیے۔ جو ترجمہ کیا ہے وہ بھی اس عقیدہ کو زندہ رکھنے کے لئے کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابھی تک زندہ ہیں پھر واپس آئیں گے اور یہ مان کر ہی ترجمہ کیا ہے کہ ہر اہل کتاب اس پر ایمان لائے گا اس کی موت سے پہلے۔ گویا حضرت عیسیٰ کے بعد کوئی اہل کتاب نہ رہے گا حضرت عیسیٰ سب سے بعد انتقال فرمائیں گے جب کہ ترجمہ ہے مگر اہل کتاب اس پر یعنی محمدؐ پر ضرور ایمان لائے گا اپنی موت سے پہلے یعنی ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق ہر نبی کو سچا ماننا ہے تب ہی ایمان مکمل ہے یہ نہیں کہ کسی کو مانو اور کسی کو نہ بلکہ سب کو مانو مگر سب کو نبی مانتے ہوئے پیروی صرف حضرت محمدؐ کی شریعت کی ہی کرنی ہے اور کسی کی نہیں ۱؎ حضرت عیسیٰ کے دوبارہ دنیا میں آنے کا انکار صرف میں ہی نہیں کررہا۔ پہلے بھی اہل علم حضرات اس بات کا انکار کر چکے ہیں اور قرآن بھی انکار کررہا ہے قرآن بھی کہتا ہے کہ

حضرت عیسیٰ کو موت آ چکی مسیح موعود کے بارے میں حدیثوں کا انکار کرنے والے عالم جن پر تکفیر نہیں شیخ عبدہ مصری سید رضا مصری شیخ شلتوت اور ہندوستان کے علامہ اقبال مولانا محمد عثمان فارقلیط مرحوم کا اعتراف حق رسالہ تجلی دیوبند فروری ۱۹۷۵ء صفحہ ۷۰۔

۱؎ اہل کتاب کا اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نے ایک پیشن گوئی فرمائی تھی جو قرآن میں درج ہے کہ میرے بعد ایک نبی احمد نام کا آئے گا تم اس پر ایمان لانا۔ یہ ہے وہ ایمان لانے والی بات اگر اہل کتاب نے حضرت محمدؐ کو نبی تسلیم کر لیا تو عیسیٰ پر بھی ایمان مکمل ہو گیا اور محمدؐ پر بھی اور اسی اصول سے قیامت تک بھی غالب رہنا ہے یعنی محمدؐ کے پیرو کار اگر صحیح معنی میں مومن ہیں اور یہی عیسیٰ کی بھی اطاعت ہوئی۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ پھر بھی قابل غور ہے کہ حیات بعد الممات کا یہ نظریہ خالص اسلامی نظریہ ہے عیسائیوں میں حیاۃ بعد موت کا جو تصور مذہبی عقائد کا جزو ہے اس کی بنیاد حضرت عیسیٰ کے دوبارہ زندہ ہونے کے ایک مفروضہ واقعے پر ہے یعنی ایک تاریخی وقوع پر جس کے متعلق یقین کیا جاتا ہے کہ دو ہزار برس پہلے ہوا تھا۔ کتاب تلاش اقبال باب حیات بعد موت کا اسلامی نظریہ اور سائنس صفحہ ۲۳۹۔ اسی کے متعلق علامہ کا شعر بھی ہے۔

کیا آنے والے سے مسیح ناصری مقصود ہے ☆ یا مجدد جس میں ہوں ابن مریم کے صفات

حضرت عیسیٰ کے متعلق ایک حوالہ اور ہے جو مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط سابق ایڈیٹر روزنامہ الجمعیۃ دہلی تحریر کرتے ہیں کو میں نے اصل کتاب میں نہیں دیکھا دوسرے حوالے سے لکھ رہا ہوں مگر حقیقت ہے۔ قرآن کریم کی آیات سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ کی دعوت ہمارے لئے نہ تھی صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ وہ ہمارے رسول ہیں مگر ان کی ہدایات اور تعلیم ہمارے لئے نہ تھی پھر نہ معلوم کیوں یہ سمجھ لیا گیا کہ ایک اسرائیلی نبی حضور ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کا سارا کاروبار سنبھالیں گے اور امت محمدیہ کا کوئی فرد اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ حضرت عیسیٰ کی جگہ وہ کام انجام دے جس سے حضورؐ کی شان بڑھے اور ایک اسرائیلی نبی. نبی آخر الزماں پر فوقیت لے جائے آگے چل کر وہ رقم طراز ہیں۔ اگر بقول علماء کرام حضرت عیسیٰ حضورؐ کے بعد آئے تو خاتم النبیین کا تاج ان کے سر پر رکھا جائے گا اور آنحضرتؐ کی ختم نبوت کا عقیدہ ہی غلط ہو جائے گا۔ پس جو شخص بھی حضرت مسیحؑ کو آنحضرتؐ کے بعد لاتا ہے وہ ختم نبوت کا منکر ہے۔ اگر قادیانی اس لیے کہ کافر ہیں کہ وہ آنحضرتؐ کے بعد مرزا صاحب کو مسیح موعود اور نبی مانتے ہیں تو ہمارے علماء بھی کافر قرار پائے۔ کیوں کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ کو لا کر ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ یہ علماء حضرات مسیح کو لا کر انہیں نبی بھی مانتے ہیں اور ان کو صاحب وحی بھی مانتے ہیں اور حضرت جبرئیل کو وحی لانے والا بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ان

علماء نے خاتم المرسلین کے بعد ایک حقیقی نبی کو واپس لا کر نبوت کا سارا کاروبار جاری کر دیا پھر بھی وہ ختم نبوت کے منکر نہیں۔ماہنامہ شبستان اردو ڈائجسٹ نئی دہلی نومبر ۸۴۔۱۱۔۱۷۔

سورہ النساء آیت ۱۵۷ تا ۱۵۹۔اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں ہے محض گمان کی پیروی ہے انہوں نے مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکیم ہے۔اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے محمدؐ پر ایمان نہ لے آئے (یعنی اہل کتاب کو محمدؐ کی ضرور تصدیق کرنی ہے۔ان آیتوں میں اللہ نے یہود کے اس باطل نظریہ کی پھر تردید کی ہے جس میں وہ کہتے تھے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو قتل کر دیا مان تو ہم کو پہلے ہی لینا چاہیے تھا جس میں اللہ نے کہا تھا کہ اے عیسیٰ میں خفیہ تدبیر سے تم کو موت دے کر یا تمہارا وقت پورا کر کے تیرے جسم کو بھی ان ظالموں کی نظروں سے چھپا دوں گا (یعنی بے روح جسم کو اٹھالوں گا اس طرح بات صاف ہوگئی کہ حضرت کو قتل نہیں کیا مگر پھر اللہ نے اس خیال کی مکرر تردید کی یہ تو نہیں کہا کہ میں نے عیسیٰ کو زندہ اٹھالیا ہے اور پھر واپس کر دوں گا ٹریننگ دے کر مگر ہم نہیں مانتے۔اس کے بعد دوسری آیت سے اس باطل عقیدے کی بالکل قلعی کھل جاتی ہے اگر کوئی اتنے پر بھی نہ مانے تو اس کا اللہ ہی محافظ ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۱۱۶ سے ۱۱۸ تک۔اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ اللہ فرمادیں گے کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ خدا کے معبود قرار دے لو عیسیٰ عرض کریں گے کہ سبحان اللہ میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ کو اس کا علم ہوگا آپ تو میرے دل کی اندر کی ہر بات جانتے ہیں اور میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے میں اس کو نہیں جانتا تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہیں میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا پھر جب آپ نے مجھ کو وفات دی تو آپ ان پر مطلع رہے اور آپ تو ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

ان آیتوں میں ایک لفظ توفیتــــــنــــــی آیا ہے جس کا مطلب ہے پورا کرنا۔اچانک آنا۔پورا وصول کرنا چکانا۔وقت متعین کرنا اور وفات بھی اس کا مطلب عام لیا جاتا ہے مگر اٹھالینا تو کسی

طرح بھی نہیں ہوسکتا۔ جو ترجمہ کیا ہے اگر یہ بھی مان لیا جائے تو عام بول چال میں موت کو اٹھالینا کہتے ہیں جیسے کوئی آدمی جب بیماری وغیرہ سے پریشان ہو جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے مالک تو مجھے اٹھالے یعنی موت دیدے۔یا کوئی آدمی مرجاتا ہے اور بعد کو اس کا عزیز اس کے کسی عزیز سے معلوم کرتا ہے کہ بھائی فلاں کا کیا حال ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ بھائی ان کو اللہ نے اٹھالیا اس کا مطلب بھی موت ہوا اس سے ثابت ہوا کہ اٹھالینا موت ہی ہے دوسری بات اس کے مطلب کے لئے نماز جنازہ میں ایک لفظ فتو نہ توفیتہ آیا ہے۔ **اللّٰھم من احیتہ منافحیہ علی الاسلام ومن تـوفیتہ منافتو نہ علی الایمان۔** الٰہی تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو موت دے تو اس کو ایمان پر موت دے۔ اس میں ہر آدمی توفیتہ (توفیتنی) کا مطلب موت لیتا ہے کوئی یہاں اٹھالینا نہیں کہتا پھر وہاں ایسا کیوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی تک کسی نے ان کے بارے میں یہ نہیں کہا تھا کہ حضرت خدا کے بیٹے ہیں ان کی زندگی میں تو کچھ ان کو نبی تسلیم کرتے تھے زیادہ تر ان کو جھوٹا تسلیم کرتے تھے اور اس بات پر ہی انھوں نے ان کو قتل کرنے کی تدبیر کی تھی۔ خدا کے بیٹے والی بات تو بہت بعد کی ہے جو قرآن میں لکھا ہے۔

اللہ نے ایک سوال کیا کہ اے عیسیٰ کیا تم نے وہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے علاوہ معبود بنا لو اس کا جواب صاف ہے کہ اللہ ہرگز نہیں، میں نے تو وہ کہا جو تو نے حکم دیا جب تک رہا میں ان پر باخبر رہا یعنی ایسی بات انھوں نے نہیں کہی اور نہ میں نے ہی یہ حکم دیا۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ مان لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو کس طرح کیا وہ اپنی نبوت لیے ہوئے یا امتی بن کر۔ اگر امتی بن کر آنا ہے تو ضروری ہے کہ وہ قرآن کو پڑھیں گے اور قرآن کو پڑھنے کے بعد یہ بات ان پر ظاہر ہو جائے گی کہ واقعی عیسائیوں نے مجھے اور میری ماں کو خدا کے علاوہ خدا بنالیا تھا اور اس وقت عیسائیوں کے عقیدے کو بھی سنیں گے۔ قرآن پڑھنے اور دیکھنے کے بعد حضرت کا جواب یہ ہونا چاہیے کہ ہاں اے اللہ جب تو نے مجھے اٹھالیا تھا بعد کو انھوں نے خدا بنالیا تھا میں نے یہ بات اس وقت تیرے قرآن میں پڑھی تھی جب تو نے دوبارہ مجھے دنیا میں بھیجا تھا مگر جواب یہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ مجھے بعد کی خبر نہیں یہاں پر ایک بات قابل غور ہے وہ یہ کہ حضرت نے قرآن پڑھنے اور عیسائیوں کے عقیدے دیکھنے کے بعد کہا کہ مجھے خبر نہیں تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت نے جان بوجھ کر جھوٹ بولیں گے بخاری (نعوذ) اور امام کو یہ دکھلائی نہ دیا یہاں بھی امام بخاری کو اپنی بخاری شریف میں ایک حدیث حضرت ابراہیم کی طرح کہ انھوں نے تین جھوٹ بولے لکھنی چاہیے

تھی ۱؎ اور اگر انہوں نے نہ لکھی تو بعد والوں کو لکھنی چاہیے عقیدہ مضبوط ہو جائے گا کہ نبی بھی جھوٹ بولتے ہیں اور تقیہ کرتے ہیں اور حدیث صحیح بخاری بھی مکمل ہو جائے گی اسی طرح آیت رجم لکھ کر

۱؎ کہ حضرت عیسیٰ بھی ایک جھوٹ بولیں گے اللہ کے سامنے حشر میں یہ حضورؐ نے خبر دی ہے جس کے راوی فلاں ہیں۔

۲؎ جب ایک صاحب شریعت نبی زندہ ہے تو اس کی زندگی میں دوسرا نبی جو صاحب شریعت بھی ہو اور صاحب کتاب بھی کیسے آ سکتا ہے. اس لئے حضرت عیسیٰ کی زندگی تک حضورؐ کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر آنا بھی تھا تو مددگار کے طور پر جیسے موسیٰ کے ساتھ حضرت ہارونؑ. کیا ان باتوں پر بھی غور نہیں کیا ہے اس لئے عیسیٰ کے آنے کا سوال ہی نہیں آخری نبی محمدؐ ہیں حضرت عیسیٰ کے زندہ ہونے کا عقیدہ غلط ہے نہ وہ آئیں گے۔

قرآن کو بھی پورا کرو کیا خیال ہے۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ زندہ نہیں اور نہ ہی واپس آنا ہے اگر ایسی بات ہوتی تو اللہ اس بات کی تصدیق کر دیتا کہ اے عیسیٰ تم کو اس وقت زندہ اٹھا رہا ہوں اور پھر بھیجوں گا مگر یہ کچھ نہیں ہے اس کے بعد دوسری بات یہ ہے کہ قرآن شاہد ہے کہ حضورؐ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی دنیا میں نہیں آئے گا اور حقیقت یہ ہی ہے جو کوئی اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں ہے۔ مگر ہمارے یہاں یہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے ادھر عالم اس پر متفق ہے کہ اللہ جس کو نبوت دیتا ہے وہ اس منصب پر تا حیات ۱؎ سرفراز رہتا ہے بیچ میں یہ منصب واپس نہیں لیا جاتا تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ جب زندہ ہیں تو نبوت باقی ہے اور اسی حالت میں ان کو دوبارہ آنا ہے نبوت کے ساتھ کیونکہ زندگی میں نبوت واپس نہیں لی جاتی ایسی حالت میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آخری نبی محمدؐ نہ ہوتے ہوئے حضرت عیسیٰ ہوئے قرآن کی یہ بات کہ آخری نبی محمدؐ ہیں غلط ثابت ہوتی ہے (نعوذ)۔ ہم اس سازش کو ابھی تک نہیں سمجھے کہ یہ عیسائیوں اور شیعاؤں کی سازش ہے وہ یہ کہ عیسیٰ کو اس طرح پیش کرو کہ حضورؐ سے اوپر ہو جائیں یہ ظاہر کریں کہ دیکھو اے مسلمانو جب تمہاری حالت بالکل خراب ہو جائے گی تب بھی ہمارے عیسیٰ ہی تمہارے کام آئیں گے۔ یعنی اکیلے تم کچھ بھی نہ کر سکو گے حضرت عیسیٰ کو تلاش کرو گے وہ ایک مسجد کے مینار پر ملیں گے تم منت کر کے ان کو اتارو گے اور وہی تم کو دجال کے ظلم سے نجات دلائیں گے۔ ان سب باتوں سے بھی یہ ثابت ہو رہا ہے کہ آخری نبی حضرت عیسیٰ ہوئے مگر یہ سب ایک فریب ہے۔

علما حضرات کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اپنی نبوت کے ساتھ آئیں گے مگر شریعت محمدی کی پیروی کریں گے اس کے بارے میں قرآن کیا کہتا ہے اور حضورؐ کا کیا عمل ہے وہ بھی دیکھ لیا جائے۔

سورہ یوالصف آیت ٦ میں ہے کہ عیسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا

اس کا نام محمدؐ ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ محمدؐ کو عیسیٰؑ کے بعد آنا ہے اور بعد ہوتا ہے وفات ہونے پر اس لئے عیسیٰ کی موت تسلیم کی جائے جو حقیقت ہے اس لئے عیسیٰ کو موت ہو چکی ان کی وفات کے بعد محمدؐ آئے اور محمدؐ کو بھی وفات ہو چکی ہے۔

متعہ

یاایھاالذین امنو الاتحرموا طیّبات مااحل اللّٰہ لکم. ترجمہ: اے ایمان والو جس کو اللہ نے تمہارے واسطے پاک اور حلال کر دیا ہے اس کو تم حرام مت کرو۔

یہ آیت سورہ مائدہ کی ہے اب اس کے ساتھ پوری آیت ۸۷۔۸۸ کا ترجمہ لکھا جا رہا ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۸۷،۸۸۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں حرام نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ کو زیادتی کرنے والے ناپسند ہیں جو کچھ حلال وطیب رزق اللہ نے تم کو دیا ہے اس کو کھاؤ پیو اور اس خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔

تفسیر مولانا مودودی۔ اس آیت میں دو باتیں ارشاد فرمائیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ خود حلال وحرام کے مختار نہ بن جاؤ حلال وہی ہے جو اللہ نے حلال کیا اور حرام وہی ہے جو اللہ نے حرام کیا اپنے اختیار سے کسی حلال کو حرام کرو گے تو قانون الٰہی کے بجائے قانون نفس کے پیرو قرار پاؤ گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عیسائی راہبوں ہندو جوگیوں بدھ مذہب کے بھکشوں کی طرح رہبانیت اور قطع لذات کا طریقہ اختیار نہ کرو اس آیت کی تفسیر آپ نے پڑھ لی اگر یہ تفسیر بھی نہ پڑھی جائے تب بھی آیت کا مطلب صاف ہے۔ اللہ نے جو رزق پاک دیا ہے اور حلال کیا ہے اس کو حرام نہ کرو اور جو حرام کیا ہے اس کو حلال نہ کرو اگر اللہ کی نافرمانی کرو گے تو تم خود ہی خدا بن جاؤ گے۔ جو غلط ہے اور اس بات کو لے کر ہی میں نے یہ کتاب لکھی ہے کہ ہمارے یہاں قانون اللہ کے چل رہے ہیں یا انسانوں کے اور اس بات کی تصدیق ہر عالم کرتا ہے کہ قانون اللہ ہی کا چلتا ہے مگر اتنے پر بھی ہمارے یہاں قانون انسانی ہیں۔ اب اس آیت کا شانِ نزول جس کو لے کر بہت ناز ہے کہ بغیر شان نزول کے قرآن کو سمجھنا مشکل ہے کیا فرماتے ہیں اور کہاں فٹ کیا ہے۔ بخاری جلد دوم پارہ ۱۸ کتاب التفسیر (سورہ مائدہ)

صفحہ ۲۷۷ حدیث ۱۷۲۸۔

عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں کہ ہم رسولؐ کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں اور عورتوں سے جدائی برداشت نہیں ہو رہی تھی بوجہ حرارت وقوت کے تو ہم نے عرض کیا آیا ہم خصی ہو جائیں۔ آپؐ نے منع فرمایا اور پھر اجازت دیدی کہ عورت سے تھوڑے دن یا زیادہ دن مقرر کر کے جس میں جو عورت راضی ہو نکاح کر لو(تا کہ)اس فعل یعنی خصی ہونے سے بچو اور نگاہ بد کسی پر نہ پڑے اور آیت پڑھی۔(یاایھا الذین........حل اللّٰہ لکم) اس سے متعہ جائز معلوم ہوتا ہے لیکن یہ اسی وقت تھا جب اس کی اشد ضرورت تھی پھر حرام ہو گیا۔

اس آیت کے شان نزول میں یہ بتلایا کہ جب مسلمانوں کو متعہ کی ضرورت پڑی تو اللہ نے یہ آیت دے کر نازل کر کے متعہ کی اجازت دیدی اور مسلمانوں نے متعہ کیا بعد کو سنی حضرات نے اس کو حرام کر دیا کہ یہ ایک وقتی بات تھی مگر شیعہ حضرات نے اس کو جاری رکھا ویسے اس شان نزول کو دیکھ کر جاری رکھنا ٹھیک ہے اور اگر بند کرتے ہو تو پہلے اس آیت کو منسوخ کرو جیسے اور آیات کر رکھی ہیں مگر یہ سب ایک دھوکہ ہے نہ تو اس آیت کا شان نزول یہ ہے اور نہ اس آیت سے متعہ کا جواز نکلتا ہے مگر شیعہ حضرات نے ایک اور آیت سے بھی متعہ کا جواز نکال رکھا ہے مگر وہاں بھی متعہ ثابت نہیں ہوتا جو سورہ نساء کی آیت نمبر ۲۴ میں لفظ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ ہے جس کے معنی عیش زندگی کا ہے جو کہ متاع سے بنا ہے نہ کہ متعہ سے۔

سورہ مائدہ کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ نے اپنی عطا بتلائی ہے اور یہ بتلایا ہے کہ میں نے جو حلال کیا ہے اس کو حلال رکھو حرام مت کرو اور جو رزق پاک ہے اس کو کھاؤ اور اس سورۃ میں بہت سے قانون ہیں۔ یہ تو رہا شان نزول اس کے علاوہ سب بکواس ہے۔ اب حدیث پر غور کرنا ہے اس میں صحابہ نے یہ عرض کیا کہ ہم عورت سے جدائی برداشت نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے اندر حرارت طاقت زیادہ ہے حضورؐ نے متعہ کی اجازت دیدی اس کے علاوہ ہم کو یہ بھی لکھا ملتا ہے کہ ایک صحابی نے اپنی نئی منکوحہ بیوی کو جنگ کے موقعہ پر طلاق دیدی اور اپنا باغ اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا اس لئے کہ جہاد کی تمنا میں یہ محبت شریک نہ ہوں دوسرے یہ بھی ملتا ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے پاس ہر سامان کی کمی تھی یہاں تک کہ کھانے کا سامان بھی بہت کم تھا صرف زندہ رہنے بھر کا ملتا تھا بہت سے صحابہ روزہ رکھتے تھے ایسی حالت میں ان کا نفس اتنا موٹا کہاں تھا کہ دس پانچ یا پندرہ بیس دن عورت سے جدائی برداشت نہ ہو دوسرے یہ کہ وہ صحابہ اللہ کے احکام کی پوری پابندی کرنے والے تھے اور

حضورؐ نے ان کی تربیت بہت اچھے طریقے سے کی تھی وہ ہر بات میں اللہ کی بات مانتے تھے اپنے نفس کی نہیں۔ اتنے پر بھی ہم کو یہ حدیث ملتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ اللہ کے حلال وحرام کو نہیں مانتے تھے ان کے نفس موٹے تھے۔ وہ ہر وقت جہاد میں بھی لذت کے بندے تھے جہاں پر ہر آدمی کی منشاء اللہ کی رضا تلاش کرنا ہوتا ہے شہادت یا فتح۔ مگر صحابہ اس کے علاوہ لذت کے متلاشی تھے اور حضورؐ نے خود اجازت دیدی تھی اور مزے کی بات یہ ہے کہ جہاں پر لڑائی ہوتی تھی اس جگہ اتنی عورتیں آوارہ پھرتی لشکر کو مل جاتی تھیں۔ اور مسلمانوں کے پاس پیسہ بھی بہت تھا جس کو دے کر عورتوں کو راضی کیا جاتا تھا اور جب وہاں سے چلتے تھے ان کو چھوڑ آتے تھے پھر دوسری جنگ میں بھی اس قسم کی عورتیں آجاتی تھیں تو گویا لشکر اسلام نہ ہوا بلکہ ایک عیاشیوں کا غول ہو گیا۔ (نعوذ) اور جب وہ آدمی ان عورتوں سے ملتے تھے تو ظاہر ہے ان سے حمل بھی ٹھہرتا ہو گا ان بچوں کا انتظام کیا تھا؟ یہ سب کیا ہے۔ جبکہ ہم کو اپنی تاریخ میں یہ بھی لکھا ملتا ہے کہ دشمنوں نے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کے لئے اپنی خوبصورت لڑکیوں کو ان کے راستہ پر بٹھلا دیا تھا اور تاکید کر دی تھی کہ مسلمانوں کو اپنی طرف راغب کرنا مگر وہ مسلمان اللہ کے نیک بندے نظریں جھکا کر نکل گئے متعہ تو دور کی بات دیکھا تک نہیں ان میں کس بات کو سچ مانو گے اگر عقل سے کام لیا جائے تو حقیقت یہ ہے نہ تو صحابہ نے جنگ میں ایسا کیا اور حضورؐ نے نہ کبھی متعہ کی اجازت دی یہ سب کچھ ایک سازش ہے اور اس سازش کو اللہ کی کتاب باطل کر رہی ہے وہ یہ کہ اللہ نے متعہ یا زنا کو مکہ میں ہی آیات نازل کر کے حرام کر دیا ہے اور یہ متعہ کا واقعہ مکہ کے بعد یعنی مدینہ پہنچ کر جب جنگ شروع ہو گئی تھی جب کا بتلایا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ متعہ کے بارے میں اللہ کیا کہتا ہے وہ یہ ہے۔

سورہ المومنون آیت ا سے اا تک۔ یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ لغویات سے دور رہتے ہیں زکوٰۃ کے طریقہ پر عامل ہوتے ہیں اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی ملک یمین میں ہوں اور ان سے نکاح کر لیا ہو کہ ان پر محفوظ رکھنے میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی زیادتی کرنے والے ہیں اور اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں یہی لوگ وہ وارث ہیں جو میراث میں فردوس پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

سورہ المعارج ۷۰ آیت ۲۲ تا ۳۱۔ جو نماز پڑھنے والے ہیں جو اپنی نمازوں کی ہمیشہ پابندی

کرتے ہیں جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق مقرر ہے جو روز جزا کو برحق مانتے ہیں جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں ان کے رب کا عذاب ایسی چیز نہیں ہے جس سے کوئی بے خوف ہو۔ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں بجز اپنی بیویوں یا اپنی مملوکہ عورتوں کے جن پر محفوظ نہ رکھنے میں ان پر کوئی ملامت نہیں جب ان مملکت سے نکاح کرلیا ہو البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

ان آیتوں میں اللہ نے انسان کی کامیابی کا طریقہ بتلایا ان میں ایک یہ ہے کہ اپنی منکوحہ بیوی یا منکوحہ مملکت کے علاوہ اگر کوئی اور جگہ زنا کرے گا تو وہ ظالم ہے اور اگر اللہ کے مقرر کردہ قانون کی پابندی کرے گا تو وہ فردوس کا وارث ہے۔ ان آیتوں میں اللہ نے متعہ حرام کردیا ان کو پڑھ کر صحابہ نے پورا عمل کیا تب ہی تو اللہ نے ان کے لئے فرمایا کہ میں ان سے راضی ہو گیا مگر اس کے علاوہ ہم کو یہ لکھا ملتا ہے کہ صحابہ نے یہ کیا وہ کیا اور حضورؐ نے اجازت دے دی اس کو کیا کہیں گے میں تو اس طرح کے لکھے کو دیکھ کر حضورؐ اور صحابہ کی شان میں گستاخی تصور کروں گا۔ ایسا الزام لگانے والے اللہ کے دوست نہیں ہو سکتے مگر اتنے پر بھی ایسی باتیں کرنے والے اپنے کو صحیح مسلمان کہتے ہیں ان کو شرم آنی چاہیے اور اپنے عمل پر نظر ثانی کرنی چاہیے آخر میں یہ ہے کہ نہ تو متعہ کی کبھی صحابہ نے اجازت مانگی اور نہ حضورؐ نے دی یہ سب کچھ سازش ہے شان نزول اور تفسیر اور حدیث کو لے کر آیت کچھ کہتی ہے شان نزول کچھ بنا رکھا ہے حدیث کچھ کہتی ہے تفسیر کچھ۔ کبھی غور کیا ہے۔ غور کرو اللہ کی کتاب صاف ہے، بہت آسان ہے ہر بات کی تفصیل ہے عقل والوں کے لئے مگر جاہلوں کے لئے نہیں۔

قادیانی

اختلافی مسئلے اور مسالک تو اسلام میں بہت ہیں جو پرانے ہو چکے ہیں اور پرانے ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اصل مذہب بن گئے اور انہوں نے آپس میں اندر خانہ ایک فیصلہ کرلیا ہے کہ نہ تم ہم کو کانا کہو نہ ہم تم کو اندھا کہیں بلکہ ہر ایک سب کو برحق بتلایا کرو اور مسلمانوں کو خوب دھوکہ دو اور اپنا پیٹ بھرو۔ اور ایک حدیث بھی بنا رکھی ہے کہ اختلاف امت رحمت۔ مگر اللہ اور اس کا رسولؐ کہتا ہے کہ اختلاف امت زحمت اور اللہ سے دوری یہ سب باتیں قرآن میں ہیں کہ اختلاف نہ کرو اگر اختلاف کرو گے تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی ان باتوں کو دیکھ کر بھلا حضورؐ اختلاف والی بات فرما کر مسلمانوں کو اختلاف کی دعوت کیوں دیتے یہ حضورؐ کی شان میں گستاخی ہے۔ جس کو ہم اندھی تقلید میں جائز اور فخر

سمجھتے ہیں تاہم دو اختلاف ابھی حال کے ہیں اور جن کے پیچھے پہلے اتحادی اکٹھے ہو کر ان سے جنگ پر تیار ہیں اور میرے خیال سے ہر باطل کے خلاف جنگ کرنا ضروری ہے وہ اختلاف کیا ہیں ایک تو ان میں فرقہ اہل قرآن ہے جس نے جہاں تک میری معلومات ہے نماز کے تین وقت بتلائے ہیں جبکہ قرآن نماز کے پانچ وقت بتلاتا ہے اور فی زمانہ اس فرقے نے صلوٰۃ مسجد سے ہی انکار کر دیا۔ اس طرح قرآن کا انکار کیا اور قرآن کا انکار کرنے والا گمراہ ہے۔ دوسرا فرقہ قادیانی ہے جو حضورؐ کو آخری نبی نہیں تسلیم کرتا وہ نبوت کا سلسلہ جاری رکھتا ہے جس کے نتیجہ میں غلام احمد قادیانی نے اپنے کو نبی بتلایا جو غلط ہے اور کافر ہے۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ قرآن کی بات کا انکار کرنے والا وہ کوئی بھی ہو مسلمان نہیں ہے۔ مگر اسلام میں یہ فرقے کیوں بنتے جا رہے ہیں ان کی وجہ کیا ہے کیا ان باطل فرقوں کا مقابلہ کرنے والے مجاہد خود مسلمان ہیں یا ان جیسے ہیں۔ مگر پھر سوال اٹھتا ہے کہ اسلام میں اتنے فرقے کیوں بنے مجاہدین اسلام ان کو بھی حضورؐ سے ہی منسوب کرتے ہیں اس پر بعد کو بات ہوگی پہلے یہ دیکھا جائے کہ ایک عقلمند دشمن جس کی طاقت کم ہوتی ہے اپنے سے زیادہ طاقت والے کو کیسے مغلوب کرتا ہے اس کے لئے اس کو ایک دوسرے طریقے پر عمل کرنا ہوتا ہے وہ طریقہ ہوتا ہے نفسیاتی جنگ یا پروپیگنڈا جیسے وہ مشہور کر دے کہ دشمن کے فلاں علاقہ میں فوج کے دو گروہوں میں جنگ چھڑ گئی اور بہت آدمی مر گئے یا فلاں صوبہ کے گورنر نے بغاوت کر دی یا اپنے آدمیوں کو بھیج کر کچھ ایسے خطوط پکڑوا دے جس سے وفادار آدمی پر بھی شک ہو جائے یا مشہور کر دے فلاں ملک نے اس کی فلاں چوکی پر حملہ کر دیا یا اپنی کسی فوج کی ٹکڑی سے کسی علاقہ میں گھس پیٹھ کرا دے۔ بہر حال وہ اتنا اتنا پروپیگنڈا کرتا ہے کہ دشمن کی نیند حرام کر دیتا ہے اور اس کے عوام میں کسی طریقے سے دشمنی پیدا کر دیتا ہے وہ ان طریقوں کو اختیار کر کے طاقتور دشمن کو مغلوب کر لیتا ہے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ ایک مریض جو خطرناک بھی نہیں اس کو ڈاکٹر جو قابل اطمینان بھی ہے یہ کہہ دے کہ اب تو لاعلاج ہو چکا ہے اور مر جائے گا اس کہنے پر ظاہر ہے کہ مریض اور اس کے عزیزوں کی ہمت جواب دیدے گی ادھر مریض دوا وغیرہ کھانا چھوڑ دے گا ادھر عزیز بھی یہ خیال کریں گے کہ اب تو اس کو مرجانا ہے کیوں علاج کریں تو ظاہر ہے کہ اس مریض کو بڑی پریشانی ہو جائے گی اگر اس کا ڈاکٹر یہ کہتا کہ نہیں بھائی بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے تو وہ آدمی ہمت سے کام لیں اور ہو سکتا ہے مریض بچ جائے تو یہ ہے وہ نفسیاتی جنگ جس سے طاقتور دشمن کو مغلوب کیا جاتا ہے اور دشمن نے یہ ہی ہتھیار اسلام کے خلاف استعمال کیا جس کا تذکرہ کرنا ہے۔

جب حضورؐ نے اللہ کے حکم سے تبلیغ اسلام کی تو کافی دشمنی ہوئی اور حضورؐ کو کافی پریشانی اٹھانی پڑی مگر اللہ کی مدد سے محمدؐ کامیاب ہو گئے اور اس کے نتیجہ میں ایک اسلامی حکومت، مدینہ میں قائم ہو گئی اس اسلامی حکومت کو پڑوسی ملکوں نے اپنے لئے خطرہ تسلیم کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس اسلامی قانون کی پابندی کرنے والے خالص مومن ہیں اور جب وہ طاقتور ہو جائیں گے تو ہم کو ختم کر دیں گے اس لئے انھوں نے پہلے ہی ان کو ختم کرنے کی ٹھان لی اور ان سے جنگ شروع کر دی۔ جب کہ یہ مسلمان جنگ نہیں چاہتے تھے اور امن سے رہنا چاہتے تھے۔ مگر پڑوسی تو ان کو ختم کرنا چاہتے تھے تو مسلمانوں کو بھی مجبور ہو کر ان سے لڑنا پڑا۔ اس لڑائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ کے دشمنوں پر اللہ کے دوست غالب آ گئے اور دشمنوں نے ہتھیار ڈال دیے تاہم وہ اپنی ہار اور غلامی کا انتقام لینے کے لئے تیاریاں کرتے رہے کیونکہ وہ تلوار سے کامیاب نہیں ہو سکتے تھے اس لئے کہ مسلمانوں کے ساتھ اللہ تھا۔ اللہ ساتھ کب ہوتا ہے جب اللہ کے قانون کی پابندی کی جائے اللہ حکم دیتا ہے کہ اے لوگو اس مکمل دین میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور داخل ہو کر اس کے مطابق عمل کرو عمل کرنے پر تمہارے لئے جو پریشانی تھی وہ ختم ہو جائیں گے اور تمہاری مدد کے لئے فرشتے اتریں گے جس کا شاہد قرآن ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۳۔ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔ (لہٰذا حرام حلال کی جو قیود تم پر عائد کر دی گئی ہیں ان کی پابندی کرو)

یاد رہے یہ آیت بعد میں نازل ہوئی مگر ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے یہ یقین کر کے چلیں گے کہ ہمارا دین مکمل ہو چکا ہے محمدؐ پر اب اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہو گی اور جو اس میں ہے وہ حق ہے اس میں پھیر بدل نہ ہو گا کیونکہ حضورؐ نے مسلمانوں کو یہی حکم دیا ہے کہ قرآن سے مدار رکھو۔

سورہ بقرہ آیت ۲۰۸۔ اے ایمان لانے والو تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آ چکی ہیں اگر ان کو پالینے کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔

سورہ حم آیت ۳۰ تا ۳۳۔ جن لوگوں نے کہا کہ اے اللہ تو ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کرو گے وہ

تمہاری ہوگی یہ ہے سامان ضیافت اس ہستی کی طرف سے جو غفور اور رحیم ہے۔

اللہ نے اس دین کو مکمل کر دیا اور کہا کہ اے مسلمانوں یہ اسلام میں نے مکمل کر دیا اب اس میں کوئی کمی نہیں رہی نہ اس میں کچھ کم ہوگا اور نہ بڑھایا جائے گا اس کو تمہارے لئے پسند کیا اور تم اس میں پورے پورے داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ اس کے کچھ حصہ کو مانو اور کچھ کو نہ مانو جیسے پہلی قوموں نے کیا بلکہ پورا مانو اور عمل کرو۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص اوپر کی شرطوں پر داخل ہوگا اور کہے گا میرا رب اللہ ہے اور اس پر جم جائے گا تو اللہ کہتا ہے کہ اس کی مدد پر میں ہوں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور مدد کے لئے فرشتے نازل ہوں گے اللہ کی ان شرطوں کو صحابہ نے پورا کر دیا تھا اس لئے اللہ نے بھی ان سے کیے وعدے پورے کیے اور وہ ان دشمنوں پر غالب آ گئے اس کے بعد دشمن نے تدبیر سے کام لیا اور نفسیاتی جنگ شروع کر دی مگر بڑے اچھے طریقے سے جس کی کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوتی انھوں نے اسلامی علم سیکھا اور علم کے میدان سے صحابہ کو دور کر دیا کیونکہ انھوں نے جنگ کرادی تھی اس لئے صحابہ میدان جنگ میں تھے اور علم کا میدان منافقوں کے ہاتھ آ گیا سب منافق نہیں تھے انہوں نے نئے نئے قانون بنائے اور قرآن کو الگ کرتے گئے ہر آیت کا شان نزول بنایا اور اس کے مطابق حدیث بنائی اور تفسیر اور حدیث پر اتنا زور دیا کہ ہر آدمی مجبور ہو گیا کہ ان حدیثوں کو ہی مانو اور ان سے قرآن کو سمجھو اب قرآن ان کے ذریعہ ہی جانا جاتا ہے جس کی وجہ سے قانون میں کافی پھیر و بدل ہو گیا وہ مومن جن کی مدد اللہ کر رہا تھا اس کے بعد آنے والے مسلمان ان دوسرے قوانین کی پابندی کرنے لگے جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور وہ مغلوب ہو گئے۔ جو آدمی جس چیز کو بناتا ہے اس کی اچھائی اور برائی سے واقف ہوتا ہے اگر وہ اچھی ہوتی ہے تو وہ بہت مضبوط ہوگی جیسے ایک انجینئر ایک عمارت بناتا ہے وہ ہر چیز کا حساب لگا کر اس عمارت کے لئے ایک وقت مقرر کرتا ہے کہ یہ اتنے دنوں تک قائم رہ سکتی ہے اس کے بعد اس کا استعمال کرنا خطرناک ہے مگر وہ اس سے پہلے بھی ختم ہو سکتی ہے اور بعد تک بھی چل سکتی ہے مگر اتنے پر بھی وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کی عمر اتنی ہے یہ سب ایک اندازہ ہے۔ اسی طرح قانون اسلام بنانے والوں نے ایک حدیث بنا رکھی ہے اور ہر مسلک والا اس کو صحیح تسلیم کرتا ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضورؐ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی اور ان میں صرف سوادِ اعظم (اہل سنت

والجماعت) ناجی ہوگا۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے اسلام میں کوئی نئی

بات ایجاد کی یا کوئی بدعت کی تو وہ گمراہ ہو گیا اور ہر گمراہ دوزخی ہے۔

دوسری ایک بات اور بھی بڑی مشہور ہے کہ اختلاف امت رحمت۔ اس حدیث پر غور کرو اور فیصلہ کرو کہ جب حضورؐ نے یہ فرمادیا ہے کہ میری امت میں ۷۳ [1] فرقے ہو جائیں گے تو ضرور ۷۳ فرقے بنیں گے کیونکہ حضورؐ کا قول غلط نہیں ہوتا اس طرح مسلمان اتحاد کی کوشش چھوڑ بیٹھے اگر کہا

[1] یہ یاد رہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس حدیث کو اور حضرت ابراہیم والی حدیث کو غلط بتلایا ہے۔

جاتا ہے کہ اتحاد کرو تو جواب میں یہ حدیث پیش کر دی جاتی ہے کہ میاں تم حضورؐ کے قول کی مخالفت کرتے ہو اختلاف کو حضورؐ ہی فرما گئے ہیں اور ہر آدمی یہ بھی کہتا ہے کہ ہم ہی جنتی ہیں باقی سب دوزخی ہیں۔ کیونکہ حضورؐ کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا اور اس مریض کی طرح اتحاد کی کوشش ترک مگر دوسری طرف صحیح حدیث کا بھی انکار ہے جس میں خود حضورؐ نے کہا ہے کہ اختلاف نہ کرنا۔ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنا۔ اللہ بھی یہی حکم دیتا ہے۔

اب یہ دیکھا جائے کہ یہ حدیث ہے کیا۔ کیا حضورؐ کو آگے کے حالات معلوم تھے یا اللہ نے اپنے کلام میں بتلا دیا تھا کہ مسلمان تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ یا اس عمارت کے بنانے والے کی طرح حضورؐ کو اس قرآن میں کہیں ایسی بات نظر آ رہی تھی کہ اس قرآن کی تعلیم میں یہ کمی ہے کہ ضرور اس کے ماننے والے فرقوں میں بٹ جائیں گے تو یہ کمی اللہ کی طرف سے ہوئی (نعوذ) مگر اللہ نے نہ تو کوئی بات کی کمی رکھی اور نہ ہی قرآن کی تعلیم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے ماننے والے فرقوں میں بٹ جائیں گے اس میں تو یہ ہے کہ اس پر صحیح عمل کرنے والے آپس میں بھائی بھائی رہیں گے اس کے بعد جو آئندہ کی بات ظاہر ہو رہی ہے کہ ایسا ہو جائے گا۔ اللہ غیب کے بارے میں کیا کہتا ہے۔

سورہ انبیاء آیت ۱۰۹۔ اب یہ میں نہیں جانتا کہ وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے قریب ہے یا دور۔

سورہ لقمان آیت ۳۴۔ اس گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے وہی بارش برساتا ہے وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پا رہا ہے کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کو موت آئی ہے اللہ ہی سب کچھ جاننے والا ہے اور باخبر ہے۔

سورہ الاحزاب آیت ۶۳۔ لوگ تم سے معلوم کریں گے کہ قیامت کی گھڑی کب آئے گی کہو اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے تمہیں کیا خبر شاید کہ وہ قریب ہی آ چکی ہو۔

سورہ النمل آیت ۶۵۔ ان سے کہو کہ اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔ ان آیات سے اچھی طرح جان کاری ہو جانی چاہیے کہ غیب پر اللہ نے کسی کو باخبر نہیں کیا اپنے نبی کو جتنا علم دینا تھا وہ دیدیا اور وہ قرآن میں محفوظ ہے۔ قیامت ایک ایسی چیز ہے کہ اس کا علم ہو جانا چاہیے تھا جس سے انسان سنبھل جائے مگر اللہ نے اس کا علم بھی نہ دیا کہ وہ کب آئے گی اور اللہ نے بے کار سوال کو بھی منع کر دیا ایسی حالت میں حضورؐ یہ کیسے فرما دیتے کہ میری امت میں ۷۳ فرقے ہوں گے کیا اس بات پر اللہ نے ان کو باخبر کر دیا تھا اگر کر دیا تھا تو وہ کیوں نہ قرآن میں ہے اس سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث حضورؐ نے نہیں فرمائی پھر یہ کہاں سے آگئی۔ یہ حدیث ان کی بنائی ہوئی ہے جنہوں نے اسلام کے قوانین غلط بنا کر رائج کر دیئے۔ ان کو معلوم تھا کہ جو قانون ہم بنا رہے ہیں وہ حقیقت نہیں ہیں ان میں ضرور اختلاف ہوگا اس بناء پر انہوں نے ایک نفسیاتی ہتھیار استعمال کیا اور ہم اس کے شکار ہو گئے۔ ادھر غلط تفسیروں اور حدیثوں نے اسلامی قانون میں کافی پھیر بدل کر دیا۔ جو کچھ میں نے بھی لکھا ہے اتنے پھیر بدل کو دیکھ کر غلام احمد قادیانی کا بھی دل چاہا کہ جب اسلام میں اتنی گنجائش ہے تو کیوں نہ میں بھی اپنے آپ کو نبی بتلا دوں۔ مرزا غلام احمد کو نبی بتلانے میں زیادہ محنت نہ کرنی پڑی صرف ایک لفظ پر زیر ہی لگا کر معنی تبدیل کرنے سے اس کا کام بن گیا ہے وہ آیت یہ ہے۔ اور ایک حدیث [۱] نے بھی اس کے کام میں بہت مدد دی۔

سورہ الاحزاب ۳۳ آیت ۴۰۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا٥ (لوگو) محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیّن ہیں (یعنی آخری نبی) اور اللہ ہر چیز کا حکم رکھنے والا ہے۔ <u>(اگر اس آیت پر غور کیا جائے تو مسلمانوں کے بہت سے اختلافی مسئلہ حل ہو سکتے ہیں)</u> اس آیت میں اللہ نے رسول محمدؐ کو آخری نبی بتلایا یعنی ان کے بعد اور کوئی نبی نہیں۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی نے اس آیت میں لفظ خَاتَمَ النَّبِيّٖن کو خَاتِمَ النبیین لکھ کر اپنا مقصد پورا کر لیا اس طرح کرنے سے اس قرآن میں تحریف کی اور قرآن میں تحریف کرنے والا مسلمان ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس طرح جب ایک آدمی نے قرآن میں تحریف کر دی تو ضروری تھا کہ مسلمان اس پر اپنا ردِ عمل ظاہر کرتے اور مسلمانوں نے متفق ہو کر اس فتنے کے خلاف آواز اٹھائی اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا اور اس دور

پچھلے صفحہ کا حاشیہ [۱] کتاب صحیح البخاری بنی اسرائیل جلد دوم: کتاب واقعات صفحہ ۳۰۹، حدیث ۶۶۹۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں داخل ہوں گے اور تمہارے امام تمہیں میں سے ہوں گے۔

اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے اور وہ تمہیں میں سے ہوں گے گویا وہ مسلمانوں میں سے ہوں گے اور وہ بنی اسرائیل والے ابن مریم نہ ہوں گے۔ ان الفاظ نے مرزا غلام احمد کو یہ بتلایا کہ ابن مریم مسلمانوں میں سے ہوں گے تو اس نے غور کر کے اپنے کو مسیح موعود بتلا دیا اور مسلمانوں پر ایک بڑا احسان یہ کیا کہ جس ہستی کے انتظار میں مسلمانوں نے اپنی فلاح و بہبود کے کام ترک کر رکھیں ہیں کہ مسیح نازل ہو کر ہماری ساری بگڑی بنادیں گے وہ انتظار کی گھڑی ختم کر دیں اور کہا کہ اے مسلمانو تم جس کے انتظار میں تھے وہ میں ہوں جس کی تصدیق رسول کی حدیث کرتی ہے۔ ذرا اس بات پر بھی غور کرو اور اپنے عقیدوں کو درست کر کے یہ اعلان کرو کہ حضرت عیسیٰ کا انتقال ہو گیا اور مرزا ایک دھوکہ باز آدمی ہے۔

میں بتاریخ ۲۹، ۳۰ ستمبر ۱۹۸٦ء کو ایک جلسہ دارالعلوم دیوبند میں ہوا۔ اس میں میرے خیال میں باہر کے عالم بھی تشریف لائے تھے۔ جواب اس فتنے کو ختم کرنے میں متفق ہیں اور اسی طرح ایک فرقہ اہل قرآن ہے اس نے تین وقت کی نماز رکھی ہے اور اب صلوٰۃ مسجد ہی ختم کر دی ہے۔ وہ بھی ایک گمراہ فرقہ ہے۔ علماء کرام ان کے فتنے کو ختم کرنے میں متفق ہیں جو بڑی اچھی بات ہے اور میں ان کو اس اتحاد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور شکریہ ادا کرتا ہوں مگر کیا انھوں نے کبھی غور کیا ہے کہ ہمارے یہاں قرآن کی کتنی آیتوں میں پھیر بدل کر دی یعنی اللہ نے جس چیز کو حرام کہا اس کو متعہ کر کے حلال کر لیا، قرآن سے نماز پڑھنے کا طریقہ ہی غائب کر دیا، وصیت والی آیت کو منسوخ کر دیا، زانی کی سزا سو کوڑوں کے بجائے سنگسار کر دی اس طرح قرآن کے ترجمے غلط کیے۔ اور بھی بہت سی باتیں ہیں، کیا ان کو قرآن میں تحریف نہیں کہتے۔ ان پر متفق ہو کر غور کرو اور جو قانون قرآن کے خلاف ہیں ان کو ختم کر کے اصل اسلام کے پابند ہو جاؤ۔ میرے خیال سے قادیانی فرقہ ہو یا اہل قرآن یا اور کوئی ہو جو بھی قرآن کے خلاف عمل کرے گا وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اس پر غور کرو نجات صرف اس کو ملے گی جو قرآن کے ہر احکام کی پابندی کرے گا اور حضورؐ کو آخری نبی مانے گا اس کے علاوہ نہیں۔ جیسا کہ اللہ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے۔

سورہ بقرہ آیت ٦۲۔ یقین جانو کہ نبی عربی کو ماننے والے ہوں یا یہودی یا عیسائی ہوں یا صابی جو بھی اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور اس کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہل قرآن فرقے کی تو مخالفت کر رہا ہے اور بات قرآن پر عمل کرنے کی کر رہا ہے یہ اختلاف سمجھ نہیں آ رہا۔ سوال آپ کا درست ہے۔ میں اس وقت جو اہل قرآن فرقہ ہے اس کا مخالف ہوں جس نے قرآن کے احکام میں پھیر بدل کر کے نماز مسجد ہی ختم کر دی مگر اس

اہل قرآن کا حامی ہوں جو پوری طرح قرآن پر عمل کرے جیسے حضورؐ نے کیا ہے اور اللہ کا بھی یہ ہی حکم ہے کہ اس کتاب پر جو میری طرف سے محمدؐ پر نازل ہوئی ہے جس پر میرے نبی نے عمل کیا تم بھی عمل کرو تو اس طرح میں قرآن پر عمل کرنے والے کو اہل قرآن کہتا ہوں اور اس طرح آپ مجھ کو اہل قرآن کہہ سکتے ہو مگر یہ پہلے لکھ چکا ہوں میں ہر صحیح اور اس حدیث کو مانتا ہوں جس کا ثبوت قرآن سے ملتا ہے کیونکہ رسول اکرمؐ کا بھی یہ ہی حکم ہے کہ جو حدیث کلام پاک سے نہ ملے وہ میری حدیث نہیں (بخاری) اور اگر آپ ایسا خیال بھی کریں تو جاننا چاہتا ہوں۔

جیسے امام جعفر کو ماننے والے شیعہ کہلائے امام ابوحنیفہ کو ماننے والے حنفی کہلائے۔ امام مالک کے ماننے والے مالکی کہلائے امام شافعی کے ماننے والے شافعی کہلائے۔ امام احمد بن حنبل کے ماننے والے حنبلی کہلائے، حدیث کو ماننے والے اہل حدیث کہلائے۔ جبکہ سب کے سب انسان ہیں اور انسان کی بنائی ہوئی بہت سی حدیثیں ہیں ان کی طرف اپنے کو منسوب کرنے والے تو آپ کی نظر میں اچھے مسلمان ہیں اور ایک آدمی اپنے کو اللہ کی کتاب کی طرف منسوب کرتا ہے اور اس پر عمل کرنے کو کہتا ہے جس پر حضورؐ اور صحابہؓ کرام نے عمل کیا اس سے آپ ناراض ہیں کیوں بات عقل میں آنے والی نہیں بلکہ اور سب باتیں مشکوک ہیں اور قرآن لاریب ہے۔ اور لاریب سے آپ کو غصہ اور شک سے آپ خوش کیا اللہ شک سے خوش ہے یا اللہ کا رسول شک سے خوش ہے یا اللہ نے کوئی شک والی بات نازل کی ہے مجھے تو ایسا نہیں ملا۔ اللہ بھی اپنے کلام میں یہی فرماتا ہے کہ جس بات میں شک ہو اس کو چھوڑ دو اور حضورؐ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ شک والی چیز کو چھوڑ دو جو صاف ہو اس کو اختیار کرو۔ اتنے پر بھی اگر میری کوئی بات قرآن کے خلاف ہو تو بتلاؤ میں اپنی بات کو واپس لے کر آپ سے معافی چاہ لوں گا اور اللہ سے بھی اپنے قصور کی معافی مانگوں گا مجھے ضد نہیں۔ اگر میری یہ بات قرآن کے مطابق ہو تو غور فرمایئے اور اپنے اختلاف کو ختم کر کے اتحاد پیدا کیجیے اللہ نے اتحاد کے لئے کہا کہ اے مسلمانو! اختلاف نہ کرو اگر اختلاف کرو گے تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور پوری قوم کا شیرازہ بکھر جائے گا اور پورے نظام کی دھجیاں بکھر جائیں گی اور حضورؐ نے بھی اتحاد کے لئے کہا ہے کہ اے مسلمانوں اتحاد سے رہنا میرے بعد تم اختلاف نہ کرنا اس کے علاوہ حضورؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ میری امت میں تہتر فرقہ ہوں گے یہ ایک پروپیگنڈا ہے مسلمانوں کے خلاف کہ مسلمان اس کو صحیح جان کر اختلاف کو ختم کرنے کی کوشش نہ کریں۔

اختلاف ختم ہونا چاہیے ضروری ہے اگر اختلاف ختم نہ کیا تو ہوا تو اکھڑ گئی اب ختم ہونے میں

کوئی کمی نہیں اس سے بہتر یہی ہے کہ ہم قرآن کومضبوطی سے تھام لیں تو اللہ پھر ہمارے اوپر رحم کردے اور جیسا اللہ کہتا ہے کہ اے مسلمانوں اگر تم نافرمانی کرو گے تو میں تم کو ختم کردوں گا اور ایسا کردوں گا جیسے بھوسہ ہوتا ہے یا کھیت کی باڑ ختم ہو جاتی ہے اور پھر کسی دوسری قوم کو پیدا کروں گا۔اپنے دین کی خدمت کے لئے جن کی مثال ایسی ہوگی جیسے درخت یا کھیتی شروع میں جمتی ہے تو بہت کمزور ہوتی اور پھر وہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔اسی طرح اللہ کسی کو منتخب کر کے مضبوط کردے گا اور وہ اللہ کے احکام کی پابندی کرے گا۔اللہ میں سب طاقت ہے وہ ہم کو بھی منتخب کرسکتا ہے اور مسترد بھی مگر وہ اپنی عادت (سنت) کے خلاف نہیں کرتا۔اس نے بتلادیا ہے کہ جو خود اپنی حالت نہیں بدلتے ہم بھی ان کی حالت نہیں بدلتے اللہ اس کی مدد کرتا ہے جو خود اپنی حالت کو بدل لے یعنی غلط باتوں کو چھوڑ کر اللہ کی بات قبول کرے جو اس نے اپنے نبیؐ پر نازل کیں جو ہمارے پاس قرآن میں محفوظ ہیں اور قرآن پر سب مسلک والے متفق میں اس وقت قرآن کے خلاف جتنی باتیں ہیں یا کتابیں ہیں ان کا ہم تھوڑی دیر کے لئے قرآن کی روشنی میں جائزہ لیں اور جو ان میں قرآن کے مطابق ملیں ان کو قبول کریں اور جو قرآن کے خلاف ملیں ان کو مسترد کردیں اور آپس میں اتفاق کریں اور متفق ہو کر اللہ کے دین کی خدمت کریں۔ اللہ ہماری حفاظت کرے گا ضرور کرے گا اور ہم پھر پہلے کی طرح باعزت ہوں گے ورنہ نہیں۔

سورہ الزمر ۳۹ آیت ۲۱۔کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کو سوتوں اور چشموں اور دریاؤں کی شکل میں زمین کے اندر جاری کیا پھر اس پانی کے ذریعے سے وہ طرح طرح کی کھیتیاں نکالتا ہے جن کی قسمیں مختلف ہوتی ہیں پھر وہ کھیتیاں پک کر سوکھ جاتی ہیں پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑیں گی پھر آخر کار اللہ ان کو بھس بنادیتا ہے دراصل اس میں ایک سبق ہے عقل رکھنے والوں کے لئے۔

سورہ القمر ۵۴ آیت ۳۱۔ہم نے ان پر بس ایک ہی دھماکہ چھوڑا اور وہ باڑے والے کی روندی ہوئی باڑھ کی طرح بھس ہو کر رہ گئے ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان ذریعہ بنادیا ہے اب کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے۔

سورہ الفتح آیت ۴۸۔وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس کو پوری جنس دین پر غالب کردے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفر پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں تم جب دیکھو گے انہیں رکوع اور سجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے سجود کے اثرات ان کے

چہروں پر موجود ہیں جس سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں یہ ہے ان کی حقیقت توراۃ میں اور انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی پھر اس کو تقویت دی پھر وہ گدرائی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تا کہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ اپنے کلام پاک میں یہ بھی کہتا ہے کہ ہر آدمی کے لئے نگراں مقرر کر رکھے ہیں اور وہ جو بھی کرتا ہے وہ لکھا جاتا ہے اور اللہ کسی قوم کی حالت جب تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود نہ بدل جائے اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لاتا ہے تو وہ نہیں ٹلتی اللہ کے مقابلے میں کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔

ان باتوں کو دھیان میں رکھ کر ہر آدم اپنے حالات ٹھیک کر لے تو اللہ مدد کرے گا۔ ایک بات پر اور غور کرو یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں پیغمبر آنے کی پیشین گوئی ہے اور قرآن میں صاف انکار کہ آخری رسول حضرت محمدؐ ہیں ان کے بعد اور نبی نہیں تاہم مجھے کوئی یہ بتلا سکتا ہے کہ کسی یہود و نصاریٰ نے آج تک نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہو جبکہ وہ کر سکتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں پیشین گوئی ہے کسی نے نہیں کیا۔ مگر قرآن میں صاف انکار ہونے کے باوجود پتہ نہیں کتنے آدمیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں مہدی ہوں اور میں مسیح موعود ایسا کیوں ہے جبکہ اس امت میں کسی کو یہ ہمت نہ ہونی چاہیے وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارے یہاں حدیثوں میں اس کی گنجائش ہے وہ یہ کہ مہدی ہوں گے اور مسیح موعود حاضر ہوں گے جن کو ہم فرمان رسول سمجھ کر سینوں سے لگا رکھتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں کہ یہ دونوں ہستیاں آکر ہماری حالت کو ٹھیک کر دیں گے ہم کو اب کوشش کرنی بے کار ہے ان باتوں کو دیکھ کر جب بھی کہیں مسلمان پریشان ہوتا ہے اور انتظار کرتا ہے امام مہدی اور مسیح موعود کا تو جھٹ کوئی چالاک آدمی دعویٰ کر دیتا ہے کہ میں مہدی ہوں یا میں مسیح موعود ہوں۔ مگر یہ سب غلط ہے کوئی ایسا نہیں آئے گا ہاں اللہ کسی اپنے بندے کو منتخب کرے اور وہ اللہ کی کتاب کے مطابق مسلمانوں کو ٹھیک راستے پر گامزن کر دے تو اور بات ہے مگر نبی وہ بھی نہیں ہوگا۔

سمت کعبہ

اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا حکم دیا تاکید کے ساتھ ان جملہ عبادتوں میں ایک عبادت نماز فرض ہے۔ یہ نماز وقت کی پابندی اور جملہ احکام کے ساتھ خاص ہے ان

پابندیوں میں سے ایک پابندی یہ بھی ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے ایک رخ ہے اور وہ یہ ہے کعبہ۔ اللہ فرماتا ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو نماز کے لئے اپنا رخ اس مسجد کی طرف کرو یعنی کعبہ کی طرف۔ جس کے متعلق آیات پہلے لکھی جا چکی ہیں اس حکم کے بعد اب کوئی گنجائش نہیں ملتی کہ اللہ کا بندہ نماز میں اپنا رخ کعبہ کی طرف کو نہ کرے بلکہ ہر جگہ سے اپنا رخ کعبہ کو کرنا ہے ہاں اگر وہ کہیں ایسی جگہ ہو جہاں سے اس کو کعبہ کا رخ معلوم نہ ہو اور کوئی بتلانے والا بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں اس آدمی کو اختیار ہے کہ جس رُخ کو اس کا دل گواہی دے ادھر کو منہ کر کے نماز پڑھ لے اس کی نماز ہو جائے گی۔ اور جب تک ہوتی رہے گی جب تک صحیح رخ کی تصدیق نہ ہو جائے۔ صحیح تصدیق ہونے کے بعد بھی اگر وہ شخص اپنا رخ کعبہ کی طرف نہ کرے اس دلیل کے تحت کہ میں نے اب تک اور مجھ سے پہلے بزرگوں نے اس طرف کو نماز پڑھی ہے تو میں اب بھی ادھر کو رخ کر کے نماز پڑھوں گا۔ اغیار کے ڈر کی وجہ سے کہ یہ کیا کہیں گے میرا مذاق اڑائیں گے تو ایسی صورت میں وہ گنہگار ہوگا اور گناہ گار کے ساتھ ساتھ وہ کافر فاسق ظالم بھی ہے۔ کیونکہ اللہ کہتا ہے جو شخص میرے حکم اور میری آیات کو نہ مانے وہ کافر ہے فاسق ظالم ہے ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے میں نے دارالعلوم دیوبند سے ایک فتویٰ لیا جو ذیل میں درج ہے۔ یہ جانکاری کرنے کے لئے کہ اپنے اس علاقہ سے کعبہ کس رخ پر ہے اور ہماری مساجد کس رخ پر بنی چاہئیں آیا اب تک جو مساجد بنی ہیں وہ صحیح ہیں یا غلط اور جدید مساجد کس رخ پر بنائی جائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی اعظم ہند، السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں۔

کعبہ کے رخ کو قطب نما میں بارہ ۱۲ نمبر پر کہتے ہیں اس کی ڈائری میں بھی سہارنپور دہلی دیوبند میرٹھ وغیرہ کے لئے ۱۲ نمبر لکھا ہے اور پرانی مساجد ۱۰ نمبر پر بنی ہے۔ ۱۰ نمبر میں نماز ہوتی ہے کہ نہیں اگر جدید مساجد بنائیں جائیں تو نمبر ۱۰ پر بنائیں۔ یا بارہ نمبر پر اگر بارہ پر بنائیں تو دس پر بنی مساجد کو دوبارہ بنایا جائے یا صرف صفیں ٹھیک کی جائیں گی۔

شمیم احمد رن کھنڈی معرفت محمد معراج خاں منکوٹہ دیوبند

بسم اللہ سبحانہٗ الجواب وباللہ التوفیق۔

جب قدیم مساجد کا رخ دس نمبر پر ہے تو اسی کی اتباع جدید تعمیر پر لے جائے گی ۱۲ نمبر پر تعمیر نہ کی جائے گی اور دس نمبر پر ادائیگی بلا کراہت صحیح ہوگی دین فطری و سادہ ہے ان بحثوں سے محفوظ ہے۔

فقط نظام الدین مفتی دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۱۴۰۷ھ

جواب صحیح: حبیب الرحمٰن خیرآبادی مفتی دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۱۴۰۷ھ

اس جواب کو پڑھنے کے بعد میں نے مساجد کو دیکھنا شروع کیا اس غرض سے کہ دیکھا جائے کہ ہماری مساجد کس رخ پر ہیں آیا وہ ۱۰ نمبر پر ہیں یا کچھ اور۔ مجھے جنوب سے شمال اور مغرب سے مشرق جہاں تک میرا گذر ہوا ہر مسجد ۱۰ نمبر پر ملی ایک مسجد پر مجھے ضرور شک ہے کہ وہ بارہ نمبر پر ہوسکتی ہے۔ اس کو دیکھنے کے لئے میں نے کئی دن خرچ کیے اور اب بھی اس پر غور کرتا ہوں وہ مسجد دیوبند میں ہے۔ نام اس کا مدنی مسجد ہے جو دارالعلوم کے قریب ہے مگر یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ۱۲ نمبر پر ہے۔ کیونکہ بہت سی جگہ آدمی کو سمت بھی غلط محسوس ہوتی ہے۔ اب یہ دیکھا جائے کہ ہماری مسجدیں کس نمبر پر ہیں آیا ۱۰ پر یا ۱۲ پر جس دنیا میں ہم رہتے ہیں اس کو کرۂ ارض کہتے ہیں اور اس کو ریاضی یا جغرافیہ کے حساب سے ۳۶۰ ڈگری میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان ڈگریوں کے حساب سے ہی راستے مقرر کیے جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی ہوائی جہاز دہلی سے کعبے کو چلے تو ضروری ہے کہ پہلے دہلی سے کعبے کی ڈگری لی جائے گی اور جس ڈگری پر کعبہ ہے اس ڈگری پر چلا جائے گا تب وہ

جہاز پہونچے گا۔ اگر غلط ڈگری پر چلے تو ظاہر ہے کہ جہاز کعبہ نہیں پہنچ سکتا اسی طرح دوسرا جہاز کلکتہ سے کعبہ کو چلے اور وہ بھی اس ڈگری پر چلے جس ڈگری سے دہلی سے چلا تھا تو وہ جہاز کعبہ نہیں پہنچے گا بلکہ کہیں اور جگہ جائے گا۔ کلکتہ سے جہاز کعبہ اسی وقت پہنچ سکتا ہے جب کلکتہ سے ڈگری لی جائے کہ یہاں سے کعبہ کس ڈگری پر ہے۔ یہی حال مساجد کے رخ کا ہے ہر جگہ سے ایک ہی رخ پر نماز درست نہ ہوگی بلکہ

ہر جگہ کا رخ الگ ہوگا تب نماز درست ہوگی ورنہ نہیں۔ اس وقت ہماری مساجد ہر جگہ سے قطب تارے سے ۱۰ ڈگری پر بنی ہیں یعنی قطب تارے کو دائیں طرف کر کے ۹۰ ڈگری پر اور فتویٰ میں ۱۰ نمبر بتلایا گیا ہے وہ تو ۹۰ ڈگری ہوا جب میں نے علماء حضرات سے معلوم کیا کہ حضرت ہماری مسجد ۹۰ ڈگری پر یعنی ۱۰ نمبر پر ہیں تو انہوں نے اپنے قہاری انداز جو خدا نے انہیں دیا ہے سے جواب دیا کہ تم کیا جانو ہماری سب مسجدیں ۱۰ نمبر پر ہیں دوبارہ علماء حضرات سے کسی کو کہنے کی ہمت نہیں ہوتی کیونکہ زبان تو بند کر رکھی۔ اب یہ دیکھا جائے کہ ڈگری کیا بلا ہے اور اس سے کیسے کام لیا جاتا ہے۔ مسجد بناتے وقت ہر جگہ سے کعبہ کا رخ دیکھنا ضروری ہے۔

بالا نقشہ میں نمبر (ڈگری) دی گئی ہیں اور کچھ نشان بنائے گئے ہیں ان نشانوں کو مسجد تسلیم کرتے ہوئے ذرا غور کرو۔ .B.A نشان یہ سمجھو کہ موجودہ مساجد اس طرح ہی بنی ہوئی ہیں یعنی

قطب تارے پر جس کا مطلب ۹۰ ڈگری ہوتا ہے جبکہ ان کا رخ کعبہ سے کٹ گیا کعبہ والی لائن جو کہ نقشہ میں ۹۰ نمبر سے ۲۷۰ نمبر پر دکھلایا ہے اس پر بھی مسجد ۱،۲،۳،۴ سے بنی ہیں جو ٹھیک ہیں اگر ہم اس لائن پر کہیں تک بھی چلے جائیں تو صفر ڈگری یعنی موجودہ مساجد کا رخ ٹھیک ہو جائے گا مگر صرف اس لائن پر ہی اس سے ہٹ کر نہیں جیسا کہ B.A کا غلط ہو گیا دوسرے نشان جو ا.ب.ت.ث. وغیرہ دکھلائے گئے ہیں وہ سمت کعبے کے حساب سے ٹھیک ہیں اور مسجدیں اسی سمت بنی چاہئیں جب ہمارا رخ کعبہ کو ہوگا اور نماز ادا ہو جائے گی ہمارے علماء کرام ہر جگہ ۱۰۰ نمبر پر مساجد بنواتے ہیں ایسا کیو؟ علماء کرام کو قوم کی رہبری ہر معاملہ میں کرنی چاہیے جب تک علم نہیں تھا اس وقت تک ہماری مساجد ۹۰ ڈگری یعنی قطب نماز پر ٹھیک اور نماز ادا ہو رہی تھی مگر علم ہونے کے بعد نماز ادا نہیں ہوگی علماء کرام کو چاہیے کہ قوم کے نام ایک فتویٰ صادر کریں اور تاکید کریں کہ اپنے یہاں نئی مساجد بنانے کے لئے رخ کا ضرور دھیان رکھیں اور پرانی مساجد کی صفیں درست کرلیں اور اس کام کے لئے اس علم کو جاننے والے سے مساجد کی بنیاد رکھوائیں یہ نہ ہو کہ پرانے راج کو بلا کر قطب تارے پر مسجد تعمیر کر دیں جو غلط ہے۔

جن صاحب کی معرفت یہ فتویٰ لیا گیا یعنی جناب محمد معراج صاحب انھوں نے مجھے بتلایا کہ جناب مفتی محمود صاحب گھر پر نماز ۱۲ نمبر یعنی ۱۰۸ (ڈگری) پر پڑھتے ہیں خدا جانے وہ صحیح ہے یا غلط میں نے خود جا کر نہیں دیکھا۔ علم ریاضی اور جغرافیہ کے جاننے والوں سے میری درخواست ہے کہ میری تحریر کو دیکھیں اور غور کریں اگر یہ صحیح معلوم ہو تو قوم کی رہنمائی کریں اگر میری عقل میں بات نہ آئی ہو تو مجھے بھی جانکاری دیں میں بھی سروے میں کام کرتا ہوں مجھے ان ڈگریوں سے ہر وقت کام پڑھتا ہے اور اس وجہ سے ہی میں نے یہ تحقیق کی ہے کبھی تحقیق غلط بھی ہوتی ہے اس لئے میرا یہ لکھا حرف آخر نہیں ہے صحیح کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔

ایصال ثواب

ایصال ثواب ایک ایسا عمل ہے جس کو زندہ انسان اپنے انتقال کیے ہوئے عزیزوں اور دوسرے مسلمانوں کے لئے اور خاص طور سے بزرگان دین کے لئے صدقہ خیرات کی صورت میں یا قرآن پڑھ کر یا کلمے پڑھ کر ثواب پہنچاتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ اس عمل سے اللہ ان کی مغفرت کر دے گا۔ اور کچھ عمل ایسے بھی ہیں جن کو خود زندہ انسان اپنے لئے کرے تو اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس وقت تک کے اور آگے کے بھی کیونکہ ان کاموں کی صحت کے بارے میں کافی

روایات ہیں جن پر یقین کیا جاسکتا ہے اور یہ ایک بڑی بات ہے انسان کی سب سے بڑی کامیابی آخرت کی کامیابی ہے اور ان کاموں سے یہ کامیابی یقینی ہورہی ہے۔

(بحوالہ تبلیغی نصاب فضائل اعمال حصہ اوّل صفحہ ۸۴ فضائل ذکر مصنّف شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ)

شیخ ابو یزید قرطبیؒ فرماتے ہیں میں نے یہ سنا کہ جو شخص ستّر ہزار بار لاالٰہ الا اللّٰہ پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سن کر ایک نصاب یعنی ستّر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لئے بھی پڑھ لی اور کئی نصاب اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے جنت دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے مجھے اس کی صحت میں کچھ تردد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعتًا اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی حالت مجھے نظر آئی۔ کیا جنت دوزخ میں آدمی جانے لگے؟ ان میں حساب کتاب جو حشر میں ہوگا اس کے بعد جانا ہے۔

قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہوجائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا ان نصابوں میں سے جو اپنے لئے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹادی گئی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے۔ ایک تو یہ اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار میں میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا۔ دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہوگیا۔ (فضائل ذکر صفحہ ۱۶۹،۱۷۰)

حضورؐ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا اے عباس اے میرے چچا کیا میں تمہیں ایک عطیہ کردوں ایک بخشش کروں ایک چیز بتاؤں تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں جب تم اس کام کو کروگے تو حق تعالیٰ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے غلطی سے کیے ہوئے اور جان بوجھ کر کیے ہوئے چھوٹے اور بڑے چھپ کر کیے ہوئے اور کھلم کھلا کیے ہوئے سب ہی معاف ہوجائیں گے وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوٰۃ التسبیح) کی نیت باندھ کر پڑھیے اور ہر رکعت میں ۷۵ بار تیسرا کلمہ پڑھو اسی طرح ۴ رکعت میں تین سو بار کلمہ ہوگیا اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس

نماز کو پڑھ لیا کرو یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر سال یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ (نسائی)

اوپر کی دونوں روایتوں سے ایک بہت بڑی مشکل کا حل ہو گیا جس کو حل کرنے کے لئے انسان بڑی پریشانی اٹھاتا ہے ہر ہر قدم پر اپنے نفس کے خلاف کرتا ہے جبکہ نفس کہتا ہے کہ شراب پی لے چوری کر لے زنا کر لے۔ بہر حال جس کام میں لذت ہوتی ہے اس کی ترغیب دیتا ہے مگر یہ انسان اس کا کہنا نہ مان کر اللہ کا کہنا مانتا ہے اور اللہ کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے جس میں پریشانی ہوتی ہے مگر قربان جایئے اللہ پر کہ اس نے ایک طرف بڑے سخت قانون بنا کر انسان کو ڈرا دیا مگر دوسری طرف اتنی چھوٹ دے دیں کہ وہ بالکل بے فکر ہو گیا اور اپنے نفس کے مطابق عمل کرنے لگا۔ جو کچھ بزرگوں نے بتلا دیا کسی وجہ سے انسان اپنی پوری زندگی میں کچھ بھی نہ کر سکا اور انتقال ہو گیا اور عذاب میں گرفتار ہو گیا تب بھی اس کے مرنے کے تین دن یا دس دن یا بیس دن بعد اس کے لڑکے نے یا لڑکا نہ ہونے کی صورت میں عزیزوں نے آدمیوں کو بلا کر قرآن پڑھ دیا اور کلمے ستر ہزار کی جگہ لاکھوں کی تعداد میں پڑھ دیا ہے اور اس کی منزل آسان ہو گئی۔ اس کے بعد وہ آدمی جس نے اپنے آپ کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا۔ وہ بھی گناہ کرتے کرتے مر گیا تو اس کے لڑکے نے یہ کام کر دیا اور وہ بھی جنت میں چلا گیا اتنے پر بھی اگر کسی سے یہ کام نہ ہو سکا تو کسی صاحب کشف نے دیکھا کہ فلاں مسلمان پر عذاب دوزخ ہو رہا ہے تو جھٹ سے ایک نصاب ستر ہزار کلمے کا بخش دیا اور اس کا بیڑا پار ہو گیا اور جس کے اندر کچھ تھوڑی ہمت اور عقل تھی اور کسی دوسرے کا کوئی احسان نہیں لیا بلکہ خود ہی کلمہ کا نصاب پڑھ کر ذخیرہ کیا اور چار رکعت صلوٰۃ التسبیح پڑھ لی اور گناہوں سے پاک۔ دیکھا کتنا اچھا طریقہ مل گیا اللہ کے طریقے کے مقابلے میں اللہ کچھ بھی کہتا رہے وہ تو صرف ڈرانے کی بات رہی اصل بات یہ ہے۔ مگر اللہ کی ڈرانے والی بات کچھ اچھی نہ رہی اگر اس کو اپنا ہی احسان رکھنا تھا تو بالکل ہی چھوٹ ہونی چاہیے مگر اللہ نے تو انسان کو ڈرا دیا اور انسانوں نے راستہ آسان کر دیا اب شکریے کا بھی حق دار نہ رہا۔ شکریہ تو ان کرم فرماؤں کا ادا کرنا ہے جنہوں نے یہ منزل آسان بنا دی کیونکہ نفس کے مطابق زندگی گذارنے کی چھوٹ مل گئی۔

تاہم بات بنی نہیں کیونکہ ہر انسان چاہے وہ کوئی ہو اقرار ضرور کرتا ہے کہ اس دنیا کا نظام چلانے والی کوئی طاقت ضرور ہے خواہ وہ کوئی ہو۔ جب یہ تسلیم کر لیا کہ اس دنیا کا نظام کوئی طاقت چلا رہی ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ نظام چلانے کے کچھ اصول ضرور ہوں گے۔ بغیر اصول کے کوئی کام

نہیں ہوتا تو اب یہ پتہ لگایا جائے کہ وہ طاقت اور وہ اصول کیا ہیں کیا وہ طاقت ان اصولوں کو براہِ راست دیتا ہے یا کسی انسان کے ذریعے نافذ کراتا ہے۔ یہ بھی ایک مسئلہ ہے مگر یہ بھی حل ہوگیا یعنی کافی انسان اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ طاقت ہے جس کے مختلف زبانوں میں مختلف نام ہیں اور عربی میں اس کا نام اللہ ہے۔ اللہ نے اپنے قانون اس نظام کو چلانے کے لئے اپنے نبیوں کے ذریعے انسانوں تک پہنچایا ہے یہ یاد رہے کہ اللہ ساری کائنات کا نظام چلا رہا ہے۔

آخر میں اپنا آخری قانون جو قیامت تک رہنا ہے وہ اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسانوں کو دیا اور اعلان کر دیا کہ اس میں ہر ضروری چیز کی تفصیل ہے۔ انسان کو کامیاب بنانے کے طریقے ہیں بہر حال ہر چیز ہے جو انسان اس پر عمل کرے گا وہ کامیاب ہو کر جنت میں جائے گا اور جو ان پر عمل نہ کرے گا اپنے نفس کے مطابق عمل کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا اور ہمیشہ اس میں رہے گا۔

یہ کیا ہوا یہ تو بالکل ہی ان روایتوں کے خلاف ہوگیا مگر دیکھ تو ضرور لیا جائے کہ وہ کیا بات اور کہاں پر ہے۔ اگر ایسا ہے تو ضرور وہ بات حق ہے کیونکہ اللہ کی سب باتیں حق ہیں اور اٹل۔ اس میں شک کرنے والا کافر ہے کیونکہ اس کو اللہ کی بات پر یقین نہیں اس لئے اللہ کی ہر بات پر یقین کرنا ضروری ہے یہی تعلیم ہم کو حضرت محمدؐ نے دی ہے قرآن پاک اور اپنی سنت کے ذریعہ قرآن میں کیا ہے اور کن شرطوں کے ساتھ۔

سورہ فاتحہ۔ سب تعریفیں اللہ کے لائق ہیں جو تمام کائنات کا رب ہے نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ روزِ جزا کا مالک ہے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے جو مغضوب نہیں ہوئے جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔

جب انسان نے یہ دعا پڑھ لی اور امید کی کہ تیری دعا قبول ہوگئی مگر فوراً ہی اللہ نے انسان سے ایک مطالبہ کر دیا کہ اے انسان میں تیری یہ دعا شروع سے اخیر تک قبول کرلوں گا کیونکہ میں تمام کائنات کا رب ہوں مگر دعا قبول ہونے کی کچھ شرطیں ہیں ان کو تو پورا کردے وہ یہ ہیں۔

سورہ بقرہ آیت ا تا ۵۔ (اور پورا قرآن) الف لام میم یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں ہدایت ہے ان پرہیزگار لوگوں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن)

اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ اپنے رب کی طرف سے راہِ راست پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

یہ ہیں وہ شرطیں جن کو پورا کرنے میں انسان کی دعا قبول ہوتی ہے اور وہ کامیاب ہوتا ہے اور یہ باتیں پورے قرآن میں لکھی ہیں۔ مطلب ہوا کہ پورے قرآن پر بلا کسی کمی بیشی کے عمل کرنا۔ اب یہ دیکھا جائے کہ قرآن میں دعا کس کس طرح اللہ کے نبیوں اور عام انسانوں نے کی ہیں اور ان سے کس طرح فائدہ ہوا ہے اور ہوتا رہے گا۔

سورہ آل عمران ۳ آیت ۸،۷۔ اور سچ یہ ہے کہ صحیح سبق صرف دانشمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں اور وہ اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ پروردگار جب تو ہمیں سیدھے راستہ پر لگا چکا ہے تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجئو ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا کر کہ تو ہی فیاض حقیقی ہے۔

سورہ آل عمران آیت ۱۶، ۱۷۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مالک ہم ایمان لائے ہماری خطاؤں کو درگذر فرما اور ہمیں آتش دوزخ سے بچالے۔ یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں راست باز ہیں فرمانبردار ہیں اور فیاض ہیں اور رات کی آخیر گھڑیوں میں اللہ سے دعاء مغفرت مانگا کرتے ہیں۔

سورۂ آل عمران آیت ۶۸۔ ابراہیمؑ سے نسبت رکھنے کا سب سے زیادہ حق اگر کسی کو پہنچتا ہے تو ان لوگوں کو جنہوں نے اس کی پیروی کی اور اب یہ نبیؐ اور اس کے ماننے والے اس نسبت کے زیادہ حق دار ہیں اللہ صرف انہیں کا حامی و مددگار ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔

سورہ آل عمران آیت ۱۴۶ تا ۱۴۸۔ اس سے پہلے کتنے ہی نبی ایسے گزر چکے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے خدا پرستوں نے جنگ کی اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں ان پر پڑی ان سے وہ دل شکستہ نہ ہوئے انھوں نے کمزوری نہیں دکھائی وہ (باطل کے آگے) سرنگوں نہیں ہوئے ایسے ہی صابروں کو اللہ پسند کرتا ہے ان کی دعا بس یہ تھی کہ اے ہمارے رب ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگذر فرما ہمارے کام میں تیری حدود سے جو کچھ تجاوز ہو گیا ہو اسے معاف کر دے ہمارے قدم جما دے اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر آخر کار ان کو دنیا کا بھی ثواب دیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت بھی عطا کیا اللہ کو ایسے ہی نیک عمل لوگ پسند ہیں۔

سورہ آل عمران آیت ۱۹۰ تا ۱۹۴۔ زمین و آسمان کی پیدائش میں اور رات دن کے باری باری آنے میں ان ہوش مند لوگوں کے لئے بہت نشانیاں ہیں۔ جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خدا

کو یاد کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) پروردگار یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔ تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے پس اے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ تو نے جسے دوزخ میں ڈالا اسے درحقیقت بڑی ذلت و رسوائی میں ڈال دیا اور پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا مالک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے رب کو مانو ہم نے اس کی دعوت قبول کرلی۔ پس اے ہمارے آقا جو قصور ہم سے ہوئے ہیں ان سے درگذر فرما۔ جو برائیاں ہم میں ہیں انہیں دور کردے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ خداوند جو وعدے تو نے اپنے رسول کے ذریعہ سے کیے ہیں ان کو ہمارے ساتھ پورا کر اور قیامت کے دن ہمیں رسوائی میں نہ ڈال بیشک تو اپنے وعدہ کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔

سورہ النساء آیت ۱۲۲، ۱۲۴۔ اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنی بات میں سچا ہوگا انجام کار نہ تمہاری آرزوؤں سے کام چلتا ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے جو شخص کوئی برا کام کرے گا وہ اس کے عوض سزا دیا جائے گا اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا نہ مددگار۔ اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔

سورہ انعام آیت ۴۰، ۴۱۔ ان سے کہو ذرا غور کرکے بتاؤ اگر کبھی تم پر اللہ کی طرف سے کوئی بڑی مصیبت آجاتی ہے یا آخری گھڑی آپہنچتی ہے تو کیا اس وقت تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہو بولو اگر تم سچے ہو اس وقت تم اللہ ہی کو پکارتے ہو۔ پھر اگر وہ چاہتا ہے تو اس مصیبت کو تم سے ٹال دیتا ہے ایسے موقعوں پر تم اپنے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کو بھول جاؤ۔

سورہ توبہ آیت ۷۹ تا ۸۴۔ جو برضا و رغبت دینے والے اہل ایمان کی مالی قربانیوں پر باتیں چھانٹتے ہیں اور ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جن کے پاس (راہِ خدا میں دینے کے لئے) اس کے سوا کچھ نہیں ہے جو وہ اپنے اوپر مشقت برداشت کرکے دیتے ہیں اللہ ان مذاق اڑانے والوں کا مذاق اڑاتا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اے نبی تم خواہ ایسے لوگوں کے لئے معافی کی درخواست کرو یا نہ کرو اگر تم ستر مرتبہ بھی انہیں معاف کردینے کی درخواست کرو گے تو اللہ انہیں ہرگز معاف نہ کرے گا اسی لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ فاسق لوگوں کو راہِ نجات نہیں دکھاتا۔ جن لوگوں کو پیچھے رہ جانے کی اجازت دیدی گئی تھی وہ اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہوئے اور انہیں گوارہ نہ ہوا کہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد

کریں انہوں نے لوگوں سے کہا کہ اس سخت گرمی میں نہ نکلو ان سے کہو کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے کاش انہیں اس کا شعور ہوتا۔ اب چاہیے کہ یہ لوگ ہنسا کم کریں اور روئیں زیادہ اس لئے کہ جو بدی یہ کماتے رہے ہیں اس کی جزا ایسی ہی ہے اگر اللہ ان کے درمیان تمہیں واپس لے جائے اور آئندہ ان میں سے کوئی گروہ جہاد کے لئے نکلنے کی تم سے اجازت مانگے تو صاف کہہ دینا اب تم میرے ساتھ ہرگز نہیں چل سکتے اور نہ میری معیت میں کسی دشمن سے لڑ سکتے ہو تم نے پہلے بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھا تو اب گھر والوں ہی کے ساتھ بیٹھے رہو اور آئندہ ان میں سے جو کوئی مرے اس کی نماز جنازہ بھی تم ہرگز نہ پڑھنا اور نہ کبھی اس کی قبر پر کھڑے ہونا کیونکہ انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ مرے ہیں اس حال میں کہ وہ فاسق تھے۔

سورہ توبہ آیت ۱۰۲،۱۰۳۔ کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کر لیا ان کا عمل مخلوط ہے کچھ نیک ہے اور کچھ بد۔ بعید نہیں کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے کیونکہ وہ درگذر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے نبی تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو کیونکہ تمہاری دعا ان کے لئے وجہ تسکین ہو گی اللہ سب کچھ جانتا ہے اور سنتا ہے۔

سورہ توبہ آیت ۱۱۳،۱۱۴۔ نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔ ابراہیم نے اپنے باپ کے لئے جو دعاء مغفرت کی تھی وہ تو اس وعدے کی وجہ سے تھی جو اس نے اپنے ماں باپ سے کیا تھا مگر اس پر جب یہ بات کھل گئی کہ اس کا باپ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گیا حق یہ ہے کہ ابراہیم بڑا رقیق القلب و خدا ترس اور بردبار آدمی تھا۔

سورہ یونس آیت ۸۴ تا ۸۹۔ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ لوگو اگر تم واقعی اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر بھروسہ کرو اگر مسلمان ہو۔ انہوں نے جواب دیا ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا اے ہمارے رب ہمیں ظالم لوگوں کے لئے فتنہ نہ بنا (ہم کو اب ظالم لوگوں کا تختۂ مشق نہ بنا) اور اپنی رحمت سے ہم کو کافروں سے نجات دے۔ اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو اشارہ کیا کہ مصر میں اپنی قوم کے لئے گھر برقرار رکھو اور تم سب اپنے گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے لو اور مومنین کو بشارت دیدو اور موسیٰ نے دعا کی اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال سے نواز رکھا ہے۔ اے رب کیا یہ اس لئے ہے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے بھٹکائیں۔ اے

ہمارے رب ان کے مال غارت کردے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں اللہ نے جواب میں فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کی گئی ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کے طریقے کی ہرگز پیروی نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔

اور ہم بنی اسرائیل کو سمندر سے گذار گئے پھر فرعون اور اس کے لشکر نے ظلم اور زیادتی کی غرض سے ان کے پیچھے چلے حتیٰ کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو بول اٹھا میں نے مان لیا کہ خداوند حقیقی اس کے سوا کوئی نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی سر اطاعت جھکا دینے والوں میں سے ہوں (جواب دیا گیا) اب ایمان لاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے تک نافرمانی کرتا رہا اور فساد کرنے والوں میں سے تھا اب تو ہم صرف تیری لاش ہی کو بچائیں گے تا کہ تو بعد کی نسلوں کے لئے نشانِ عبرت بنے۔ اگر چہ بہت سے انسان ایسے ہیں جو ہماری نشانیوں سے غفلت برتتے ہیں۔

سورہ المومنون آیت ۲۶ تا ۲۹۔ نوحؑ نے کہا پروردگار ان لوگوں نے جو میری تکذیب کی ہے اس پر اب تو ہی میری نصرت فرما ہم نے اس پر وحی کی کہ ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق کشتی تیار کر پھر جب ہمارا حکم آجائے اور وہ تنور اُبل پڑے تو ہر قسم کے جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا لیکر اس میں سوار ہو جا اور اپنے اہل وعیال کو بھی ساتھ لے سوائے ان کے جن کے خلاف پہلے ہو چکا ہے اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہنا یہ اب غرق ہونے والے ہیں پھر جب تو اپنے ساتھیوں سمیت کشتی پر سوار ہو جائے تو کہہ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دی اور کہہ کہ پروردگار مجھ کو برکت والی جگہ اتار اور تو بہترین جگہ دینے والا ہے۔

سورہ منافقون آیت ۵۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تا کہ اللہ کا رسول تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرے تو سر جھٹکتے ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ وہ بڑے گھمنڈ کے ساتھ آنے سے رکتے ہیں۔ اے نبی چاہے تم ان کے لئے مغفرت کی دعا کرو یا نہ کرو ان کے لئے یکساں ہیں اللہ انہیں ہرگز معاف نہ کرے گا اللہ فاسق لوگوں کو ہرگز ہدایت نہیں دیتا۔

سورہ نساء آیت ۱۷، ۱۸۔ ہاں جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہیں لوگوں کے لئے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی بڑا فعل کر گذرتے ہیں اور اس کے بعد جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے والا اور حکیم و دانا ہے مگر توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو برے کام کیے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے اس وقت وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی۔ اور اس طرح توبہ ان لوگوں

کے لئے بھی نہیں جو مرتے وقت تک کافر رہیں۔ایسے لوگوں کے لئے تو ہم نے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔

سورہ الزمر آیت ۵۳ تا ۵۵۔(اے نبی) ان میرے بندوں سے کہدو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔وہ تو غفور رحیم ہے پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور مطیع بن جاؤ اس سے قبل کہ تم پر عذاب آ جائے اور پھر کہیں سے تمہیں مدد نہ مل سکے پیروی اختیار کرو اپنے رب کی بھیجی ہوئی کتاب کے اچھے حکموں کی قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

سورہ الشوریٰ ۲۵، ۲۶۔وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر فرماتا ہے حالانکہ تم لوگوں کے سب افعال کا اسے علم ہے وہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہے اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دیتا ہے۔رہے انکار کرنے والے تو ان کے لئے سخت سزا ہے۔

سورہ ہود آیت ۴۵، ۴۶۔اور نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا اے میرے رب میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا وعدہ بالکل حق ہے اور آپ احکم الحاکمین ہیں۔ارشاد فرمایا کہ اے نوح یہ شخص تمہارے گھر والوں میں سے نہیں یہ تباہ کار ہے سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں۔میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادان نہ بن جاؤ۔انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ سے ایسے امر کی درخواست کروں جس کی مجھ کو خبر نہ ہو اور اگر آپ میری مغفرت نہ فرمائیں گے اور مجھ پر رحم نہ فرمائیں گے تو میں بالکل ہی تباہ ہو جاؤں گا۔

سورہ ہود آیت ۷۶۔اے ابراہیمؑ اس بات کو جانے دو تمہارے رب کا حکم آ پہنچا ہے اور ان پر ضرور ایسا عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح ٹلنے والا نہیں۔

اوپر کی آیات میں دعاؤں کا ذکر ہے۔دعا ایک ایسی چیز ہے کہ ہر بندہ چاہے وہ نیک ہے یا بد دعا کرنے پر مجبور ہے۔جب انسان کسی مصیبت میں آتا ہے تو بے اختیار وہ اللہ سے دعا کرتا ہے اس لئے دعا سے انکار نہیں۔مگر دعا قبول ہونے کی کچھ شرطیں ہیں جو ان آیات میں ظاہر کی گئی ہیں یعنی دعا مومن بندوں اور ان بندوں کو فائدہ دیتی ہے جو توبہ کرنے والے ہیں دعا فاسق بندوں کو فائدہ نہیں دیتیں اور نہ ہی ان بندوں کو فائدہ دیتی ہے جو آخر وقت تک گناہ کرتے رہتے ہیں جیسے فرعون۔فائدہ

ان کو دیتی ہے جیسے ان آیتوں میں تین آدمیوں کا ذکر آیا ہے جو غلطی سے بیٹھے رہ گئے تھے اور پھر توبہ کی تو اللہ نے ان کو معاف کر دیا مثال کے طور پر ایسے جان لو کہ کوئی آدمی ارادہ کرتا ہے کہ مجھے نیک بننا ہے اور وہ مسجد میں نماز کے بعد دعا کرے کہ اے اللہ مجھے نیک بنا دے پھر وہ مسجد سے باہر آ کر چوری کرنے لگے اور اسے یہ یاد آ جائے کہ اللہ سے دعا کی یا اقرار کیا ہے کہ مجھے نیک بنا دے اور اب میں برائی نہیں کرنے کا مگر میں چوری کرنے جا رہا ہوں تو کیسے نیک بنوں گا یہ سوچ کر وہ چوری سے رک جائے اور ہر برے کام سے رک جائے تو وہ نیک بن جائے گا کیونکہ اس نے دعا صدق دل سے کی اور اگر وہ اس چوری سے نہ رکا تو وہ نیک نہیں بن سکتا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ دعا اس کو فائدہ دیتی ہے جو اپنی دعا و اقرار کو یاد رکھتا ہے۔ اسی طرح اللہ نے ان آیات میں یہ بھی بتلایا ہے کہ اے مومنوں کہ جب تم پر ظاہر ہو جائے کہ فلاں آدمی فاسق یا مشرک مرا ہے تو ان کے لئے دعاء مغفرت نہ کرو نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو بھلے ہی وہ تمہارے رشتہ دار ہوں حتیٰ کہ حضورؐ کو بھی اس کام سے روک دیا حضرت نوحؑ و حضرت ابراہیمؑ کو بھی منع کیا گیا۔ پھر ہم یہ کیسے مان لیتے ہیں کہ اس طرح دعا و استغفار کرنے سے ہمارے گزرے ہوئے بھائی بخشے گئے اللہ نے اس کی اجازت دیدی ہے یا کوئی خبر دیدی ہے کہ تمہارے اس کام کرنے سے فلاں فلاں بندوں کو بخش دیا گیا جو دوزخ کے حقدار ہو چکے تھے۔ ہاں حسن ظن رکھو تو اور بات ہے کہ پتہ نہیں ان کی کوئی بات یا عمل اللہ کو پسند آ گیا ہو اور اللہ ان کی مغفرت کر دے مگر اس کو عقیدہ بنا کر عمل کرنا جیسا کہ اس زمانہ میں ہو رہا ہے غلط ہے۔ ہر آدمی کو اپنی زندگی میں اپنی فکر ہونی چاہیے کہ اللہ میرے کام پسند کرے اور میری مغفرت کر دے۔ کیونکہ اللہ اپنی ذیل کی آیات میں یہ بتلا رہا ہے کہ کس کو کیا ملتا ہے اور کیسے اور کوئی کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ دعا کرنی ہے مگر دعا فائدہ مومن بندوں کو دیتی ہے اور مومن بندہ دعا کے بعد وہ کام کرتا ہے جو نیک ہیں خوب ہمت کے ساتھ کرتے ہیں اس پر اللہ کی مدد آتی ہے جو اللہ بتلا رہا ہے کہ مومنوں نیک کام کرو برائی سے بچو اگر بھولے سے برائی ہو جائے فوراً ہی توبہ کر لو اور آئندہ کے لئے عہد کرو اللہ معاف کرتا ہے اور مدد کرتا ہے جیسے قرآن بتلا رہا ہے۔

سورہ البقرہ آیت ۱۳۴۔ وہ کچھ لوگ تھے جو گزر گئے جو کچھ انہوں نے کمایا وہ ان کے لئے اور جو کچھ تم کماؤ گے وہ تمہارے لئے ہے تم سے یہ نہ پوچھا جائے کہ وہ کیا کرتے تھے۔

سورہ البقرہ آیت ۱۷۴ تا ۱۷۶۔ حق یہ ہے کہ جو لوگ ان احکام کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کئے ہیں اور تھوڑے دنیوی فائدوں پر انہیں بھینٹ چڑھا دیتے ہیں وہ دراصل

اپنے پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں قیامت کے روز اللہ ہرگز ان سے بات نہ کرے گا نہ انہیں پاکیزہ ٹھیرائے گا اوران کے لئے دردناک سزا ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ ضلالت خریدی اور مغفرت کے بدلے عذاب مول لے لیا۔کیا عجیب ہےان کا حوصلہ کہ جہنم کا عذاب برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ اللہ نے تو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق کتاب نازل کی تھی مگر جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف نکالے وہ اپنے جھگڑوں میں حق سے بہت دور نکل گئے۔

سورہ البقرہ آیت ۲۰۲۔ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق حصہ پائیں گے اللہ کو حساب چکاتے دیر نہیں لگتی۔

سورہ البقرہ آیت ۲۷۲۔اور راہ خیر میں جو مال تم لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے لئے بھلا ہے آخر تم اس لئے تو خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو جو کچھ مال تم راہ خیر میں خرچ کرو گے اس کا پورا پورا اجر تم کو دیا جائے گا اور تمہاری حق تلفی ہرگز نہیں ہوگی۔(غور کرو جو مال خرچ کرتا ہے راہ خیر میں اس کا اجر اس کو ہی ملتا ہے دوسرے کو نہیں پھر ہم نے غلط عقیدہ بنا رکھا ہے اس لئے ہماری نظر قرآن وسنت پر نہیں ہے۔)

سورہ البقرہ آیت ۲۸٦۔اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے اس کا پھل اس کے لئے ہے اور بدی سمیٹی ہے اس کا وبال اسی پر ہے۔

سورہ آل عمران آیت ۳۰۔وہ دن آنے والا ہے جب ہر نفس اپنے کیے کا پھل حاضر پائے گا خواہ اس نے بھلائی کی ہو یا برائی اس روز آدمی یہ تمنا کرے گا کہ کاش ابھی یہ دن اس سے بہت دور ہوتا اللہ تمہیں اپنے قانون سے ڈراتا ہے اور وہ اپنے بندوں کا نہایت خیر خواہ ہے۔سورہ آل عمران آیت ١١٦۔رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا تو اللہ کے مقابلہ میں ان کو نہ ان کا مال کچھ کام دے گا نہ اولاد وہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں اور آگ ہی میں ہمیشہ رہیں گے (غور کرو اس آیت میں کافروں کو مال واولاد بھی فائدہ نہ دے گا۔

سورہ آل عمران آیت ١٦١۔کسی نبی کا یہ کام نہیں ہوسکتا کہ وہ خیانت کر جائے اور جو کوئی خیانت کرے تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا پھر ہر متنفس کو اس کی نیکی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

سورہ آل عمران آیت ١٨٥۔آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو دراصل کامیاب وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت

میں داخل کر دیا جائے۔

سورہ النساء آیت ۳۲۔ اور جو کچھ اللہ نے تم میں سے کسی کو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرو جو مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ۔ ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو۔

سورہ النساء آیت ۱۲۳، ۱۲۴۔ انجام کار نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر جو بھی برائی کرے گا اس کا پھل پائے گا اور اللہ کے مقابلہ میں اپنے لئے کوئی حامی و مددگار نہ پا سکے گا اور جو نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے ہی لوگ جنت میں جائیں گے۔

سورہ مائدہ آیت ۱۰۵۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی فکر کرو کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہ راست پر ہو اللہ کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے پھر وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے۔

سورہ مائدہ آیت ۳۱۔ افسوس! ہم سے اس معاملے میں کیسی تقصیر ہوئی اوران کا حال یہ ہوگا کہ اپنی پیٹھوں پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو کیسا برا بوجھ ہے جو یہ اٹھا رہے ہیں۔

سورہ مائدہ آیت ۱۰۴۔ دیکھو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت کی روشنیاں آگئی ہیں اب جو بینائی سے کام لے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اندھا بنے گا خود نقصان اٹھائے گا میں تم پر کوئی پاسبان نہیں ہوں۔

سورہ مائدہ آیت ۲۴۔ کہو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے ہر شخص جو کچھ کماتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔

سورہ اعراف آیت ۱۴۷۔ ہماری نشانیوں کو جس کسی نے جھٹلایا اور آخرت کی پیشی کا انکار کیا اس کے سارے اعمال ضائع ہو گئے کیا لوگ اس کے سوا اور جزا پا سکتے ہیں کہ جیسا کریں ویسا بھریں۔

سورہ یونس آیت ۵۲ پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو جو کچھ تم کماتے رہے ہو اس کی پاداش کے سوا اور کیا بدلہ تم کو دیا جائے۔

سورہ النمل آیت ۱۱۱۔ جبکہ ہر متنفس اپنے ہی بچاؤ کی فکر میں لگا ہوا ہوگا اور ہر ایک کو اس کے کیے کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا اور کسی پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔

سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۰۔ جو کوئی راہ راست اختیار کرے اس کی راست روی اس کے اپنے لئے ہی مفید ہے اور جو گمراہ ہو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

سورہ طٰہٰ آیت ۱۰۔ میں اس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں کہ ہر نفس اپنی سعی کے مطابق بدلہ پائے۔

سورہ الشعراء آیت ۸۶ تا ۸۸۔ اور مجھے اس دن رسوا نہ کر جبکہ سب لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جبکہ نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد بجز اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم لئے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو۔

سورہ لقمٰن آیت ۳۳۔ لوگو بچو اپنے رب کے غضب سے اور ڈرو اس دن سے جبکہ باپ اپنے بیٹے کی طرف سے نہ بدلہ دے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی اپنے باپ کی طرف سے کچھ بدلہ دینے والا ہے فی الواقع اللہ کا وعدہ سچا ہے پس یہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز تم کو اللہ کے معاملہ میں دھوکا دینے پائے۔

سورہ یٰسین ۵۴۔ آج کسی پر ذرہ برابر ظلم نہ کیا جائے گا اور تمہیں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسے تم عمل کرتے رہے تھے۔

سورہ المومن آیت ۱۶، ۱۷۔ آج بادشاہی کس کی ہے اللہ واحد قہار کی آج ہر نفس کو اس کمائی کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کی تھی آج کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا اور اللہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔

اس کتاب کے ویسے تو سارے ہی باب اہم اور نئے ہیں مگر یہ باب زیادہ اہمیت لئے ہوئے ہے۔ اس لئے میں چاہتا تھا کہ قرآن سے زیادہ سے زیادہ آیات لکھنا مگر یہ سوچ کر رک گیا کہ کہیں قارئین کرام یہ نہ کہنے لگیں کیا یہ آیات قرآن میں نہیں ہیں جو اس نے لکھ دیں اپنی کتاب موٹی کرنے کے لئے اور آیات جو لکھنا چاہتا تھا اب ان کا حوالہ لکھ رہا ہوں آپ براہ کرم خود ان کو قرآن سے پڑھنے کی زحمت کریں حوالے میں سورۃ کا نمبر اوپر ہوگا اور آیت نیچے۔ جیسے سورت/آیت۔

۱۹۵/۳، ۳/۶، ۵۲/۶، ۱۰۸/۶، ۴۳/۷، ۹۷/۱۶، ۱۹/۱۷، ۴۷/۲۱، ۹۰،۸۹/۲۷،
۵۰/۲۸، ۸۴،۲۸، ۶/۲۹، ۵۵/۲۹، ۴۴/۳۰، ۱۸/۳۵، ۳۷/۳۵، ۵۱،۵۰/۳۵، ۷۰/۳۹، ۴۶/۴۱،
۱۵،۱۴/۴۵، ۲۲،۲۱/۴۵، ۲۹،۲۸/۴۵، ۱۶/۵۲ تا ۱۹، ۲۱/۵۲، ۳۸/۵۳ تا ۴۱، ۱۸/۵۹، ۸/۶۲،
۳۸/۷۴، ۴۳/۷۷، ۴۰/۷۸، ۴/۸۱، ۵/۸۲۔

قرآن سے ان آیتوں کو اور پڑھ لینا اور پھر غور کرنا کہ وہ کہاں ہیں اور کہاں ہونا چاہیے اس کے بعد ایک حدیث بھی نقل کی جاری ہے آپ لوگ یہ شکایت کریں کہ ذرا حدیث تو لاؤ اپنی دلیل میں اس لئے حدیث بھی پڑھ لو۔

بخاری جلد دوم پارہ ۱۱ کتاب الوصیت صفحہ ۴۹ حدیث ۱۹۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبیؐ سے پوچھا کہ کون سا صدقہ افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کہ تم بحالت صحت جبکہ تمہیں حرص ہو مالداری کی خواہش ہو تنگ دستی کا خوف ہو اس وقت صدقہ دو اور صدقہ میں تاخیر نہ کرو کہ جب جان حلق میں پہنچے تو کہو کہ فلاں شخص کو اس قدر دینا اور فلاں شخص کو اس قدر دینا کیونکہ اب تو فلاں شخص کا یعنی وارث کا ہو چکا۔ جو آیاتِ قرآنی لکھی گئی ہیں ان کے پڑھنے کے بعد ہر عقل مند آدمی فیصلہ کرے گا کہ آخرت میں جو بھی فیصلہ ہوگا وہ ہر آدمی کے اپنے عمل سے ہوگا اگر اس نے اچھے عمل کئے ہیں تو فیصلہ اچھا اور اگر برے عمل کیے ہیں تو فیصلہ برا۔ کوئی آدمی کسی کے لئے کچھ نہیں کرسکتا نہ اس دنیا میں اور نہ مرنے کے بعد صرف اپنا اپنا ہی رہے گا جو حقیقت ہے مگر ہم کو اس حقیقت سے الگ کر کے ایک دوسرے راستے پر ڈال دیا اللہ نے قرآن اپنے بندوں کی زندگی گذارنے کے لئے دیا ہے مگر ہم نے اس کو شجر ممنوعہ بنا کر اپنے لئے اس کے راستے بند کر لیے اور دھوکہ میں آ کر اس قرآن کو صرف مردوں کے لئے مخصوص کر دیا اور جھاڑ پھونک تعویذ گنڈوں کے لئے۔ کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ ان کاموں کی اجازت قرآن کی کس آیت سے مل رہی ہے شاید کہ جواب نہ مل سکے قرآن تو ان باتوں کا انکار کرتا ہے پھر ہم نے کیوں ایسا کر رکھا ہے کیوں نہ ہم قرآن وسنت کے مطابق کام کر کے اللہ کو راضی کریں مگر شیطان ہم کو اس راستے پر نہیں آنے دیتا اس تحریر کو پڑھ کر کچھ آدمی یہ ضرور کہیں گے کہ یہ لکھنے والا کافر ہے۔ ہمارے اتنے بزرگ جس بات کو کرتے چلے آئے ہیں اور بتلاتے چلے آئے ہوں بھلا وہ کیسے غلط ہو سکتا ہے یہ شخص ہی گمراہ ہے اس کو سزا دو۔ مجھے منظور ہے مگر یہ بتلاؤ اصل قرآن اور حضورؐ ہیں یا یہ بزرگ۔ اگر یہ بزرگ اصل تو مجھے تمہاری بات ماننے میں انکار نہیں مگر اصل قرآن اور سنت ہے تو تم کو کیا پریشانی ہے کہ قرآن وسنت کی بات مان لو غور کرو بس شرط غور ہے اور گاڑی پار۔

اپیل

میں اپنی بات ختم کرتے ہوئے علماء کرام سے کچھ اپیل کرتا ہوں۔ پہلی تو یہ اگر میری یہ بات قرآن وسنت کی روشنی میں غلط ہو تو میری اصلاح کر دو۔ اگر یہ درست ہو تو قوم کو اس راہ پر گامزن

کریں اور یہ دشوار کام اپنے ہاتھ میں لے لیں کیونکہ اس کام کو علماء حضرات ہی کر سکتے ہیں ۔دوسری یہ کہ میں نے تین باتوں میں مداخلت نہیں کی ہے اس لئے کہ وہ بہت مشکل اور اہم باتیں ہیں ۔

(۱) مسئلہ تقدیر (۲) شفاعت (۳) قرآن کا صحیح ترجمہ ان کو قرآن کی روشنی میں بتلانا لکھنا علماء کرام کا کام ہے ۔میری دلی خواہش ہے کہ علماء کرام ہی ان مسئلوں میں قوم کی صحیح رہنمائی کریں تو سارے مسئلے حل ہو جائیں اور اسلام کی اصل روح سے مسلمان جانکاری حاصل کریں اللہ بھی خوش اور پھر یہ مسلمان مومن بنے ۔میں کافی انتظار کیا کہ ان تین باتوں کو علماء کرام لکھیں لیکن ان کی طرف سے کوئی قدم نہیں اٹھا اس لئے ان کو بھی میں نے کیا دیکھو۔

ان اپیلوں کے بعد میں اپنی اس دنیا میں واپس جا رہا ہوں جہاں سے آیا تھا یعنی اپنے کاروبار میں ۔اللہ مجھے معاف کرے اور اپنے صحیح دین جو حضور ؐ پر نازل ہوا ہے پر چلنے کی توفیق دے ۔(تقبل)۔

شکریہ

آخر میں ان علماء کرام کا بھی شکریہ ادا کر دوں جنھوں نے میری پہلی کتاب پڑھ کر مسودہ کو چھپنے سے پہلے نظر ثانی کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی اس شرط پر کہ ہم اپنی تقریظ یا مخالفت لکھ کر دیں گے میں نے ان کی خدمت میں اپنا مسودہ پیش کیا اور کافی کافی دنوں تک ان کے مطالعہ میں رہا میرا آنے جانے میں کافی روپیہ اور وقت برباد ہوا اور اس کتاب کو چھپنے میں بھی تاخیر ہوئی مگر افسوس صد افسوس ان علماء کرام نے اپنے وعدے کو پورا نہ کیا نہ تو تقریظ لکھی اور نہ مخالفت ۔جبکہ میرے لئے ان کی مخالفت بھی اچھی تھی میں ان کی مخالفت بھی کتاب میں شایع کراتا ،ہاں جو عالم نہیں ہیں مگر سند یافتہ علماء سے کم باشعور نہیں انہوں نے اس مسودہ کو پڑھ کر اپنے خیالات لکھے ہیں اور تعاون کیا ہے ان کی تقریظ ضرور کتاب میں شایع ہو رہی ہے ۔

جن علماء نے مسودہ کو پڑھا ان کا یہ فرض ہو جاتا تھا کہ یا تو اس مسودہ کو اپنی تصحیح کے ساتھ حمایت کرتا یا اگر غلط تھا تو میری اصلاح کرتے مگر یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ اس مسودہ کی مخالفت کرنا قرآن وسنت کی مخالفت ہے اور اس کی موافقت کرنا اپنے سابق استاذوں کی مخالفت ہے ۔اور پرانے ذخیرے کو دریا برد کرنا پڑے گا۔

دیکھیے کتنے افسوس کی بات ہے اسلام نے باپ دادا اور غلط علماء کی پیروی کی سخت مخالفت کی ہے اور بتلایا کہ انسان اس غلط اطاعت سے ہی گمراہ ہوتا ہے مگر ہمارے علماء کرام اس غلط روش پر چل

کرقرآن وسنت کی بات کاانکار کرتے ہیں۔

تاہم ان کی اس طرح کی خاموشی بھی میں اپنے لئے ایک تقریظ ہی تصور کرتا ہوں کیونکہ قول مشہور ہے خاموشی نیم رضاباشدی۔مگر کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ حضرات اپنی موافقت الفاظ کی شکل میں لکھ کر دیتے۔

ان حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی طباعت میں مالی امداد دی اللہ ان سب حضرات کی مالی اور قولی امداد کو قبول کرے اور ثواب آخرت کا ذریعہ بنے۔آؤ ہم سب مل کر عمل صالح اور دعا کریں کہ اللہ ہمیں ایک اور نیک بنادے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے ☆ نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ پڑھنے کے بعد اپنے خیالات سے خط کے ذریعہ ضرور مطلع کریں اگر میں نے غلطی کی ہے تو اصلاح کردیں اور اگر بات ٹھیک ہو تو غور فرمائیں اطلاع ہر حالت میں کردیں اطلاع نہ کرنے پر آپ خود گناہ گار ہوں گے۔(شکریہ)۔

سکندر احمد محلّہ شاہ چندن قصبہ چاند پور سیاؤ ضلع بجنور
۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ مطابق ۲۶؍مئی ۱۹۸۷ء
مقیم حال: نگلہ پٹواری برولی روڈ علی گڑھ
M.: 9319593020, 8868889730